بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

مسئلہ خطا کی بہت عام فہم اور آسان تشریح وتوضیح
نیز اسکے جملہ ضروری متعلقہ مباحث پر سیر حاصل کلام کے حوالہ سے
چند گرانقدر متین علمی و تحقیقی رسائل کا مجموعہ

الموسوم بہ

قاطعة النزاع فی مسئلة الخطاء

المعروف بہ

تحقیق مسئلۂ خطا

(حصّہ اوّل مشتمل بر دو رسائل)

از قلم
جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول مناظر اسلام محقق العصر حضرت علامہ
مفتی محمد عبدالمجید خان احمد سعیدی رضوی
صدر شعبۂ تدریس وافتاء ومہتمم وشیخ الحدیث جامعہ غوث اعظم رحیم یار خان سٹی (بہاول پور، پنجاب، پاکستان)

باہتمام پاسبان مسلک رضا صاحبزادہ علامہ سید شاداب الحسن گیلانی (صادق آباد شہر ضلع رحیم یار خان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشادنبوی ہے: فاطمة بضعة منی الخ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا
اس نے مجھے غضبناک کیا' جو چیز اسے پریشان کرتی اور ایذاء پہنچاتی ہے'
وہ میرے لیئے باعثِ پریشانی اور موجب ایذاء ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۸ بحوالہ صحیح بخاری و مسلم)

مسئلۂ خطا کی نہایت آسان تشریح' انتہائی ٹھوس' وزنی' نا قابلِ تردید اور مسلّم دلائل سے
اس امر کا روشن ثبوت کہ اس میں ڈاکٹر جلالی صاحب و امثالہ کا پاک ذات حضرت سیّدہ زہراء سلام اللہ
علیہا سے مطلق خطا اور غلطی کی نسبت کرنا من حیث الاصل سوء ادبی اور ''راعنا''
کے قبیل سے ہے نیز ان کا موقف قطعاً غلط اور باطل ہے۔ بناءً علیہ ان پر توبہ
بہرصورت فرض ہے۔ نیز ان کے اس سلسلہ کے تمام خدشات' شبہات و توہمات
کا ازالہ اور مغالطات و نام نہاد دلائل کا ردِ بلیغ

الموسوم بہ

اَلصَّوَاعِقُ الْاِلٰهِيَّةُ عَلٰى حَصَائِدِ اَلْسُنِ الْخَطَائِيَّةِ

المعروف بہ

فتنۂ خطائیہ کا قلع قمع

از قلم
مفتی محمد عبدالمجید خاں احمد سعیدی رضوی
صدر شعبۂ تدریس و افتاء و مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ غوثِ اعظم
رحیم یار خان (پنجاب۔ پاکستان)

نام کتاب ...... الصواعق الالٰھیة علی حصائد السن الخطائیة / فتنۂ خطائیہ کا قلع قمع

نام مؤلف ...... مفتی محمد عبدالمجید خاں احمد سعیدی رضوی

مصححین ...... مولانا مجاہد حسین سعیدی، مولانا اعجاز احمد، مولانا محمد عمران

تعداد ۱۰۰۰

سن اشاعت رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق مئی ۲۰۲۱ء

ناشر مکتبہ مجیدیہ رحیم یار خان

ملنے کا پتہ

- مکتبہ مجیدیہ ۱۰ زمیندارہ کالونی و جامعہ غوث اعظم متصل جامع مسجد نوری و
- کاظمی کتب خانہ، سٹی پل رحیم یار خان
- قادریہ پبلشرز نیا آباد کراچی۔ موبائل نمبر ۰۳۱۱۱۱۱۱۸۲۸
- صاحبزادہ علامہ سیّد شاداب الحسن گیلانی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ محبوبیہ گیلانیہ صادق آباد سٹی رحیم یار خان

موبائل نمبر: ۰۳۰۰۵۴۷۶۶۱۵

نوٹ: تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے پھر بھی کوئی غلطی سامنے آئے تو ادارہ کو مطلع فرمائیں۔ شکریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمالی فہرست عنوانات رسالہ ہٰذا (رسالہ نمبرا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست عنوانات رسالہ ہٰذا

خلاصۂ مرکزی نقطۂ بحث

پوری بحث کے مرکزی نقطہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ ہٰذا میں ڈاکٹر جلالی صاحب اوران کے متبعین کا مؤقف قطعاً غلط اور سراسر باطل ہے۔ نیز یہ کہ حضرت سیّدۃ النساء سلام اللہ علیہا کے متعلق بولے گئے ان کے متنازعہ الفاظ' حضرت سیّدہ کی سوءِادبی پر مشتمل ہیں۔اگرچہ بےادبی کی نیت نہ بھی ہو۔

متنازعہ الفاظ اس طرح ہیں: ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں''، ''غلطی ہوگئی معصوم نہیں تھیں''۔

جس کے دیگر کئی دلائل کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ خود موصوف کے اس سلسلہ کے اپنے بیانات بھی ہیں۔

چنانچہ ان کے مختلف وضاحتی کلپس سے مجموعی سطح پر تین چیزیں ناقابل تردید حقیقت بن کر سامنے آئی ہیں۔

نمبر۱: یہ کہ انہیں اس امر کا اعتراف ہے کہ انہوں نے اپنے متنازعہ بیان میں حضرت سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مطلق خطا کی نسبت کی تھی۔

نمبر۲: یہ کہ ان کے متنازعہ الفاظ میں بولے گئے لفظوں میں خطا سے غلطی مراد لینا ناقابلِ معافی جرم ہے۔

نمبر۳: یہ کہ انہوں نے اپنے ایک اور کلپ میں سیّدہ سے صراحت کے ساتھ ''غلطی'' کی نسبت بھی کی ہے۔ چنانچہ اس میں حضرت سیدہ کے بارے میں ان کے لفظ ہیں کہ ان سے ''غلطی ہوگئی' معصوم نہیں تھیں'' جس کا صاف صاف نتیجہ یہ بنتا ہے وہ بزبان خود اور بقلم خود حضرت سیدہ کی سوئے ادبی کے مرتکب ہو کر سخت مجرم ہیں جب کہ جرم کی توبہ لازم ہوتی ہے۔ لہٰذا خود ان کے اپنے بیانات کی رو سے بھی ان پر توبہ لازم ہے۔

رہی خطاء اجتہادی کی تأویل؟

تو یہ انہیں کچھ مفید نہیں کیونکہ:

اوّلاً: خطا اجتہادی کی یہ پیوندکاری انہوں نے اپنے متنازعہ بیان کے کم و بیش سوا تین ماہ بعد کی ہے جس کا خود انہیں بھی اقرار ہے۔

ثانیاً: علاوہ ازیں خطا سے مراد خطا اجتہادی ہونے کی بات کرنے کے باوجود وہ اس پر اب بھی بدستور قائم اور مصر ہیں کہ مطلق خطا کا بولنا بھی درست ہے جب کہ وہ بالکل غلط ہے۔ نیز خطا کے لفظ انہوں نے عصمت نبوت کے بیان کے ضمن میں بولے ہیں جب کہ عصمت سے خطا اجتہادی کا کوئی واسطہ نہیں کیونکہ وہ خود ان کے حسب تصریح بھی عصمت کے منافی نہیں۔ پس خطا اجتہادی کی تأویل کا موصوف کو کسی طرح کچھ فائدہ نہ ہوا۔

ثالثاً: اس سے قطع نظر خطا اجتہادی کی عوامی سطح پر رٹ بھی عوام مسلمین کے

لئے گمراہی اور فساد ایمان کا باعث ہے۔ نیز خود ان کے حسب تصریح متنازعہ الفاظ کے بولتے وقت ان کا انداز بیان واقعی جارحانہ تھا۔ جب کہ ان دونوں صورتوں کے متعلق امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتوٰی ہے کہ یہ امور ناجائز اور معظمین کی توہین ہیں۔

رابعاً: سب سے اہم یہ کہ اعلیٰ حضرت کے خلیفۂ وتلمیذ ارشد اور فقیہات میں آپ کے سب سے زیادہ معتمد' مصنف بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دورِ حاضر میں صحابۂ واہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی طرف خطا کی نسبت کرنے کو مطلقاً توہین کی مد میں ہونا لکھا ہے جس پر کم وبیش ایک درجن علماء وفضلاء اہلِ سنّت کی تائیدات بھی ثبت ورقم ہیں جو مسئلہ ہٰذا کا ''خصوصی جزئیہ'' بھی بنتا ہے۔ لہٰذا اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کے سوا موصوف کے لئے کوئی چارہ نہیں۔ اس سب کی مکمل باحوالہ تفصیلات مع مالہا وما علیہا آئندہ سطور میں آپ کو ملیں گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

مقدمہ در تعارف رسالہ ہٰذا:

رسالہ ہٰذا ''مسئلہ خطا'' کے موضوع پر ہے جو کچھ عرصہ سے خصوصیّت کے ساتھ برّصغیر میں معرکۃ الآ راء بنا ہوا ہے۔

اسے ہم نے دو حصوں پر منقسم کیا ہے.

حصّہ ٔ دوم میں عبارت ''تصفیہ'' کی صحیح توجیہ اوراس امر کی کامل تحقیق پیش کی گئی ہے کہ مقتدائے اہل سنّت' قبلۂ عالم حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرّہ نے اس میں مسئلۂ فدک کے بیان کے ضمن میں حضرت سیّدۃ النساء سلام اللہ علیہا کی تغلیط ہرگز ہرگز نہیں فرمائی ہے اور نہ ہی یہ اس کا مطلب اور مفہوم ہے۔

نیز یہ کہ حضرت ممدوح کو اس کا قائل بتانا آپ پر شدید افتراء اور سخت بہتان ہے جو بہ ہیئت کذائیہ ڈاکٹر جلالی صاحب ہی کا ساختہ' پرداختہ اور انہی کا کیا دھرا ہے جس کے بہرحال ذمّہ دار اور جواب دہ وہی ہیں۔

جب کہ حصّہ ٔ اوّل میں مسئلہ اوراس کے ضروری متعلقات پر مع مالہا وماعلیہا سیر حاصل بحثیں کی گئی ہیں اور نہایت ٹھوس اور وزنی دلائل سے ڈاکٹر

صاحب موصوف کی غلطی کو ثابت کر کے ان پر عائد ہونے والے شرعی حکم کو انتہائی منصفافہ طریقہ سے واضح کیا گیا ہے جو اس مقدمہ کے علاوہ دس ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

رسالہ بہت پہلے لکھ لیا گیا تھا لیکن اس خیال سے کہ شاید ڈاکٹر صاحب کو احساس ہو جائے اور وہ خود ہی توبہ تائب ہو جائیں، اس کی اشاعت کو مؤخر کرنا ہی بہتر سمجھا گیا مگر چونکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہو گیا ہے اور فتنۂ رکنے کا نام

ہی نہیں لے رہا۔ بناءً علیہ بے شمار علماء و مشائخ واحباب اہل سنّت کے پر زور اور پیہم اصرار پر اس کے منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا گیا جس کے ہمارے ضلع میں سب سے زیادہ محرّک حضرت صاحبزادہ سیّد ابوالحسنات شاداب الحسن گیلانی سلمہم اللہ تعالیٰ سجادہ نشین آستانہ عالیہ گیلانیہ محبوبیہ صادق آباد شہر ہیں۔

جس سے مقصود محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا کے لئے عظمت حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی پاسبانی کرنا اور اپنا دینی وایمانی فرض ادا کرتے ہوئے جذبۂ خیر خواہی کے تحت' مسئلہ میں تجاوز کا ارتکاب کرنے والوں کو دعوت فکر پیش کرنا ہے۔

نیز جو امر ہمارے نزدیک شریعت مطہرہ کے حکم کی حیثیت رکھتا ہے اور ہمارا نقطۂ نظر ہے' اسے علمی امانت اور پیغام سمجھتے ہوئے سب تک پہنچانا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

نوٹ: واضح رہے کہ اس کے جواب میں لائی گئی غیر معیاری اور لایعنی لوگوں کی تحریرات اور واویلے کچھ لائق التفات نہ ہوں گے اور نہ ہی ہم کسی طرح ان کے جوابات کے پابند ہوں گے۔ فلیحفظ
تو لیجئے پڑھیئے ترتیب وار اور مفصّلاً اس کے مباحث۔

———•••———

باب اوّل

(جلالی صاحب کے متنازعہ الفاظ کا بیان)

پیش نظر امر کو کماحقہٗ اور صحیح معنی میں سمجھنے کے لئے سب سے پہلے جلالی صاحب کے اس سلسلہ کے اصل الفاظ کا سامنے رکھنا ضروری ہے جو پیش کیے جا رہے ہیں:

فاقول وباللہ التوفیق: عام طور پر لوگوں کے ذہن میں یہ ہے کہ جلالی صاحب کا اس سلسلہ کا ایک ہی کلپ ہے جب کہ حقیقت میں ان کے ایسے کلپ دو ہیں۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

چنانچہ موصوف کا پہلا کلپ ۲۳/ فروری ۲۰۲۰ء کا ہے جو ”عدالت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیمینار“ کے عنوان سے ہے۔

یہ سیمینار ان کے مرکز صراط مستقیم لاہور میں ادارہ کی بزم کے زیر انتظام منعقد ہوا۔

جب کہ دوسرا کلپ ۲۸/ فروری ۲۰۲۰ء کا ہے جو ”سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیمینار“ کے نام سے ہے جو موضع کریاں والا گجرات میں عبدالرشید اویسی

صاحب نامی مولانا وغیرہ کے زیرانتظام منعقد کیا گیا تھا۔

پہلے کلپ کے متنازعہ الفاظ اس طرح ہیں کہ آپ (یعنی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب) فرماتے ہیں کہ:

''وہ معصوم نہیں''، غلطی کا امکان ہے اور تطہیر کا مطلب معصوم ہونا نہیں لہٰذا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اگر یہ دلیل پیش کی تھی تو پھر بھی معصوم نہیں تھیں غلطی ہو گئی۔

یہ انہوں نے لفظ لکھا' کل میرا قول نہ بنانا کہ غلطی ہو گئی' یہ انہوں نے لکھا ہے کہ معصوم نہیں تھیں اور برحق صدیق اکبر تھے''۔

نوٹ: موصوف کے یہ الفاظ ان کے مذکورہ کلپ میں تقریباً چار گھنٹے چالیس منٹس پر ہیں۔

دوسرے کلپ کے الفاظ یوں ہیں کہ:

''یعنی یہ فرمایا کہ باغ فدک میں یہ روافض تم دلیل نہ بناؤ کہ معصوم تھیں تو مانگنا ہی حق کی دلیل ہے یعنی خطا کا امکان تھا اور خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں لیکن جب آگے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں' ان کی حدیث سن کر سرِ تسلیم خم کر لیا''۔

نوٹ: موصوف کے یہ لفظ مذکورہ کلپ میں ایک گھنٹہ تیس منٹس تیس سیکنڈز پر متصلاً ہیں۔

جلالی صاحب کا سیّدہ سلام اللہ علیہا سے غلطی اور خطا کی نسبت کرنا (معاذ اللہ) حقیقت واقعیہ ہے:

اس سے یہ امر قطعی طور پر متعین ہے کہ ڈاکٹر جلالی صاحب نے اپنے

ان متنازع فیہا بیانات میں مسئلۂ فدک کے حوالہ سے حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی طرف فی الواقع غلطی اور خطا کے وقوع کی نسبت کی ہے جیسا کہ ان کے الفاظ ”معصوم نہیں تھیں غلطی ہوگئی“ نیز ”خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں“ سے واضح ہے۔

باقی ان کا اس کو حضرت قبلۂ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کرنا کسی طرح صحیح نہیں بلکہ ان کی ایک اور غلطی ہے۔

اس کی مکمل تفصیل حصّہ دوم میں کردی گئی ہے۔

اب سمجھئے لفظ خطا اور غلطی کا معنی۔

———◆◆◆———

باب دوم

(لفظ ''خطا اور غلطی'' کے معانی کا بیان)

لفظ ''خطا'' اور ''غلطی'' کا معنٰی لغت عربیّہ سے:

الفاظ کی ایک اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

نمبر۱: متبائن یعنی مختلف المعانی الفاظ جیسے شَمْسٌ و قَمَرٌ اور نَجْمٌ (سورج، چاند، ستارہ)

نمبر۲: مترادف یعنی ہم معنٰی الفاظ جیسے اَسَدٌ، غَضَنْفَرٌ، لَیْثٌ اور ضِرْغَامٌ۔ ان سب کا معنٰی ہے ''شیر''۔

نمبر۳: مشترک یعنی متعدد المعانی الفاظ کہ لفظ ایک ہو معانی کئی ہوں جیسے جَارِیَۃٌ (بچّی، باندی، آفتاب، سانپ)

اور عَیْنٌ (آنکھ، پانی کا چشمہ، آفتاب اور جھنڈا وغیرہ)

اقول: لفظِ خطا لغت عربیہ میں تیسری قسم سے ہے۔

چنانچہ امام لغت علامہ ابوالقاسم حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی (م ۵۰۲/ھ) لکھتے ہیں:

"وھـذه اللفظة مشتركة كماترىٰ مترددة بين معان يجب لمن يتحرى الـحـقـائق ان يتأ ملها "یعنی لفظِ خطا مشترک الفاظ سے ہے کبھی کوئی معنٰی دیتا ہے، کبھی کوئی۔ جیسا کہ ہماری تحریر کردہ تفصیل سے واضح ہے جن میں غور وفکر کرنا طالب حقائق کے لئے ضروری ہے۔

ملاحظہ ہو (المفردات فی غریب القرآن صفحہ ۱۵۱ طبع کراچی)

اقـــــول : لفظِ خطا کے معانی کی تفصیلات لغت عربیہ بالخصوص لغاتِ قرآن اور لغاتِ حدیث کی تقریباً تمام امّہات کتب میں موجود ہیں جن میں سے سب سے عمدہ اور جامع کلام المفردات فی غریب القرآن للراغب میں کیا گیا ہے اس لئے بخوفِ طوالت دیگر کو ترک کر کے سردست اسی کو نقل کر دینا کافی ہے۔

چنانچہ کتاب مذکور میں لکھا ہے:

"الـخطأ العدول عن الجهة وذلك اضرب احدها ان يريد غير مـاتـحـسـن ارادتـه فيـفـعله وهذا هو الخطاء التام المأ خوذ به الانسـان يـقال خطئى يخطاء خطاء وخطأ ة ' قال تعالىٰ ان قتلهم كان خطأ كبيرا وقال و ان كنا لخاطئين۔

والثـانـى ان يـريد ما يحسن فعله ولكن يقع منه خلاف ما يـريـد فيـقال اخطأ يخطئ اخطاءً فهو مخطئ وهذا قداصاب فى الارادة واخـطـأ فـى الفعل وهذا المعنّى بقوله عليه السلام رفع عن امتـى الـخـطـأ والـنسيان وبقوله وان اجتهد فاخطأ فله اجرواحد' ومن قتل مؤمنا خطأ فتحرير رقبة مؤمنة'

والثـالـث ان يـريـد ما لا يحسن فعله ويتفق منه خلافه فهذا مـخـطـئ فـى الارادة ومصيب فى الفعل فهو مذموم بقصده وغير

محمود علی فعله وهذا المعنی هو الذی فی قوله

اردت مساء تی فاجرت مسرّتی

وقد یحسن الانسان من حیث لا یدری

و جملة الامر ان من اراد شیئا فا تفق منه غیره یقال اخطأ وان وقع منه کما اراده یقال اصاب۔

وقد یقال لمن فعل فعلاً لا یحسن او اراد ارادة لا تجمل انه اخطأ ولهٰذا یقال اصاب الخطأ واخطأ الصواب واصاب الصواب واخطأ الخطأ''۔

یعنی خطاء کا لغوی مفہوم ہے جہت سے مڑ جانا اور اس کی کئی اقسام ہیں:

نمبرا: یہ کہ بندہ کسی برائی کا قصد کر کے اس کا ارتکاب کرے' یہ خطاء کامل ہے جس پر انسان قابل مؤاخذہ ہوتا ہے۔ اس معنٰی کی ادائیگی کے لئے خَطِئَ یَخْطَأُ خِطْأً و خِطْأَۃً کا باب ہے (باب عَلِمَ)۔

اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے''ان قتلهم کان خطأ کبیرا'' اولاد کا قتل بلا شبہ بہت بڑا گناہ ہے (پ۱۵' الاسراء آیت:۳۱)

نیز''وان کنّا لخاطئین ''یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے کہا ہم آپ پر ظلم کر کے یقیناً گناہ کے مرتکب ہوئے (پ۱۳ یوسف آیت:۹۱)

نمبر۲: یہ کہ بندہ کا ارادہ تو اچھا کام کرنے کا ہو لیکن اس سے اتفاقیہ ہو جائے اس کے برخلاف' اس معنٰی کے لئے اخطاء فهو مخطئٌ (باب اِفعال) استعمال ہوتا ہے۔

اس تقدیر پر بندہ ارادہ کے اعتبار سے مصیب اور عمل کے حوالہ سے مخطی

ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان ومن قتل مؤمنا خطأ اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ''رفع عن امتی الخطأ والنسیان ''اور''وان اجتہد فاخطأ فله اجرو احدٌ'' میں مذکور''خطأ'' سے مراد یہی قسم ہے۔

نمبر۳: یہ کہ بندہ قصد تو برائی کا رکھتا ہو مگر ہو جائے اس سے اس کے برعکس۔

اس صورت میں وہ ارادہ میں مخطی اور عمل میں مصیب ہوگا۔

بناءً علیہ برائی کے ارادہ کی وجہ سے وہ قابل مذمت اور کام کے اعتبار سے ناقابل تعریف ہوگا۔

عربی کے اس شعر ''اردت مساء تی الخ'' میں اسی کو بیان کرنا مقصود ہے۔

یعنی تو نے ارادہ تو کیا تھا میری مذمت کا مگر کر بیٹھا میری مدحت' انسان کبھی کبھی بے خیالی میں بھی نیکی کر لیتا ہے۔

الغرض جو ارادہ کرے کسی کام کے کرنے کا اور اتفاقیہ ہو جائے کچھ اور' تو اس پر اخطأ کا اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی اس سے ارادہ کے برخلاف ہوا۔

اور اگر قصد کے مطابق ہو تو ''اصاب'' کہا جاتا ہے یعنی اس نے اپنے حسبِ ارادہ کیا۔

بعض اوقات' اخطأ کا اطلاق صرف غیر مستحسن کام یا اس کا ارادہ کرنے کی صورت پر ہوتا ہے یعنی غیر قصدی عام امر پر نہیں جس میں مستحسن بھی آتا ہے جس کے لئے تنوعاً یہ مختلف جملے بولے جاتے ہیں: ''اصاب الخطأ'' (اس

نے خطا کو پایا)''اخطأ الصواب''(وہ صواب(ٹھیک)پر پہنچنے سے رہ گیا)، ''اصاب الصواب''(اس نے موافق ارادہ کو پالیا)، ''اخطأ الخطأ''(وہ ارادہ کے غیر موافق سے بچ گیا)۔

نیز اسی(مفردات)میں کچھ آگے لکھا ہے:''والخاطئ هو القاصد للذنب وعلى هذا قوله (الٰى) لايأكله الا الخاطئون وقد يسمى الذنب خاطئة فى قوله والمؤ تفكت بالخاطئة''

یعنی خاطئ، بالقصد گناہ کرنے والے کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد''لا يأكله الا الخاطئون''میں خاطؤن کا لفظ اسی معنٰی میں ہے یعنی بالقصد گناہ کرنے والے۔

بعض اوقات گناہ کو خاطئه کا نام بھی دے دیا جاتا ہے جس کی مثال یہ ارشاد ربانی ہے''والمؤتفكت بالخاطئة''جس کا معنٰی ہے بہت بڑا گناہ۔

ملاحظہ ہو(مفردات راغب صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲ طبع کراچی)

خلاصہ معانیٔ لفظ خطا:

خلاصہ یہ کہ بنیادی طور پر خطأ کے دو معانی ہیں: نمبر ۱: گناہ اور نمبر ۲: ضدِ صواب(نادرست)عام ازیں کہ وہ فی نفسہ گناہ ہو یا نہ ہو۔

خطأ بمعنی گناہ کی دو صورتیں ہیں: نمبر ۱: بالقصد گناہ کرنا اور نمبر ۲: گناہ کا قصد اور ارادہ کرنا۔

جب کہ خطا بمعنی ضدِ صواب کی چار شکلیں ہیں: نمبر ۱: قصد کے بغیر گناہ کا کام کرنا، نمبر ۲: قصد کے بغیر ایسا کام کرنا جو گناہ سے نیچے ہو، نمبر ۳: قصد کے

بغیر نیکی کرنا اور نمبر۴: کسی امر کی حقیقت معلوم کرنے کی غرض سے سوچ بچار سے صحیح نتیجہ پر نہ پہنچنا۔

پس یہ مجموعی طور پر چھ معانی ہوئے جن کا مختصر الفاظ میں خلاصہ حسب ذیل ہے:

نمبر۱: ایرادی گناہ جیسے قتل ناحق بالقصد

نمبر۲: ارادہ گناہ جیسے کسی کا دل میں فیصلہ کر لینا کہ کوئی چیز چرائے گا

نمبر۳: غیر ایرادی گناہ جیسے نشانہ بنایا شکار یا حربی کو، زد میں آ گیا کوئی مسلمان

نمبر۴: غیر ارادی غیر گناہ'

نمبر۵: غیر ارادی نیکی اور

نمبر۶: اجتہادی خطا۔

ان میں سے نمبر۱ اور نمبر۲ ذمیہ گناہ ہیں' نمبر۳ ذمیہ گناہ نہیں۔حدیث رفع عن امتی الخطأ والنسیان اس کی دلیل اور حدیث اخطأ من شدۃ الفرح اس کی مثال ہے۔

درمختار (جلد ا صفحہ ۴۵۴'۴۵۵) میں ہے "وحدیث رفع عن امتی الخطأ محمول علی رفع الاثم"۔البتہ بعض صورتوں میں احکام لاگو ہو جاتے ہیں جیسے دیت' طلاق اور جنایاتِ احرام۔نمبر۴: گناہ نہیں جب کہ نمبر۵: نیکی نہیں اور نمبر۶: نیکی اور کارِ ثواب ہے۔

مرتکبِ خطاء بمعنی گناہ کو خاطی اور مرتکب خطا بمعنی ضدّ صواب کو مخطی کہا

جا تا ہے یعنی اوّل کا مأ خذ باب عَلِمَ اور دوم کا مأ خذ باب اِفعال ہے۔

لفظ خطا کے تین تلفظ ہیں: نمبر۱: خَــطُــأٌ نمبر۲: خَــطَــأٌ اور نمبر۳: خَطَاءٌ۔

اقـــول : یہ تفصیل عربی لغت کے مطابق ہے' اگلی بحث سے قبل اردو ڈکشنری سے بھی اس کے معانی دیکھ لیجئے۔

تو پڑھیئے خطا اور غلطی کے معانی اردو لغات سے

اُردو لغات سے معانیٔ خطا و غلطی:

چنانچہ اردو زبان کی متعدد کتب لغت میں خطا کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں:

گناہ' جرم' پاپ' قصور' غلطی' بھول چوک اور صواب کا نقیض (ملخّصاً)

ملاحظہ ہو (فیروز اللغات اردو جامع صفحہ ۳۱۶ نیز فارسی صفحہ ۴۰۷ مؤلفہ مولوی فیروزالدین صاحب طبع فیروز سنز لاہور' پنڈی' کراچی۔ نیز قائد اللغات صفحہ ۴۷۵ مؤلفہ عبدالحکیم خاں نشتر جالندھری طبع حامد اینڈ کمپنی لاہور' فرہنگ آصفیہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ مؤلّفہ مولوی سید احمد دہلوی طبع دہلی و پاکستان عکسی)۔

جب کہ لفظ غلطی کے یہ معانی لکھے ہیں:

سہو' خطا' بھول چوک' غلط فہمی' دھوکہ' فروگزاشت' نادرستی' ناسمجھی' غلطی کرنا یا غلطی کھانا' غلطی میں پڑنا' خطا کرنا' دھوکہ کھانا' بھولنا' غلطی ہونا' بھول چوک ہو جانا' خطا ہونا (قائد اللغات صفحہ ۶۵۶ طبع لاہور' فیروز اللغات صفحہ ۴۹۳)

غلط کردن: گناہ کرنا' ارتکاب جرم کرنا' ضائع کرنا' (فیروز اللغات صفحہ

(۱۷)

خطأ اجتہادی کی توضیح:

امام راغب کے حوالہ سے بیان کئے گئے معانی خطا میں ایک معنیٰ اجتہادی خطا بھی آیا ہے۔ یہ چونکہ بحث ہٰذا کے بنیادی اجزاء سے ہے اس لئے اس کی بقدر ضرورت کچھ تفصیل و توضیح کر دینا ضروری ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق: "خطأ اجتہادی" کے الفاظ علماء کی اصطلاح اور خالصۃً علمی زبان کے ہیں، ان میں خطا کا معنیٰ ایرادی یا غیر ایرادی گناہ اور جرم کے ہرگز ہرگز نہیں ہیں بلکہ ان کا معنیٰ ہے مجتہد یعنی منصب اجتہاد پر فائز امام اور عالم ربانی کا کسی مجتہد فیہ امر کے شرعی حکم اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کو معلوم کرنے کے لئے سوچ بچار اور اجتہاد کرتے ہوئے صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ پانا۔

ظاہر ہے کہ یہ گناہ نہیں کیونکہ شرعی حکم معلوم کرنے کی کوشش کرنا محمود اور مطلوب شرع ہے اور جو مطلوب ہو وہ ممنوع اور جرم نہیں بلکہ کار ثواب اور ایک مستقل نیکی ہے۔ جب کہ اجتہاد تو مجتہد کے ذمہ ہے مگر صحیح نتیجہ پر پہنچنا مجتہد کے ذمہ نہیں بلکہ اس کے بس سے باہر کی چیز ہے۔ **وقال تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا** لیکن چونکہ اس نے اپنی شرعی ذمہ داری نبھاتے ہوئے اپنی طرف سے نیکی میں کوشش کی اس لئے وہ اس پر زجر و توبیخ کا نہیں ایک انعام اور ثواب کا مستحق ہے۔

مگر جس کا اجتہاد صحیح نتیجہ پر پہنچ جائے وہ ڈبل ثواب پاتا ہے، ایک

اجتہاد کرنے کا اور ایک صحیح نتیجہ پر پہنچنے کا۔

اور یہ سب' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلہ سے ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولو ردّوہ الی الرسول والیٰ اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم" اگر وہ اس امر کو حضور کے سپرد کرتے یا اس میں ان سے رجوع کرتے جو اہل اجتہاد ہیں تو وہ اس کا استنباط کر کے حل لاتے۔ (ملخّصاً)

ملاحظہ ہو (پ۵ سورۂ نساء آیت: ۸۳)

نیز رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے: "اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتھد ثم اخطأ فلہ اجر" یعنی مجتہد کے لئے اصابت اجتہاد کی صورت میں دو اجر ہیں اور عدم اصابت کی صورت میں ایک اجر ہے۔

ملاحظہ ہو (صحیح بخاری عربی جلد۲ صفحہ۱۰۹۲ عن عمرو بن العاص وابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما)

جس کی ایک عمدہ مثال وضو میں سر کے مسح کی مقدار کا مسئلہ ہے جو مجتہد فیہا امور سے ہے یعنی سر کے مسح کا امر تو مصرح اور منصوص ہے لیکن اس کی مقدار غیر منصوص ہے۔

بناءً علیہ مجتہدین امّت خصوصاً ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم نے اس میں اجتہاد فرمایا تو تین مختلف آراء سامنے آئیں نمبر۱: پورے سر کا مسح لازم ہے' نمبر۲: چوتھائی حصّہ کا مسح ضروری ہے اور نمبر۳: معمولی سے حصہ کا مسح بھی کافی ہے۔

اس میں ظاہر ہے کہ مراد الٰہی کو کوئی ایک مجتہد ہی پہنچا ہوگا پس وہی دوہرے اجر کے حصول کا باعث ہے بواقی کا اجتہاد ایک اجر کے حاصل ہونے کا سبب ہے۔

اقول: یہ تفصیل ان علماء کے حسبِ نظریّہ ہے جو امور اجتہادیہ میں حق کے دائر ہونے اور اس کے قائل ہیں کہ "ان المجتهد قد يصيب في اجتهاده وقد يخطئ"۔

اعلام:

خطاً اجتہادی کے متعلقہ مباحث اور مکمل باحوالہ تفصیلات کے لئے حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موضوع پر تحریر کئے گئے ہمارے مجموعۂ رسائل کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

اب پڑھیئے جلالی صاحب کے متنازعہ الفاظ پر عائد ہونے والے اعتراض کی وضاحت۔

———•••———

باب سوم

(متنازعہ الفاظ پر اعتراض اور جلالی صاحب کے قابل اعتراض معنٰی کے ذمہ دار ہونے کا بیان)

اقول: یہ حصۂ بحث بہت اہم ہے جو موضوع ہٰذا کے لیئے روح اور جان کی حیثیت رکھتا ہے جسے کمال توجّہ سے پڑھ کر ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے۔ پس سمجھیئے متنازعہ الفاظ پر نوعیت و وجہ اعتراض۔

وجہ نمبر۱: بنیادی وجہ اعتراض: (پاکستانی ماحول میں مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کرنا)

فاقول وباللہ التوفیق: جلالی صاحب کے متنازعہ الفاظ پر وجوہ اعتراض کئی ہیں جن میں سے بنیادی وجہ ان کا پاکستانی ماحول اور عرف میں رہتے ہوئے اپنے ان الفاظ میں حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی طرف **مطلق خطا اور مطلق غلطی** کی نسبت کرنا ہے۔

کچھ تفصیل اس کی یہ ہے کہ برّصغیر خصوصاً پاکستان کے عرف میں کسی کی طرف **مطلق خطا اور مطلق غلطی** کی نسبت کی جائے تو اس سے خطا اجتہادی قطعاً مراد

نہیں لی جاتی بلکہ وہ خطا مقصود ہوتی ہے جو قابل مذمت ہو اور اس کا مطلب کسی کو غلط اور مجرم قرار دینا نیز جرم و گناہ کا مرتکب اور قصوروار ٹھہرانا ہوتا ہے۔

بالفاظ دیگر ہمارے یہاں کے عرف عام میں کسی کی طرف مطلق خطا اور مطلق غلطی کو منسوب کرنے کی صورت میں اجتہاد فی المسئلة الشرعیّة میں صحیح نتیجہ پر نہ پہنچنے کا معنیٰ مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس سے کسی جرم کا مرتکب ہونا ہی مراد لیا جاتا ہے خصوصاً جب کہ کچھ قرائن بھی ساتھ مل جائیں جیسے پیش نظر صورت میں ان لفظوں کا نفیٔ عصمت کے ضمن میں بولا جانا۔

چنانچہ جلالی صاحب کی جانب سے یوں کہا گیا ہے کہ ''معصوم نہیں تھیں غلطی ہوگئی'' کیونکہ منافیٔ عصمت' خطأ اجتہادی نہیں خطأ معصیت ہی ہوتی ہے اور وہ اسے تسلسل کے ساتھ بولے جا رہے ہیں جیسا کہ ان کے بعد کے مختلف کلپس کے عنوانات سے بھی ظاہر ہے مثلاً ''عقیدۂ معصومیت کانفرنس'' اور ''دفاع معصومیت کانفرنس'' وغیرہ وغیرہ۔

بناءً علیہ عرفی حوالہ سے متنازعہ الفاظ کا معنیٰ یہ بنا کہ حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا نے فدک کا مطالبہ کر کے معاذ اللہ غلط کام کیا اور ایسا کر کے وہ العیاذ باللہ جرم اور گناہ کی مرتکب ہوئیں جو ظاہر ہے کہ بارگاہ سیدہ میں بہت بڑی جسارت ہے۔

یہی وجہ کہ ماسوائے معدودے چند کے باقی چھوٹے بڑے' پڑھے اَن پڑھے سب اہل سنّت موصوف کے ان الفاظ پر سراپا احتجاج ہو کر ان کی تردید و تغلیط پر کمر بستہ ہو گئے اور مذمت کے لیئے میدان میں اتر آئے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ان متنازعہ الفاظ کو ان کے عرفی معنیٰ میں سمجھا ہے تب ہی تو

انہوں نے یہ رویّہ اختیار کیا ہے۔

جس کی صورت یہ بنتی ہے کہ اگر جلالی صاحب کلاس پڑھائیں اس دوران بھری کلاس میں ان کا کوئی شاگرد بولے کہ بصد ادب عرض اور سراپا عجز وانکسار ہوکر گزارش ہے کہ حضرت جلالی صاحب سے پڑھانے کے دوران غلطی ہوئی ہے اور جب وہ پڑھا رہے تھے تو خطا پر تھے۔

تو وہ اسے ازالۂ حیثیت عرفی کی مد میں رکھتے ہوئے مجرم اور بے ادب تصوّر کریں گے۔ وجہ ظاہر ہے۔

پس جب یہ الفاظ خود ان کے لیئے بے عزّتی کے مترادف ہیں تو شہزادیٔ سیّدالکائنات جیسی مقدس ہستی کے متعلق کیوں بے ادبی نہیں جن کا ادب واحترام سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب واحترام کا حصّہ ہے۔ حیث قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ''فاطمۃ بضعۃ منّی'' الحدیث وسیأتی بعض تفاصیلہ۔

موصوف کی مراد خطأ اجتہادی ہی سہی اور خطأ معصیت نہ سہی لیکن جب وہ انہیں پاکستانی ماحول میں مطلق بول چکے ہیں تو بے ادبی کا ارتکاب تو ہوگیا اگرچہ نادانستگی میں اور بے خیالی سے ہی سہی۔

جلالی صاحب کے لفظِ خطا کے معیوب معنٰی میں ہونے کی کچھ دیگر وجوہ:

جلالی صاحب کے متنازعہ الفاظ کے معنٰی معیوب میں ہونے کی (مذکورہ

بنیادی وجہ کے علاوہ) اور وجوہ بھی ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔ آ گے نمبر شمار بنیادی وجہ کو شامل کر کے آئے گا جو"۲" ہے۔

پس پڑھیئے۔

وجہ نمبر ۲: (حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا سے خطائے معصیّت غیر منفکّہ کی نسبت):

اس سلسلہ کی مزید بڑی وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا سے خطائے معصیت کی نسبت بھی کر گئے ہیں اور وہ بھی غیر منفک طریقہ سے (العیاذ باللہ العظیم)۔

کچھ تفصیل اس کی یہ ہے کہ موصوف نے"عقیدۂ معصومیت کانفرنس" نامی اپنے کلپ وغیرہ میں عبارت تصفیہ کے ضمن میں مذکور امکان خطا کو نہ صرف وقوع اور فعلیت بلکہ دوام اور ضرورت کے معنٰی پر ہونا بھی قرار دیا ہے۔

تصفیہ کی عبارت کا وہ حصّہ چونکہ عصمت کے بارے میں ہے اس لیئے ان کا بیان کردہ یہ وقوع، فعلیت، دوام اور ضرورت لازمی طور پر خطائے معصیت سے متعلق ہو گیا جس کا نتیجہ حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا سے معاذ اللہ خطائے معصیت کا بالفعل، بالدوام اور بالضرورت (دوامی طور پر اور غیر منفک طریقہ سے) قرار دینا ہے۔

جب کہ اس کے خطائے معصیت سے متعلق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عصمت میں خطائے اجتہادی نہیں بلکہ خطائے معصیت ہی مأخوذ و مراد ہوتی ہے جس کی مکمل تفصیل رسالۂ ہٰذا کے حصّۂ دوم میں دیکھی جا سکتی ہے۔

یہ بھی ارتکاب سوءادبی کی دلیل ہے اگر چہ لزوماً ہو کیونکہ ان کے وضاحتی بیان کے مطابق یہ مطلب ان کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا لیکن جب وہ یہ لفظ بول چکے ہیں اور انہیں اس طرف متوجہ کیا جا رہا ہے تو توبہ ورجوع کا حکم بہر حال قائم ہے۔واللہ الموفق ۔(وسیأتی تفصیله فی الباب السادس والسابع)

اب پڑھیئے مانحن فیه کی ایک اور وجہ۔

وجہ نمبر ۳ (اقرار وتسلیم خود):

اس سلسلہ کی ایک بڑی دلیل اور وجہ خود جلالی صاحب کا اپنا اقرار وتسلیم بھی ہے کہ ان کے متنازعہ الفاظ (خطا پر تھیں) میں لفظ خطا کو "غلطی" کے معنٰی میں لینا جرم اور اس کا یہ معنٰی لینے والا مجرم نیز خطا بمعنی غلطی لینا حضرت سیّدہ کی سخت توہین ہے۔

چنانچہ باب ششم میں "متنازعہ الفاظ کے متعلق وضاحت جلالی" کے زیر عنوان موصوف کے یہ الفاظ باحوالہ پیش کیے جا چکے ہیں کہ "یہ جو لفظِ خطا ہے، جب اس لفظ کو کوئی مترادف سمجھتا ہے، معاذ اللہ مترادف گناہ کا، غلطی کا، سیئہ کا، نقص کا، عیب کا، تو وہ پھر اپنا منہ بند رکھے، کبھی بھی لفظ خطا نہ بولے ہماری زبانیں کٹ جائیں، ہمارے کلیجے پھٹ جائیں، ہماری جانیں جسم سے نکل جائیں، اس وقت سے پہلے کہ جو وقت سیّدہ پاک رضی اللہ عنہا کی معاذ اللہ توہین کرنے کا وقت ہو، گستاخی کرنے کا وقت ہو، اس سے، ایسی زندگی سے کروڑ ہا درجہ موت اچھی ہے"۔

جب کہ بعینہٖ اسی مسئلہ میں جلالی صاحب موصوف نے خطا بمعنیٰ غلطی لے کر حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا پر اس کا اطلاق بھی کر دیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا مقام پر نیز باب اوّل میں بھی باحوالہ ان کے یہ الفاظ بھی نقل کیئے جا چکے ہیں کہ ''معصوم نہیں تھیں غلطی ہو گئی''۔

جس کے بعد اس پر مزید کسی دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ آدمی کا اقرار سب سے بڑا ثبوت ہوتا ہے اور مسلّمات حجت قاطعہ ہوتے ہیں۔ نیز جلالی صاحب کے متنازع فیہ بیان نمبر۲ کے منتظم علامہ عبدالرشید اویسی صاحب نے بھی اپنے ایک کلپ میں متنازعہ الفاظ کے نامناسب ہونے کو دبی زبان میں تسلیم کیا ہے۔

ولنعم ما قیل ع مدّعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اب پڑھیئے چوتھی وجہ:

وجہ نمبر۴ (جارحانہ اور بے باکانہ انداز):

اس کی مزید وجہ یہ ہے کہ موصوف نے جب حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق اپنے یہ الفاظ بولے کہ ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' تو ان کا لہجہ اس طرح سے کرخت اور انداز ایسا جارحانہ اور بے باکانہ تھا کہ جیسے کوئی مخالف اپنے مخالف کی مخالفت میں للکار کر بات کرے جس کا خود ان کو بھی اقرار ہے کہ اس وقت ان کے لہجے میں واقعۃً شدّت تھی۔

چنانچہ ''عقیدۂ معصومیت کانفرنس'' نامی اپنے کلپ میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ عبارت تصفیہ میں مخالفین کی

طرف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت سیّدہ کے بارے میں چونکہ یوں تھا کہ وہ معصومہ تھیں ناجائز کام کا ارتکاب نہیں کرسکتی تھیں' اس لیئے میں نے بھی اس جملہ کے ردّ میں اسی انداز میں کہہ دیا۔

نیز ان کے بعض طرف داران نے بھی ان کی حمایت کے باوجود صراحت کے ساتھ یہ تسلیم کیا ہے کہ اس مقام پر موصوف کا انداز بیان واقعی غیر شایانِ شان سیّدہ ہے جیسے مولانا خورشید عالم صابری صاحب وغیرہ۔

اور اس پر وہ مطمئن ہیں کیونکہ ان کے بقول یہ انہوں نے حضرت صدیق اکبر کے دفاع کی غرض (اور نیک نیتی سے) کیا جو انتہائی سخت قابلِ مذمّت ہے کیونکہ صحابہؓ واہل بیت' سب واجب الاحترام ہیں۔ صحابہؓ کرام کی بے ادبی' رافضیّت اور اہل بیت کی توہین خارجیت وناصبیت ہے جس طرح رافضیت کو راہ دینا ناجائز اور طریقۂ اہل سنت کے خلاف ہے' اسی طرح خارجیت اور ناصبیت کو موقع دینا بھی ناروا اور طریقۂ اہل سنت سے ہٹ کر اور جدا ہے۔

بالفاظ دیگر رافضیت اور خارجیت وناصبیت سب کا سدّ باب فرض ہے۔

لہٰذا کسی معظم دینی کا اس انداز سے دفاع کرنا کہ جس سے دوسرے معظم دینی کی سوء ادبی ہوتی ہو' شرعاً ممنوع اور حرام ہے جو سنّی طریقہ نہیں بلکہ وہابی مشن ہے۔ چنانچہ وہ بھی تو یہی کہہ دیتے ہیں کہ توحید بیان کرتے ہوئے یوں کہہ دیا ہے۔

پھر فرق کیا ہوا؟

جس کی ایک مثال یہ صحیح حدیث بھی ہے کہ زمانۂ رسالت میں ایک صحابی اور ایک یہودی کی کسی مسئلہ پر تو تو' میں میں ہوگئی۔صحابی نے یہودی سے تکرار کے ضمن میں یوں کہا" والذی اصطفٰی محمداً صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی العٰلمین "اس ذات کی قسم جس نے ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کائنات میں سب سے عظیم بنایا۔

یہی لفظ یہودی نے حضرت موسٰی علیہ السلام کے حوالہ سے کہے۔

اس پر صحابی نے جلال میں آ کر یہودی کے منہ پر زور سے طمانچہ مار دیا۔یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے ان صحابی کو بلوالیا' انہوں نے ماجرا پیش کیا تو اس پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"لا تخیرونی علی موسٰی" علیہ السلام وفی روایۃ "لا تخیروا بین الانبیاء" وفی روایۃ"لا تفضلو بین انبیاء اللہ" یعنی اللہ تعالٰی کے نبیوں کی تفضیل کا مسئلہ مت چھیڑو بالخصوص موسٰی علیہ السلام کی تفضیل کا۔

ملاحظہ ہو (مشکٰوۃ صفحہ ۵۰۷ بحوالہ صحیح بخاری وصحیح مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ بخاری جلد ا صفحہ ۴۸۵' مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۷-۲۶۸)

ایک اور روایت میں منقول ہے"ما ینبغی لعبدان یقول انی خیر من یونس بن متی علیہ السلام"۔ وفی روایۃ من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب" (حوالہ مذکورہ)۔

شارحین حدیث نے فرمایا ہے کہ حدیث ہٰذا کا ایک معنٰی یہ ہے کہ کسی نبی کی عظمت وشان اس انداز سے نہ بیان کرو کہ اس سے کسی دوسرے نبی

کی تنقیص اور کسر شان ہوتی ہو کیونکہ یہ بدعقیدگی اور کفر ہے۔

چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں کہ "والثابت ان النھی انما ھو عن تفضیل یؤدی الی تنقیص المفضول"۔

ملاحظہ ہو (نووی شرح مسلم جلد۲ صفحہ ۲۴۵ طبع کراچی)۔

اسی طرح دیگر شراح نے بھی لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو (عینی شرح بخاری جلد ۱۶ صفحہ ۴ طبع کوئٹہ)۔

نیز صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۴۸۵ حاشیہ نمبر ۶ بحوالہ کرمانی شرح بخاری۔

نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۷ طبع ملتان حیث قال لا توقعوا التفضیل (الی) علی وجہ الازراء ببعض فان ذلک یکون سببا لفساد الاعتقاد فی بعض وذلک کفر۔

نیز شیخ محقق لمعات میں لکھتے ہیں: "والمراد لا تفضلو باھوائکم وآرائکم علی وجہ یؤدّی الی ازدراء ونقیضۃ ببعض او یفضی الی خصومۃ" (مشکوٰۃ صفحہ ۵۷ حاشیہ ۷)۔

نیز اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: "یا تفضیل بروجہے کہ تحقیر واز درائے دیگرے لازم آید"۔

ملاحظہ ہو (جلد ۴ صفحہ ۴۵۱ طبع سکھر)۔

مزید پڑھیئے:

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان ارقام فرماتے ہیں: "ایک ہی بات اختلاف طرزِ بیان سے تعظیم سے توہین تک بدل جاتی ہے"۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۵ صفحہ ۶۰ طبع رضا فاؤنڈیشن)۔

اقول: موصوف کا جارحانہ انداز بھی موجب توبہ و رجوع ہے کہ یہ سوء ادبی کی شکل ہے اگرچہ نیت نہ بھی ہو۔

بناءً علیہ تواضع و انکسار اور احادیث موجبہ تعظیم حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ڈاکٹر صاحب توبہ کریں اور معافی مانگیں جب کہ یہ سنّت صدیقیہ بھی ہے کیونکہ بر تقدیر ثبوت مطالبۂ میراث حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ بھی بتایا اور حسبِ بعض روایات ان کو منایا بھی اگرچہ ناراض نہ کیا تھا۔

ملاحظہ ہو (تحفہ اثناء عشریہ فارسی صفحہ ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰ طبع دہلی)

پس سب سے قطع نظر، کم از کم نسبت نقشبندیہ کی قدر کرتے ہوئے سنّت صدیقیہ کو اپنانا موصوف پر طریقت کا فرض بھی بنتا ہے۔

اب پڑھیئے پانچویں وجہ:

وجہ نمبر ۵ (خطاء اجتہادی کی سرعام رٹ):

ڈاکٹر صاحب موصوف نے عوامی سطح پر حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی نسبت سے خطا اجتہادی کا جو تکرار کیا ہوا اور رٹ لگا رکھی ہے اور بار بار یہ الفاظ دہرائے جا رہے ہیں کہ جی ان سے خطأ اجتہادی ہوگئی، یہ صرف میں نہیں کہہ رہا اس پر کتب کے حوالے بھی موجود ہیں اور یہ کوئی عیب نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور کوئی دن ایسا نہیں جس میں اس حوالہ سے ان کا کوئی نہ کوئی کلپ نہ آیا ہو بلکہ اب تو موصوف کا اور ان کی پوری ٹیم کا دن رات کا مشغلہ ہی یہی بنا ہوا ہے کہ کتابوں کو الٹ پلٹ کرو اور خطا کے لفظ تلاش کر کے نیٹ پر فوراً اپ لوڈ کر کے گویا

قلبی تسکین پاؤ‘ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس سے بے بضاعتوں‘ کم علموں اور ناواقفوں کو مغالطہ لگ رہا ہے کہ وہ اس سے عام بول چال والی خطا سمجھ رہے ہیں جو ان کے عقیدہ اور ایمان کے خراب ہونے کا باعث ہے جو غلط اور شرعاً منع ہے کیونکہ یہ دقیق المعنی الفاظ ہیں جو عوام اور جہلاء میں لانے کے نہیں بلکہ موصوف تو تعلّیوں سے کام لے کر یہاں تک بھی کہہ گئے ہیں کہ اس بحث سے عوام تو عوام علماء کے کان بھی اس سے ناآشنا ہیں۔

مختصر تفصیل اس کی یہ ہے کہ عوام اور جہلاء ''اجتہادی'' کے لفظوں کو نہیں سمجھتے‘ خطا کو سمجھتے ہیں جس کا ایک ہی معنٰی ان کے ذہنوں میں ہے جو عرف عام میں مروج ہے یعنی جرم اور گناہ۔

اس طرح سے کچھ تو موصوف پر اعتماد کرتے ہوئے لفظ خطا کو عرفی معنٰی میں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے دھڑک منسوب کر کے اپنے ایمان کا بیڑا غرق کر رہے ہیں اور کچھ اس کے برعکس خود ڈاکٹر صاحب کو مطعون و متہم کر کے ان کو گمراہ قرار دے رہے ہیں کہ دیکھو وہ پاک ذات کی طرف جرم و گناہ کی نسبت کرتے ہیں اور یہ واقع میں سب ہو رہا ہے جس سے یہ تأثر مزید اس وقت زور پکڑ لیتا ہے جب لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ اس پر پورا زور صرف کیا جا رہا ہے اور سیّدہ کا دفاع کرنے والے علماء و مشائخ اہل سنّت کو بلا امتیاز رافضی اور نیم رافضی بھی قرار دیا جا رہا ہے۔ جب کہ ایسے باریک اور پیچیدہ قسم کے مسائل جو عامۃ الناس کی سمجھ سے اوپر ہوں جن کے کھول کر بیان کرنے

سے ان کے عقیدۂ وایمان اور عملِ صالح کے بگڑنے اور فاسد ہونے کا خطرہ ہو‘ ان کو ان کے دائرہ تک محدود رکھنا از حد لازم اور عوامی سطح پر لانا شرعاً سخت ممنوع ہے یعنی اگر چہ فی نفسہا صحیح بھی ہوں اللہ و رسول (جلّ جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اس سے منع فرمایا ہے اور علماء وائمہ ٔ شان نے اس سے سختی سے روکا ہے کیونکہ لوگوں کے ایمان و عمل کو بچانا فرض اور انہیں تشویش وتشکیک نیز مغالطہ میں ڈالنے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

(یہاں دائرہ تک محدود رکھنے سے مراد‘ شرائط معتبرہ و دستور مقرر فی الباب کے ساتھ بیان نصّ وتلاوت نیز روایت نیز درس وتدریس اور ازالۂ ضلالت و بدمذہبیّت ہے فلیحفظ انه نافع جدًّا)۔

تفہیماً اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک عالم دین نے ایک مقام پر جمعہ کے اجتماع میں خمر اور شراب کو موضوع بنا کر خطاب میں اس کی قسمیں بتاتے ہوئے فرمایا کہ کچھ شرابیں صرف حرام ہوتی ہیں اور کچھ پلید بھی‘ ان دونوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے یعنی ہر پلید حرام بھی ہے مگر ہر حرام کا پلید ہونا ضروری نہیں تو مطلب یہ کہ بعض شرابیں پاک ہوتی ہیں۔

وہ اس میں الجھ گئے اور سب کو صحیح نہ سمجھا پائے تو عوام یہ تأثر لے کر اٹھے کہ کچھ شرابیں پلید نہیں کا مطلب ہے کہ وہ ٹھیک ہیں یعنی ان کے پی لینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ آخر پاک جو ہیں اور ان کے خلاف ایسا پروپیگنڈہ ہوا کہ آج تک اس کے منفی اثرات کو زائل نہیں کیا جا سکا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب‘ عوام اور جہلاء میں دقیق اور عوام کے اذہان سے ماوراء بحث کو لانے کا نتیجہ تھا۔

اب ملاحظہ ہوں اس کے متعلق اکابر شان کے کچھ فتوے نیز کچھ نصوص اور دلائل شرعیہ۔

وجہ مذکور کی کچھ تفہیمی مثالیں

مثال نمبر۱: موجبِ فسادِ عقیدہ عوام الفاظ کا سر عام بولنا ممنوع ہے:

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے:

حوالہ نمبر۱:

چنانچہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے محافل میلاد شریف میں پڑھے جانے والے بعض منظوم کلاموں کے متعلق سوٗال کیا گیا جن میں سے ایک یہ ہے ؏ ''میم کی چادر مکھ پہ ڈالے احمد بن کر آیا''

تو آپ نے اس کے جواب میں ارقام فرمایا:

''اگر آیا کی ضمیر حضرت عزّت عزّ جلالہٗ کی طرف ہے تو بے شک عوام کا ایسا بکنا صریح کلمۂ کفر ہے۔ اور اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے تو حضورؐ بے شک احد واحمد ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ دونوں حضور کے اسماء طیبہ سے ہیں۔ اور معنٰی یہ کہ حضور مظہر شان احدیّت ہیں، تجلّیٔ احدیت حضور کی عبدیت میں جلوہ گر ہے۔ اگر میم کا طوقِ کمر پرستش سے ساتر نہ ہو تو عالم میں کوئی دیکھنے کی تاب نہ لائے۔

پھر بھی ایسے لفظ سے بچنے ہی کا حکم ہے کہ عوام کا ذہن ایسی دقیق توجیہ کی طرف نہ جائے گا اور ان کے فساد عقیدہ یا اس بات کا موہم ہوگا کہ وہ قائل کو

گمراہ جانیں"۔

اس کے بعد آپ نے اس پر چار عدد احادیث پیش فرمائی ہیں۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۲۰۵،۲۰۶ طبع مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)۔

حوالہ نمبر۲:

نیز آپ سے پوچھا گیا کہ شعر

"ہمارے سرور عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے

خدا سے ملنا چاہے تو محمد کو خدا جانے"

محفل میلاد شریف میں پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

تو اس کے جواب میں فرمایا: "اس شعر کا ظاہر صریح کفر ہے اور اس کا پڑھنا حرام ہے اور جو اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہو یقیناً کافر ہے۔ ہاں اگر بقرینۂ مصرعۂ اولیٰ یہ تاویل کرے کہ خدا سے ملنا چاہے تو یوں سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرتبہ کو اللہ ہی جانتا ہے، تو یہ معنیٰ صحیح ہیں مگر ایسا موہم لفظ بولنا جائز نہیں۔

ردالمحتار میں ہے" مجرد ایھام المعنی المحال کا ف فی المنع"۔

ملاحظہ ہو (صفحہ ۲۰۸ نیز صفحہ ۲۰۷ نحوہ، ولفظہ "ان میں بعض کلمہ کفریہ ہیں اگرچہ تأویل کے سبب قائل کو کافر نہ کہیں اور بعض موہم کفر ہیں اور یہ بھی حرام ہے الخ)۔

صدرالشریعہ علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ سے:

حضرت صدرالشریعہ علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ایک سؤال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: "چونکہ یہ زمانہ ضعف

عقیدہ وقلت فہم کا ہے' اس زمانہ میں لوگوں کے سامنے ایسی باتیں پیش کرنا بھی نہیں چاہئے جن سے عقائد خراب ہونے کا احتمال ہو"۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۲۶۲'۲۶۳ طبع مکتبہ رضویہ کراچی)۔

نیز بہارشریعت (جلد ا صفحہ ۲۶۰ طبع کراچی) کی یہ عبارت پہلے پیش کی جاچکی ہے کہ "حسب اصطلاح شرع اطلاق فئہ باغیہ آیا ہے مگر اب کہ باغی بمعنی مفسد ومعاند وسرکش ہوگیا اور دشنام سمجھا جاتا ہے' اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں"۔

نیز یہی مضمون فتاویٰ امجدیہ (جلد ۴ صفحہ ۲۶۴) میں بھی مختصراً موجود ہے۔

اب پڑھیئے اس کی مزید کچھ مثالیں۔

مثال نمبر ۲: حقائق عالیہ ودقائق غالیہ کا عوام کے سامنے بیان شرعاً ممنوع ہے

امام اہل سنّت' اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے:

امام اہل سنّت' مجدد ملّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہند میں نکاح بیوہ کو برا سمجھنے والوں کی عدم تأ ثیم وتکفیر کی ایک تأ ویل پیش کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: "اگر نظر دقیق کیجئے تو ایک وجہ وہ بھی نکل سکتی ہے کہ کوئی شخص ان بلاد میں نکاحِ ثانی کو ممنوع شرعی جانے اور اس کی تکفیر کی طرف اصلاً راہ نہ ہو' وہ یہ کہ مثلاً زید زعم کرے کہ نکاح ثانی فی نفسہٖ اگرچہ مباح ہے مگر ان اعصار وامصار میں

نکاح بیوہ پر لوگ طعنہ زن ہو کر کبیرۂ شدیدہ میں واقع ہوتے اور اس عورت کی مذمت کرتے اور اس سے نفرت رکھتے ہیں تو یہاں اس کا فعل مسلمانوں کے لیئے ایسے مہالک عظیمہ میں واقع ہونے اور ان پر دروازۂ کبائر واتباع شیطان کھلنے کا باعث ہو گیا ہے اور جو مباح ایسے امور کی طرف منجر ہو اس کی وجہ سے مباح نہیں رہتا، شرعاً قابلِ احتراز ہو جاتا ہے۔

نظیر اس کی عوام کے سامنے حقائق عالیہ ودقائق غالیہ کا ذکر جوان کے مدارک واقسام سے وراء ہو کہ اشاعت علم فرض اور کتمان حرام مگر یہاں عوام کا فتنہ میں پڑنا گناہ میں مبتلا ہونا متوقع۔

لہٰذا ان کے سامنے ایسا بیان شرعاً ممنوع"۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۲ طبع رضاء فاؤنڈیشن)۔

امام عزیمت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بحوالہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ومن ھذا الباب ما کان الامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنه یخفی فی بعض مجالسه القول برؤیة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ربه لیلة المعراج کما ذکره الزرقانی یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کے قائل تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج عالم بیداری میں بچشم سر اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا لیکن وہ اسے عوامی سطح پر نہیں لاتے تھے (یہ بات امام زرقانی نے لکھی ہے) وجہ یہ تھی کہ اس دور میں یہ مسئلہ عام نہ ہونے کی وجہ سے عوام کی سمجھ سے وراء تھا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۴ طبع رضا فاؤنڈیشن)۔

مثال نمبر۳: الحدیث مضلة الاللفقهاء

اقول :مانحن فیه کی ایک مثال بعض اکابرِشان کا یہ ارشاد بھی ہے کہ ''الحدیث مضلة الا للفقهاء ''یعنی عام لوگوں کواحادیث کے مطالعہ سے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا' صحیح مطالب فقہاء ہی اخذ کر سکتے ہیں۔

بناءً علیہ علماء نے عامۃ الناس کوحدیث کی محض ان کتابوں کے پڑھنے کی اجازت دی جن میں حدیث کے ساتھ صحیح ومعتمد شرح بھی ہو۔

نیز اس کی تائید حضرات صوفیہ کرام رحمہم اللہ اجمعین کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ جو شخص ہماری اصطلاحات اورصوفیانہ بولی سے ناواقف ہووہ ہماری تصانیف وتوالیف کو ہاتھ بھی نہ لگائے (ولا یخفٰی علی الخدّام)۔

مثال نمبر۴: عوام میں غیر مروّج قراءت سے اجتناب کیا جائے

سیّد الفقہاء علامہ حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے:

سیّد الفقہاء علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ویجوز بالراوایات السبع لکن الاولٰی ان لا یقرأ بالغریبة عندالعوام صیانة لدینهم ''یعنی نماز وغیرہ میں قرأت' قرآن کی ساتوں قرأتوں سے درست ہے لیکن عوام کے سامنے غیر معروف قرأت نہ پڑھنا اولیٰ ہے کہ اسی میں ان کے دین ایمان کا بچاؤ ہے۔

سند الفقہاء علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ سے:

سند الفقہاء امام علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے

ارقام فرماتے ہیں: ”لان بعض السفهاء يقولون مالا يعلمون فيقعون فی الاثم والشقاء ولا ينبغی للائمة ان يحملوا العوام علی ما فيه نقصان دينهم ولا يقرأ عند هم مثل قرأة ابی جعفر وابن عامر و علی بن حمزة والكسائی صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون او يضحكون وان كان كل القراء ات والروايات صحيحة فصيحة“۔

یعنی وجہ یہ ہے کہ کم فہم قسم کے لوگ انہیں سن کر اپنی جہالت کی وجہ سے جو جی میں آئے گا کہہ گزریں گے پس وہ استخفاف کے مرتکب اور تمسخر اڑا کر گناہ مول لینے کی بدبختی میں مبتلا ہوں گے۔

بناءً علیہ مختلف ائمۂ قراءات کی قراءتیں اور روایتیں اگرچہ صحیح اور فصیح ہیں تاہم عوام کے دین وایمان کو بچانے کے لیے ان کے سامنے ان کے پڑھنے سے احتراز کیا جائے۔

لہٰذا ائمہ صلوٰۃ کو چاہیئے کہ وہ عوام مسلمین کو خواہ مخواہ اس طرح کی آزمائش میں ڈال کر ان کا دینی نقصان مت کریں۔

ملاحظہ ہو (الدر المختار مع رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۴۰۰ طبع مصر و پاک)۔

فقہاء عٰلمگیری سے:

فتاویٰ تتارخانیہ کے حوالہ سے فتاویٰ عٰلمگیری میں مرقوم ہے: ”فی الحجة قراءة القرآن بالقراء ات السبعة والروايات كلها جائزه ولكنی اریٰ الصواب ان لا يقرأ القراءة العجيبة بالامالات والروايات الغريبة“۔

یعنی فتاویٰ الحجۃ میں فرمایا ہے کہ قرآن کی ساتوں قراءتوں اور تمام روایتوں سے قراءت فی نفسہا درست ہے لیکن میں اس کو درست سمجھتا ہوں کہ

غیر مانوس قراءتوں اور نادر روایتوں کو کھلے عام نہ پڑھا جائے۔

(جلد ا صفحہ ۷۹ الفصل الرابع فی القراءۃ طبع پشاور)

شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے:

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عٰلمگیری اور شامی کی منقولہ بالا عبارات سے استناد فرمایا نیز لکھا کہ: قرآن عظیم کی دسوں قراءتیں حق اور دسوں منزّل من اللہ، دسّوں طرح حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا اور حضور سے صحابہ، صحابہ سے تابعین، تابعین سے ہم تک پہنچا، تو ان میں ہر ایک کا پڑھنا بلاشبہ قراءت قرآن ونور ایمان ورضائے رحمان ہے۔ بایں ہمہ علماء نے ارشاد فرمایا کہ جہاں جو قراءت رائج ہو، نماز وغیر نماز میں عوام کے سامنے وہی قراءت پڑھیں، دوسری قراءت جس سے ان کے کان آشنا نہیں، نہ پڑھیں۔ مبادا وہ اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنا دین خراب کرلیں"۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۵ طبع رضاء فاؤنڈیشن)۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ سے:

تلمیذ وخلیفۂ اعلیٰ حضرت مصنف بہار شریعت صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ شامی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "ساتوں قراءتیں جائز ہیں مگر اولیٰ یہ ہے کہ عوام جس سے ناآشنا ہوں وہ نہ پڑھے کہ اس میں ان کے دین کا تحفظ ہے"۔

ملاحظہ ہو (بہار شریعت جلد ا حصہ سوم صفحہ ۷۴۵ طبع کراچی)۔

مثال نمبر ۵: طبقۂ وعلاقۂ اجڈ جہلاء میں عمامہ کا شملہ چھوڑنے سے احتیاط لازم ہے

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے:

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''عمامہ کا شملہ چھوڑنا یقیناً سنّت مگر جہاں جہّال اس پر ہنستے ہوں، وہاں علمائے متأخرین نے غیر حالت نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا۔ جس کا منشاء وہی حفظِ دینِ عوام ہے''۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرّہ القوی رسالۂ آداب لباس میں فرماتے ہیں:

''فقہاء را برارسال شملہ براہین قیاسی بسیار است وارسال آں سنّت مؤکدہ دانند وعلمائے متأخرین سوائے صلوات پنجگانہ راارسال ندارند از برائے طعن ومسخرۂ جہّال زمانہ''۔

یعنی ہمارے فقہاء کے نزدیک عمامہ کا شملہ رکھنا سنّت مؤکدہ ہے جس کے ان کے ہاں دل کو لگنے والے بہت دلائل ہیں جب کہ علماء متأخرین نے فرمایا جہاں جہّال بر بناء جہالت اس کا تمسخر اور مذاق اڑانے والے ہوں تو پنجگانہ نمازوں کے ماسوا دیگر اوقات میں اس سے احتیاط کی جائے۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۴ طبع رضا فاؤنڈیشن)

احادیثِ شریفہ سے اس کا ثبوت

تکمیل عنوان کے لیئے بطور نمونہ اس سلسلہ کی بعض احادیث کا پیش کر دینا بھی خالی از فائدہ نہیں، سووہ حسبِ ذیل ہیں:

حدیث نمبرا: (کعبہ مقدّسہ کی تعمیر نو کا ترک)

متفق علیہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دلی طور پر یہ پسند تھا کہ کعبہ مقدسہ کی تعمیر از سر نو ہو کیونکہ قریش نے اس کی کی گئی اپنی تعمیر میں کچھ من مانیاں کی تھیں لیکن آپ نے اسے محض اس لیئے نہ کیا کہ اسلام میں نئے آنے والے مسلمانوں کے لیئے اس میں کچھ تشویش ہو سکتی تھی حیث قال صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "اخاف ان تنکر قلوبھم"۔

ملاحظہ ہو (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۲۴، ۲۱۵۔ جلد ۲ صفحہ ۶۴۴، ۱۰۷۶، صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۲۹ تا ۴۳۱ طبع کراچی، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۵۷، ۶۷، ۹۲، ۱۰۲، ۱۱۳، ۱۳۶، ۱۷۶، ۱۷۹، ۲۳۹، ۲۴۷، ۲۵۳، ۲۶۲۔ مسند طیالسی ص ۱۳۸۲۔ ۱۳۹۳۔ ابن عدی جلد ا صفحہ ۹۴۔ نیز موطا مالک، سنن دارمی اور سنن اربعہ۔ نیز نووی شرح مسلم جلد ا صفحہ ۴۲۹، فتح الباری شرح بخاری جلد ا صفحہ ۱۷۱)۔

نیز فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۶ طبع رضاء فاؤنڈیشن بحوالہ صحیحین عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرّہ تفصیلاً اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ: "قریش نے جب زمانۂ جاہلیت میں کعبہ از سر نو بنایا، کچھ تنگیٔ خرچ، کچھ اپنی اغراض فاسدہ سے بنائے خلیل صلی اللہ تعالٰی علی ابنہ و علیہ

وبارك وسلم میں بہت تغیرات کردیں۔ دو دروازے غربی وشرقی سے صرف ایک دروازہ شرقی رکھا اور اسے بھی زمین سے بہت بلندی پر نکالا کہ جسے چاہیں داخلے سے مشرف ہونے دیں' جسے چاہیں محروم رکھیں۔ گزوں زمین جانب شمال چھوڑ دی کہ عمارت بڑھانے میں خرچ زیادہ درکار تھا آنکہ یہ صریح بدعتِ جاہلیت وتغیرات سنّت ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تھی مگر حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض بغرض حفظ دینِ نومسلمین اسے قائم وبرقرار رکھا کہ تغییر بے ہدم عمارت موجود نہ ہوتی۔ خدا جانے ان کے دلوں میں کیا وسوسہ گزرے"۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۶ طبع مذکور)۔

حدیث نمبر ۲: (حدیث اذاً یتکلوا)

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھرپور انداز میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو بندہ صدقِ دل سے کلمہ طیبہ پڑھے تو اللہ اسے جہنم پہ حرام فرما دیتا ہے۔

عرض کی حضور! اجازت ہو تو سب لوگوں کو یہ خوشخبری سنادوں؟ فرمایا: "اذاً یتکلوا" یعنی کم فہم اس سے عمل کی چھٹی سمجھ بیٹھیں گے اس لیئے اس کا علانیہ بیان مت کرو۔

چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اسے محض حسبِ ضرورت بیان فرمایا۔

ملاحظہ ہو (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۴ طبع کراچی)۔

حدیث نمبر ۳:

نیز ارشاد فرمایا: "حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب

اللہ و رسولہ "یعنی احکام شرعیہ لوگوں سے ان کے حسب فہم بیان کرو ورنہ نافہمی کے باعث اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکذیب کریں گے۔

ملاحظہ ہو (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۲۴ وفیہ قال علی رضی اللہ عنہ، الجامع الصغیر جلد ا صفحہ ۱۴۶ بحوالہ فرعن علی مرفوعاً وھو فی خ موقوف (ح)۔ فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۲ بحوالہ بخاری ودیلمی مرفوعاً وموقوفاً۔ نیز جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ طبع مکتبہ رضویہ کراچی)۔

حدیث نمبر ۴:

"ما انت تحدث قوما حدیثا (فی لفظ "بمحدث") لا تبلغه عقولهم الا کان علی بعضهم (فی روایة لبعضهم) فتنة" یعنی فہم سے اوپر کی بات کرنا بعض لوگوں کے لئے گمراہی اور تشویش کا باعث ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو (مقدمہ صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۹ طبع کراچی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ موقوفاً، الجامع الصغیر للسیوطی جلد ا صفحہ ۱۴۲ بحوالہ ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۴ بحوالہ مقدمہ صحیح مسلم طبع رضا فاؤنڈیشن، نیز جلد ۶ صفحہ ۲۰۶ طبع مکتبہ رضویہ کراچی)۔

حدیث نمبر ۵:

ارشاد فرمایا: "ما حدث احدکم قوما بحدیث لا یفهمونه الا کان فتنة علیهم" (ترجمہ حسب گزشتہ)۔

ملاحظہ ہو (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۳ بحوالہ عقیلی، ابونعیم اور ابن السنی وغیرہم مرفوعاً عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

حدیث نمبر ۶:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "لا تحدث قوما حدیثا لا تحتمله عقولهم" لوگوں کے اذہان سے اوپر کی بات مت کیجیو۔

ملاحظہ ہو (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۳' ۳۱۴ دیلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

حدیث نمبر ۷:

ارشاد فرمایا: ''لا تحدثوا امتی من احادیثی الا ما تحتمله عقولهم فیکون فتنة علیهم '' میری امت کو میری ایسی حدیثیں مت بیان کرو جن کے مضامین ان کے افہام سے اوپر ہوں ورنہ یہ امر ان کے لیۓ گمراہی کا باعث بنے گا۔

ملاحظہ ہو (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۳ بحوالہ لابی نعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

حدیث نمبر ۸:

ارشاد فرمایا: ''امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولهم '' یعنی ہمیں حکم ہے کہ ہم لوگوں سے ان کے حسبِ فہم کلام کریں۔

ملاحظہ ہو (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۲' ۳۱۳ بحوالہ سلّمی' دیلمی' مسند حسن بن سفیان وابوالحسن تمیمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً)۔

حدیث نمبر ۹:

ارشاد فرمایا: ''ایّاك و كل امر یعتذر منه '' ہر ایسے کام اور اس طریقۂ کلام سے بچیۓ جس میں بعد کو معذرتیں کرنی پڑ جائیں۔ (الجامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۱۱۵ بحوالہ الضیاء عن انس ﷺ نیز فتاوٰی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۲۰۶ طبع مکتبہ رضویہ کراچی)۔

حدیث نمبر ۱۰:

فرمایا: ''ایّاك و مایسوء الاذن '' بی بی! ایسی بات سے بچ جو کان کو بری لگے۔

ملاحظہ ہو (الجامع الصغیر جلد ا صفحہ ۱۱۵ بحوالہ احمد عن ابی الغادیہ، المعرفۃ لابی نعیم عن حسیب بن الحارث وطبرانی عن عمۃ العاصی۔ نیز فتاوٰی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۲۰۶ طبع رضویہ کراچی)۔

حدیث نمبر ۱۱:

ارشاد فرمایا: "اتقوا مواضع التهم" اپنے آپ کو تہمت (اور بدنامی) کے مواقع سے بچاؤ۔

ملاحظہ ہو (کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق للمناوی علی ہامش الجامع الصغیر للسیوطی جلد ا صفحہ ۷ بحوالہ تاریخ بخاری طبع سمندری)۔

حدیث نمبر ۱۲:

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو علوم حاصل کیے، ان میں کچھ وہ ہیں کہ: "لو بثثته قطع هذا البلعوم" اگر انہیں برسرِ عام بیان کروں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔

ملاحظہ ہو (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۲۳، مشکوٰۃ عربی صفحہ ۳۷ بحوالہ بخاری، فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۴ بحوالہ بخاری)۔

اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ "علم الاسرار المصون عن الاغيار المختص بالعلماء با لله من اهل العرفان" اس سے مراد علم الاسرار ہے جسے نااہلوں پہ ظاہر نہیں کیا جاتا بلکہ وہ عارفین باللہ علماء (اہل اللہ) کے ساتھ مختص ہے۔

ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷ حاشیہ نمبر ۱۱ بحوالہ لمعات للشیخ المحقق عن الطیبی طبع کراچی، نیز کرمانی شرح بخاری جلد ا صفحہ　　طبع بیروت)۔

حدیث نمبر۱۳:

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ آپ:

’’یخفی اشیاء من حدیثه صلی الله علیه وسلم ویفشیها الی اهل العلم ‘‘رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ احادیث کو (جن کے مضامین عالیہ عامّۃ الناس کی افہام سے بالاتر تھے) سرعام بیان کرنے کی بجائے صرف ذی علم حضرات کو بتاتے تھے۔

ملاحظہ ہو (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۳ طبع رضاء فاؤنڈیشن بحوالہ دیلمی)۔

حدیث نمبر۱۴:

سلیمٰن بن یسار اور نافع سے روایت ہے کہ عہد فاروقی میں صبیغ عراقی نامی شخص نے گمراہی پھیلانے کی غرض سے قرآن مجید کے مشکل مقامات سرعام بیان کرنے شروع کئے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاروائی فرماتے ہوئے کھجور کی تر شاخوں سے وقفہ سے دوبار اس کی ایسی پٹائی لگائی کہ اس کے سر سے خون بہنے لگا اور اس کی پیٹھ پر مارنے کے نشانات ابھر آئے۔ پھر اس کی ایک اور پٹائی لگانے کے لیئے اسے منگوایا تو اس نے کہا: حضور مجھے قتل کرنا ہے تو ایک ہی دفعہ جان سے ماردیں لیکن اگر مجھے سمجھانا ہے اور میرا علاج کرنا مقصود ہے تو مجھے پوری سمجھ آ گئی ہے اور میں بالکل مکمّل ٹھیک ہو گیا ہوں۔

آپ نے اسے چھوڑ دیا اور لوگوں کے اس کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے پر پابندی عائد فرمادی۔ جب تسلّی ہوئی کہ وہ سنور گیا ہے تو پھر یہ پابندی اٹھائی۔

ملاحظہ ہو (سنن الدارمی جلد ۱ صفحہ ۶۶، صفحہ ۶۷ حدیث نمبر ۱۴۴، ۱۴۸)۔

حدیث نمبر۱۵:

ارشادنبوی ہے: ’’اولیماری به السفهاء ‘‘جو علم دین اس لیئے حاصل کرے کہ وہ اس کے ذریعہ کم فہموں سے الجھے گا تو ’’ادخله الله النار ‘‘اللہ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔

ملاحظہ ہو(مشکٰوۃ عربی صفحہ۳۰بحوالہ ترمذی عن سیّدنا کعب وابن ماجہ عن سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم)۔

کتاب اللہ سے تائید:

اس مضمون کی تائیدان آیات سے بھی ہوتی ہے جن میں امانت کو اس کے اہل کے سپرد کرنے کا حکم اور برائی پھیلانے والوں کی مذمت ہے جیسے ’’ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الٰى اهلها ‘‘نیز ’’ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة فى الذين اٰمنوا لهم عذاب اليم فى الدنيا والآخرة ‘‘(پ۵ النساء آیت نمبر' پ۱۸ النور آیت نمبر)۔

اقول: جب چھوٹے چھوٹے عملی مسائل تک میں بھی قائل کی نیت و مراد کے صحیح ہونے کے باوجود ایسے الفاظ سے احتیاط لازم اور بے احتیاطی سخت ممنوع ہے تو شہزادیٔ سیّدالکائنات صلی اللہ علی ابیها وبه علیها وسلم کے معاملہ میں کمزور لفظوں کے بولنے سے محتاط رہنے کی کتنی ضرورت ہوگی اور مطلق خطا جیسے خطرناک الفاظ کے بے دھڑک بولنے کی کیونکر اجازت دی جاسکتی ہے اور کیونکر اس کا جواز ہوسکتا ہے؟

———◆◆◆———

باب چہارم

(خطا اور غلطی علی الاطلاق کے عرفاً سوءادبی ہونے کا بیان)

عرف عام کے حجّت شرعیہ اور تعظیم وتوہین کا مدار ہونے کی تفصیل:

رہا یہ کہ عرف اور ماحول میں خطا اور غلطی کی نسبت کو برے معنی میں سمجھے جانے سے کیا ہوتا ہے کیونکہ لوگوں کا کچھ سمجھ لینا کون سا شریعت بن جانا اور قرآن وحدیث کا فیصلہ ہے؟

الجواب فاقول وباللہ التوفیق: عرف کی دو قسمیں ہیں: نمبر۱: عرف خاص اور نمبر۲: عرف عام۔

یہاں عرف سے عرف عام مراد ہے۔

اب سمجھئے کہ عرف عام بذات خود کوئی چیز نہیں، اس کو یہ اہمیت شریعت مطہرہ ہی نے دی ہے جو اس وجہ سے ہے کہ اس سے الفاظ کے معانی ومفاہیم اور اغراض ومقاصد کی توضیح وتعیین ہوتی ہے۔

چنانچہ امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ:

''عرف بلاد مظہر قصد ومراد ہوتا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۵۱ طبع مکتبہ نبویّہ

لاہور)۔

نیز صفحہ ۶۵۰ میں لکھتے ہیں: حکم شرع مطہر کے لیئے ہے عرف ورواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں ان الحکم الا اللہ ہاں بعض احکام کہ شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے الخ۔

حتٰی کہ فقہاء وائمۂ شان رحمہم اللہ نے فرمایا کہ عرفی معنٰی کے ہوتے ہوئے لغوی اور لفظی ترجمہ بھی معتبر نہیں ہوتا۔

چنانچہ علامۂ احناف امام ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ امام زیلعی وغیرہ کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں "ان الایما ن مبنیة علی العرف لا علی الحقائق اللغویه "یعنی قسموں میں عرفی معنیٰ چلے گا لغوی نہیں۔ مثلاً کوئی شخص قسم اٹھائے کہ وہ "لا یاکل الخبز " روٹی نہیں کھائے گا تو اگر چہ لغوی اعتبار سے ہر آٹے کی پکی ہوئی روٹی کو "خبز " کہہ سکتے ہیں لیکن اس کی قسم ہر علاقے کے عرف وعادت کے مطابق معروف ومعتاد روٹی ہی کے کھانے سے ٹوٹے گی "ففی القاهرة لا یحنث الا بخبز البرّ وفی طبرستان ینصرف الٰی خبز الارز وفی زبید خبز الذرة والدخن"۔

بناءً علیہ قاہرہ میں گندم کی روٹی کھانے سے یہ قسم ٹوٹے گی، طبرستان میں یہ حکم، چاول کی روٹی کھانے سے لاگو ہوگا اور زبید میں باجرہ اور چینا کی روٹی کے کھانے سے۔

"ولو اکل الحالف خلاف ماعندهم من الخبز لم یحنث"

حلف اٹھانے والے اہل علاقہ کی معروف ومعتاد روٹی سے ہٹ کر کوئی روٹی

کھائے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

ملاحظہ ہو (الاشباہ والنظائر صفحہ ۴۸، ۴۹ طبع کراچی)۔

اسی طرح امام اہل سنّت غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی لکھا ہے مکمل حوالہ آئندہ سطور میں ''تعظیم وتوہین میں عرف کا دخل'' کے زیر عنوان آ رہا ہے۔

نیز ائمۂ شان نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ عرفی معنٰی پر فتوٰی دینا لازم اور اس کے برخلاف کرنا، ناجائز ہے۔

امام الفقہاء علاّمہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے صاحب خزانۃ الروایات کے حوالہ سے لکھا ہے: ''ان المفتی لایفتی بخلاف عرف اهل زمانه'' یعنی مفتی کو اپنے اہل زمانہ کے عرف کے برخلاف فتوٰی دینا جائز نہیں (مجموعہ رسائل ابن عابدین جلد ا صفحہ ۴۵، ۴۶ طبع لاہور)۔

نیز (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۲ طبع رضاء فاؤنڈیشن)۔

نیز یہ کہ عرف سے بے خبر عالم، اہل فتوٰی نہیں بلکہ جاہل ہے۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین جلد ا صفحہ ۴۶ فتاوٰی رضویہ جلد ۵ صفحہ ۴۲۰ طبع نبویّہ لاہور، جلد ۱۰ صفحہ ۹۷، ۱۹۱، ۱۹۲ طبع ادارہ اخوان المؤمنین لاہور)۔

معانیٔ الفاظ اور تعیین مراد میں عرف کے دخل کی مزید متعدد مثالیں:

معانیٔ الفاظ اور تعیین مراد میں عرف کے دخل کی کچھ مثالیں اگرچہ گزشتہ سطور میں مذکور بعض مباحث عرف میں ضمناً آ گئی ہیں تاہم اس پہلو کو مزید اجاگر کرنے کے لئے مزید کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

چنانچہ ان میں سے ایک لفظ ہے ''حرامی''۔

یہ لفظ عرب کی بولی میں ڈاکو کے لیئے استعمال ہوتا ہے حیث یقولون هو حرامی 'هذا حرامی' انت حرامی 'جب کہ ہمارے ہاں حرامی اس کو کہا جاتا ہے جو نسل بریدہ یا ولدالحرام ہو یا جو برے کاموں کا خوگر اور عادی مجرم ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں بڑا حرامی ہے یعنی بہت غلط کار اور الٹے سیدھے کام کرنے والا ہے۔

نیز ''حلال خور'': جہاں بھنگی ہوں ان کے لیئے بولتے ہیں جب کہ عام طور پر اس کا ترجمہ ہے حلال کھانے والا اور حرام سے بچنے والا۔

نیز مصلِّی: قرآن وحدیث کے عام اطلاقات میں نمازی کے لیئے معروف ہے یا دعا کنندہ کے لیئے بھی آیا ہے بعض استعمالات میں گھوڑے کو کہتے ہیں۔ عرب میں بھی اور ہمارے ہاں بعض علاقوں میں بھی۔ چنانچہ بعض طبقوں میں گالی کے طور پر کہا جاتا ہے ارے او مصلِّی کے بیٹے۔

نیز ماں کا بیٹا۔ ایک عرف میں یہ نیکی اور تقویٰ میں نمایاں مقام رکھنے والے کے لیئے بولا جاتا ہے جیسے حلالی ماں کا حلالی بیٹا۔ کہا جاتا ہے کہ ماں جو اتنی نیک اور پارساتھی بیٹے نے بھی ایسا ہی ہونا تھا۔ یہ لفظ بہت سے بزرگوں کے لیئے اس انداز سے بولا جاتا ہے جن کی مائیں نیکی اور تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھیں جیسے سیّدہ کا لعل وغیرہ۔ ایک معنیٰ ہے قدرت الٰہیّہ کا شاہکار ہو کر' بغیر باپ کے محض ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا جیسے حضرت سیّدنا روح اللہ علیہ السلام کے لیئے ''مریم کا بیٹا'' کے لفظ۔

لیکن فقہی زبان میں اور بعض علاقوں کے عرف میں یہ غیر ثابت النسب کے لیئے مستعمل ہے۔

نیز ''بڑا استاذ''۔ یہ لفظ ہیڈ ماسٹر نیز کسی فن میں زیادہ مہارت رکھنے والے ماہر ومشّاق کے لیئے بھی بولا جاتا ہے لیکن بعض طبقات میں ''بڑا فراڈی'' کے معنٰی میں بھی مروّج ہے۔

نیز ''حاجی صاحب'' بہت پیارا لفظ ہے جو کسی تشریح کا محتاج نہیں یعنی حج جیسی سعادت حاصل کرنے والا مسلمان لیکن بعض علاقوں میں یہ ''ہیرا پھیری کے ماہر'' اور ہاتھ کی صفائی دکھانے والے کے لیئے بولا جاتا ہے۔

(سجّی کھبّی کا حاکم)

نیز ''ماماں'' اصل معنٰی ماں کا بھائی لیکن بعض علاقوں میں ''بے غیرت'' کے معنٰی میں بولتے ہیں۔

نیز ''چاچا'' اصل معنٰی باپ کا بھائی مگر بعض علاقوں میں احمق اور بے وقوف کی گالی دینے کے لیئے بولتے ہیں۔

نیز ''بادشاہو'' اس کا مشہور معنٰی حکمران ہے لیکن بعض اوقات بے وقوف کے معنٰی میں بولا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے بادشاہو! بات یوں ہے۔ آپ بادشاہ جو ہوئے ہم کیا کہہ سکتے ہیں وغیرہ۔

نیز اہل القرآن کے الفاظ جو من حیث الاصل اہل اسلام اور علماء و قرّاء کے لیئے ہیں لیکن برّصغیر خصوصاً پاکستان کے بعض علاقوں میں فرقۂ منکرین حدیث کے مذہبی نام کے طور پر مستعمل ہیں۔

نیز اہل الحدیث کے لفظ جو کتب حدیث واصول حدیث میں "محدّث" کے لیئے ہے مگر ہندو پاک میں تقلید ائمّہ مجتہدین کے منکر اور ضالّ ومضلّ فرقہ کا نام ہے۔

نیز وھّابی: وہابی کا لفظی ترجمہ ہے وھّاب والا جب کہ وھّاب' اللہ تعالیٰ کا نام ہے مگر درحقیقت یہ ابن عبدالوھاب نجدی کے پیروکاروں کا گروہی نام ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ومقرّب بندوں (انبیاء واولیاء کرام علیہم السلام) کی تنقیص شان اور سوء ادبی میں علامت ہیں۔

احمدی: لفظی مفہوم ہے احمد یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے والا جو ماضی کے کئی اکابر کے حوالہ سے نسبتی نام کے طور پر ملتا ہے لیکن مراز غلام احمد قادیانی کے فتنہ کے نمودار ہونے کے بعد خصوصیت کے ساتھ پاک وہند میں یہ قادیانی مذکور کے اتباع واذناب اور منکرین ختم نبوت کے لیئے بولا جاتا ہے۔

شیعہ: حسب لغت گروہ کے معنٰی کے لیئے ہے لیکن عرف عام میں قرآن مجید' صحابۂ کرام' ازواج مطہرات اور بعض ائمہ اہل بیت کے متعلق مخصوص ذہنیت کے مالک گروہ کے لیئے مختص ہے (الٰی غیر ذلك من الامثله)۔

عرف حادث کی مثال:

چنانچہ امام "علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ طویل بحث" میں فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ ایک ہی امر کے متعلق جب عرف بدل جائے تو حسبِ دستور عرف حادث کی اتباع کی جائے گی کیونکہ ہمارے متأخرین فقہاء نے بعض مسائل میں اسی بناء پر متقدمین کے برعکس فتوے دیئے ہیں "فللمفتی اتباع

عرفہ الحادث فی الالفاظ العرفیّہ ''لہٰذا فتویٰ دینے والا عرفی الفاظ کے متعلق نئے عرف کے مطابق فتویٰ دے (مجموعہ رسائل ابن عابدین، جلد ۱ صفحہ ۴۵)۔

نیز ''کل حل علیّ حرام'' کی بحث میں (جس کی تفصیل عنوان سابق میں گزری ہے) فرماتے ہیں: ''فھٰذا صریح فی اعتبار عرف بعض البلاد واعتبار العرف الحادث علی عرف قبلہ ''یعنی یہ فیصلہ بعض علاقوں کے عرف نیز نئے عرف کے معتبر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

ملاحظہ ہو (مجموعہ رسائل ابن عابدین جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)۔

خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لفظ باغی کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ پہلے حسب اصطلاح شرع مستعمل ہوتا تھا مگر اب بمعنیٰ مفسد و معاند و سرکش ہو گیا اور دشنام سمجھا جاتا ہے، اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔

ملاحظہ ہو (بہار شریعت جلد ۱ حصہ اوّل صفحہ ۲۶۰ طبع المدینۃ العلمیہ کراچی)۔

نیز ملاحظہ ہو (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم حصہ چہارم صفحہ ۴۶۴ طبع مکتبہ رضویہ کراچی)۔

عرف کی اہمیت و حجیت پر کچھ نصوص:

عرف عام کی اہمیت و حجیت کا اندازہ ائمۂ شان کی حسب ذیل نصوص اور تصریحات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ:

نمبر ۱: فقہ میں اسے ایک مستقل قاعدہ کی حیثیت حاصل ہے چنانچہ اسے ''العادۃ محکمۃ'' کے عنوان سے معنون و موسوم کیا جاتا ہے (الاشباہ والنظائر صفحہ ۶۴ طبع کراچی، نیز مجموعہ رسائل ابن عابدین جزء اوّل صفحہ ۴۴ جزء ثانی صفحہ ۱۱۵

بحوالہ الاشباہ والنظائر)۔

نمبر۲: نیز فقہاء نے اسے حجّت شرعیّہ لکھا (و اللفظ ''العرف ایضاً حجة'')

ملاحظہ ہو (مجموعہ رسائل ابن عابدین جزء اوّل صفحہ۴۴ جز ثانی صفحہ۱۳۴' الاشباہ والنظائر صفحہ ۴۷ بحوالہ ہدایہ۔ نیز اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد تالیف والد ماجد اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۶۸' ۲۲۸ بحوالہ ہدایہ' صفحہ ۱۷۰ بحوالہ برجندی' فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۳۱۵ بحوالہ اصول الرشاد)۔

نمبر۳: نیز اسے اصل شرعی قرار دیا'' و اللفظ حتی جعلوا ذلك اصلاً''۔

ملاحظہ ہو (الاشباہ والنظائر صفحہ ۴۶ مجموعہ رسائل ابن عابدین جزء نمبر ۱ صفحہ ۴۴ جزء نمبر ۲ صفحہ ۱۱۵ بحوالہ الاشباہ والنظائر' اصول الرشاد صفحہ ۱۷۴' ۱۶۷ بحوالہ الاشباہ والنظائر' فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۳۱۵ بحوالہ اصول الرشاد)۔

نمبر۴: نیز اسے ''کالنص'' فرمایا (الثابت بالعرف کا لثابت بالنص)۔

ملاحظہ ہو (مجموعہ رسائل ابن عابدین جزء ثانی صفحہ ۱۱۵ بحوالہ بیری و مبسوط' نیز فرمایا ''المعروف کالمشروط''۔ الاشباہ والنظائر صفحہ ۴۹' ۵۰' ۴۷۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد ۵ صفحہ ۵۶۰ طبع نبویّہ لاہور)۔

نمبر۵: نیز عرف عام مستمر کو بمنزلۂ اجماع لکھا (اصول الرشاد صفحہ ۱۷۲ بحوالہ محیط برھانی)۔

نمبر۶: نیز اتنا اہم بتایا کہ وہ نص اور قیاس شرعی کا مخصّص نیز رافع قیاس بھی ہوسکتا ہے۔

ملاحظہ ہو (مجموعہ رسائل ابن عابدین جزء ۱ صفحہ ۴۷' ۴۸ جزء ۲ صفحہ ۱۲۴)۔

نمبر۷: فقہاء نے تصریحات فرمائیں کہ مؤسّس فقہ اسلامی صاحب المذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی بے شمار متعلقہ مسائل کی بنیاد

عرف پر رکھی۔

ملاحظہ ہو (مجموعہ رسائل ابن عابدین جلد اصفحہ ۶۴ رسالہ شرح العقود)۔ نیز اصول الرشاد صفحہ ۱۶۸ مع حوالہ ہدایہ)۔

عرف عبادات میں بھی معتبر:

واضح رہے کہ عرف عام کا تعلق صرف معاملات سے نہیں بلکہ عبادات سے بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ والد ماجد اعلیٰ حضرت رئیس المتکلمین علاّمہ مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''تعامل جس طرح معاملات میں حجت ہے اسی طرح، عبادات میں معتبر ہے''۔ (اصول الرشاد صفحہ ۱۷۷)۔

نیز (فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۳۱۵ (مستفاد))۔

تعظیم و توہین میں عرف کا دخل:

بناءً علیہ خصوصیّت کے ساتھ کسی لفظ یا امر کے تعظیم و توہین اور ادب و بے ادبی ہونے نہ ہونے میں بھی شرعاً عرف عام کا بڑا دخل ہے حتّٰی کہ ائمۂ شان نے اس کے لیئے معیار اور مدار کے الفاظ بھی استعمال فرمائے یعنی جو لفظ یا امر عرف میں توہین کے لیئے مستعمل ہوگا، اسے توہین ہی کے معنٰی میں سمجھا جائے گا، اس سے ہٹ کر کوئی تأویل مسموع و معتبر نہیں ہوگی۔

عنوان ہٰذا کے مرکزی نقطۂ بحث ہونے کی بناء پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وضاحت میں ائمۂ شان اور علماء کی کچھ نصوص اور خصوصی جزئیات بھی قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کردی جائیں جو حاضر ہیں۔

اس پر کچھ نصوص وخصوصی جزئیات

شیخ الاسلام امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے:

امام اہل سنّت شیخ الاسلام علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی شافعی (م ۷۵۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ کسی لفظ کے گستاخی اور بے ادبی ہونے کا شرعی معیار بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: ''والمرجع فیما یسمّٰی سبًّا وما لا یسمّی سبًّا الی العرف ''یعنی کسی لفظ کے شرعاً توہین ہونے نہ ہونے کے لئے عرف میں اس کے استعمال کو دیکھا جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو(السیف المسلول علی من سبّ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۷۵ باب سوم فصل اوّل طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان مطبوعہ ۱۴۳۹ھ/۲۰۱۸ء)۔

رئیس المتکلمین علاّمہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان سے:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے والد ماجد حضرت رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان ارقام فرماتے ہیں: ''امر تعظیم وتوقیر وتوہین وتحقیر میں بھی بالکلیہ عادت قوم ورواج دیار ہی کا اعتبار ہے۔عرب میں باپ اور بادشاہ وعالم کو لَکَ ومِنکَ والَیکَ کے ساتھ خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ ''تُو'' ہے۔

ان دیار میں کسی معظم کو ''تُو'' کہنا گناہ اور ہمسر کو بھی اسی طرح خطاب کرنا بے جا ہے۔اسی طرح عرب میں تعظیم بالقیام کا رواج عام نہ تھا بخلاف ان بلاد کے کہ اگر ان ملکوں میں معظمین کی قیام کے ساتھ تعظیم نہ بجالائے گا' عندالشرع وعندالخلق مُلام ہوگا۔ونیز اس کے ترک میں بلا ضرورت شرعیہ

مسلمان کا دل دکھانا اور عوام کی نظر میں اس معظم کو حقیر ٹھہرانا یا اسے اپنی پرخاش و ایذاء پر آمادہ کرنا ہے' یہ سب امور شرعاً و عقلاً بے جا ہیں''۔

نیز فرماتے ہیں: ''درباب تعظیم وتوہین عرف و عادتِ قوم و دیار پر بڑا اعتبار ہے۔ عرب میں باپ اور بادشاہ سے کاف کے ساتھ (جس کا ترجمہ ''تُو'' ہے)' خطاب کرتے ہیں۔

اور اس ملک میں یہ لفظ کسی معظم بلکہ ہمسر سے بھی کہنا گستاخی اور بیہودگی سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اگر ہندی اپنے باپ یا بادشاہ خواہ کسی واجب التعظیم کو ''تُو'' کہے گا' شرعاً بھی گستاخ و بے ادب اور تعزیر و تنبیہ کا مستوجب ٹھہرے گا اور جو فعل جس قوم اور جس عصر میں تعظیم کا قرار پائے گا' اس کا تارک اگر اسی قوم اور زمانہ و دیار سے ہوگا' تارکِ تعظیم اور اس پر طعن و انکار بے شک تعظیم پر طعن و انکار سمجھا جائے گا''۔

ملاحظہ ہو (اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد صفحہ ۱۶۸ قاعدہ ہشتم' صفحہ ۲۲۸ قاعدہ بستم طبع دار اہل السنہ مطبوعہ ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء)۔

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت رئیس المتکلمین رحمہ اللہ تعالیٰ کی تائید وتوثیق کے ساتھ مسئلہ کی توضیح فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: ''اور شک نہیں کہ تعظیم وتوہین کا مدار عرف و عادت پر ہے کما حققه خاتم المحققين سيّدنا الوالد قدس سرّه فى اصول الرشاد لقمع مبانى الفساد''

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ صفحہ ۳۶۸ طبع رضاء فاؤنڈیشن نیز جلد ۷ صفحہ ۳۱۵)۔

◆ —— نیز استعمالی جوتوں کے مسجد میں پہن کر آنے کے بے ادبی ہونے کی دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ : ”تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے۔ عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ ”تُو“ ہے۔ اور یہاں جو باپ کو تو کہے بے شک بے ادب گستاخ اور اس آیۂ کریمہ کا مخالف ہے ”لا تقل لهما اف“۔

صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں، ائمۂ دین نے اس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی الخ“۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۶۳۴)۔

◆ —— نیز مذکورہ صورت جیسی ایک صورت کے جواب میں فرماتے ہیں کہ : ”اس قاعدہ مسلمہ مرعیّہ عقلیّہ شرعیّہ سے معلوم ہے کہ توہین و تعظیم کا مدار عرف و عادت ناس و بلاد پر ہے“۔ ”اور شک نہیں کہ اب عرف عام تمام بلاد یہی ہے کہ دربار شاہی میں بحضور سلطانی باتیں کرنے کھڑا ہو اور جوتا سامنے رکھے، بے ادب گنا جائے گا۔

فقیر نے بچشم خود دیکھا ہے کہ کعبہ معظّمہ پر پھوہار برسی تھی، میزاب رحمت سے بوندیں ٹپک رہی تھیں، مسلمان حاضر تھے۔ ان بوندوں کو لیتے اور چشم و دل سے مَلتے۔ ان میں کوئی ہندی شخص جوتا ہاتھ میں لیئے کھڑا تھا، ترکی خادم دوڑا اور اس کی گردن دبادی تُنَاجِی ربَّكَ وَنعلاكَ بِيَدِكَ جوتیاں ہاتھ میں لیئے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے“۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۳۱۵، ۳۱۶ طبع رضاء فاؤنڈیشن)۔

◆ —— نیز قرآن مجید کو واش روم میں لے جانے کے بے ادبی نیز اس میں تعویذ اور قرآن میں فرق ہونے وغیرہ کے لیئے عرف کو دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں: ''قرآن مجید اگرچہ دس غلافوں میں ہو پاخانے میں لے جانا بلاشبہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور ان کے عرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب وتوہین کا مدار عرف پر ہے۔ تعویذ کہ بعض آیات پر مشتمل ہو وہ آیات ضرور قرآن عظیم ہیں مگر اسے تعویذ کہیں گے، نہ قرآن۔ جیسے کتاب نحو کہ امثلۂ قواعد میں آیات قرآنیہ پر مشتمل، اس کے لیئے کتاب نحو ہی کا حکم ہوگا، نہ کہ مصحف شریف کا۔

مصحف شریف دار الحرب میں لے جانا منع ہے اور کتاب لے جانے سے کسی نے منع نہ کیا، مصحف کے پٹھے کو بے وضو چھونا حرام اور اس کتاب کے ورق کو بھی چھونا جائز''۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ صفحہ ۶۰۹ طبع رضاء فاؤنڈیشن)۔

ضیغم اسلام غزالئ زماں رحمۃ اللہ علیہ سے:

نیز ضیغم اسلام امام اہل سنت حضرت غزالئ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ''بعض لوگ کلمات توہین کے معنٰی میں قسم قسم کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اگر کسی تاویل سے معنٰی مستقیم بھی ہو جائیں اور اس کے باوجود عرف عام ومحاورات اہل زبان میں اس کلمہ سے توہین کے معنٰی مفہوم ہوتے ہوں تو وہ سب تاویلات بے کار ہوں گی۔ مثلاً ایک شخص اپنے والد یا استاد کو کہتا ہے کہ آپ بڑے ولد الحرام ہیں اور تاویل یہ کرتا ہے کہ لفظ حرام کے معنٰی فعل حرام نہیں بلکہ محترم کے ہیں۔ جیسے المسجد الحرام اور بیت اللہ الحرام، لہٰذا

ولد الحرام سے مراد ولد محترم ہے اور معنٰی یہ ہیں کہ آپ بڑے ولد محترم ہیں تو یقیناً کوئی اہل انصاف کسی بزرگ کے حق میں اس تاویل کی رُو سے لفظ ولد الحرام بولنے کو قطعاً جائز اور روانہ رکھے گا اور ان کلمات کو بر بناء عرف ومحاورات زبان' کلمات توہین ہی قرار دے گا''۔

ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی جلد۲ صفحہ ۲۵۴ طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال اشاعت اوّل)۔

اقــول: اس کی ایک مثال یہ بھی بن سکتی ہے کہ بعض علاقوں میں یہ امر مروّج ہے کہ اگر محفل میں قرآن مجید (مصحف شریف) لایا جائے تو کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا جاتا ہے اور کھڑا نہ ہونے کو معیوب سمجھا جاتا ہے جب کہ بہت سے علاقوں میں بالعموم ایسا نہیں کیا جاتا اور کچھ معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

اسی طرح مزید مثال یہ بھی ہے کہ گھوڑے اور موٹر سائیکل جیسی سواریوں پہ آگے پیچھے بیٹھنا کچھ معیوب نہیں لیکن صف وغیرہ پر اس انداز اور ترتیب سے بیٹھنا بے ہودگی شمار ہوتا ہے۔

علامہ حنیف خاں رضوی سلمہ اللہ تعالیٰ سے:

معروف معاصر اہل قلم عالم علامہ حنیف خاں رضوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اصول الرشاد کے جملہ مندرجات کی تقدیم وترتیب سے بوجوہ توثیق و تصدیق کی ہے وہاں خصوصیت کے ساتھ کتاب کے قاعدہ نمبر ۲۰ کو خوب سراہا ہے بناءً علیہ یہ ایک طرح سے ان کا اپنا قول بھی ہوا وہوالمقصود۔

چنانچہ قاعدہ نمبر ۲۰ کی تلخیص پیش کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ:

تعظیم اور توہین کے سلسلہ میں خاص طور پر عرف کا اعتبار ہوتا ہے' مثلاً عرب میں

ک ضمیر کے ذریعہ خطاب عام ہے جس کا ترجمہ ہے ''تُو'' باپ ہو یا کوئی اور معظم شخصیت، سب کو اسی کے ذریعہ خطاب کیا جاتا ہے لیکن ہمارے دیار میں کسی معظم و بزرگ بلکہ ساتھی اور ہمسر کو بھی ''تُو'' کہنا خلاف ادب اور گستاخی قرار پائے گا۔ لٰہذا فقہائے کرام نے صدہا مسائل کو عرف و عادت کے اعتبار سے بیان فرمایا اور اہل اسلام میں جیسا رواج دیکھا اسی پر بناء کار رکھی''۔

آگے حضرت رئیس المتکلمین علیہ الرحمۃ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے بیس اصول بیان فرما کر مخالفین کے اختراعی اور خودساختہ قواعد کی دھجیاں اڑا دی ہیں اور منکرین کے لیئے مجال دم زدن نہیں چھوڑی۔ پھر بھی کوئی شخص اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو یہ اس کی شومیٔ قسمت کا نتیجہ ہوگا''۔

ملاحظہ ہو (تقدیم اصول الرشاد صفحہ ۳۵ طبع دار اہل السنہ)۔

لفظِ خطا کے عرفاً توہین ہونے کا خصوصی جزئیہ از مصنف بہارِ شریعت حضرت صدر الشریعہ:

اب آخر میں تکمیل بحث کے لیئے اس امر کا بھی خصوصی جزئیہ فقہیہ لیجئے کہ لفظِ خطا دور حاضر میں یہاں کے عرف میں توہین کے لیئے متعین ہے۔

چنانچہ مسائل فقہیہ اور شعبۂ فتویٰ میں امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت کے معتمد علیہ خاص، اور آپ کے تلمیذ و خلیفۂ مجاز، حضرت محدّث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی مدّظلہم کے والد ماجد اور شیخ معظم صدر الشریعہ مولانا علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی صحابی کے متعلق بغاوت اور خطا وغیرہما کی نسبت دیتے ہوئے انہیں باغی اور مخطی وغیرہ کہنے کے بارے میں سوٴال ہوا تو آپ نے اس

کے جواب میں ارقام فرمایا: ''چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہٰذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کئے جائیں''۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۴۶۲، ۴۶۴ طبع دار العلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ کراچی مطبوعہ ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء)۔

نیز بہار شریعت میں فرماتے ہیں کہ ''حسبِ اصطلاح شرع اطلاق فئہ باغیہ آیا ہے مگر اب کہ باغی بمعنی مفسد و معاند و سرکش اور دشنام سمجھا جاتا ہے اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں''۔

ملاحظہ ہو (جلد ا صفحہ ۲۶۰ طبع کراچی)۔

حضرت محدّث کبیر اور شارح بخاری وغیرہما سے:

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اور فتویٰ حسب ذیل علماء کا قول وفتویٰ بھی ہے۔

نمبر ا: ابن صدر الشریعہ محدّث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی دامت برکاتہم۔

نمبر ۲: ابن صدر الشریعہ علامہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ۔

نمبر ۳: مرید صدر الشریعہ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ۔

نمبر ۴: علامہ فداء المصطفیٰ مدرس شمس العلوم۔

نمبر ۵: ابن محدّث کبیر علامہ علاء المصطفیٰ ناظم اعلیٰ امجدیہ رضویہ گھوسی (انڈیا)

نمبر ۶: معتمد تلمیذ محدّث کبیر علامہ مفتی آل مصطفیٰ مدرس و مفتی امجدیہ رضویہ گھوسی (انڈیا)۔

نمبر ۷: مولانا علامہ مفتی عبد المنان کلیمی

نمبر ۸: علامہ مولانا محمد احمد مصباحی اور

نمبر ۹: مولانا فیاض عالم مصباحی وغیرہم۔

کیونکہ ان سب نے تصریحاً تلویحاً کسی نہ کسی طرح فتاویٰ امجدیہ کی مذکورہ جلد نیز صاحب فتاویٰ حضرت صدر الشریعہ کو انتہاء درجہ مستند قرار دیا ہے۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ث تا صفحہ م طبع مذکور نیز جلد چہارم صفحہ ث تا ص طبع مذکور)۔

خصوصیت کے ساتھ اوّل الذکر دو حضرات (محدّث کبیر اور شارح بخاری) نے اس کے حرف حرف کی تصریحاً بھی تصدیق وتوثیق کی نیز محدّث کبیر نے اس پر تقریظ اور شارح بخاری نے تعلیق کی ہے اور حضرت صدر الشریعہ کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے معتمد علیہ فقیہ اور ان کے فتاویٰ رضویہ کا دوسرا نام اور سنگ میل کی حیثیت کا حامل قرار دیا ہے۔

ملاحظہ ہو (جلد ۳ صفحہ ث، ج، خ، د، ر، ظ، ك، م)۔

نوٹ: اس سے محدّث کبیر کے اس آڈیو بیان کی صحیح پوزیشن بھی متعین ہوگئی جسے مطلق خطا کے جلالی بیان کی تائید اور حمایت ظاہر کیا جارہا ہے کیونکہ جس امر کو ان کے آقائے نعمت (والد و شیخ کریم) توہین قرار دے رہے ہیں اور جس کی وہ خود بھی تصدیق وتوثیق کر چکے ہیں، وہ اس کو کیونکر صحیح کہہ سکتے ہیں؟ انہیں بیان جلالی کا حامی بتانا، صدر الشریعہ کا مخالف قرار دینے کے مترادف ہے جس کا تصور بھی ممکن نہیں۔

مکمل تفصیل باب دہم میں ''تائیدات کی حقیقت'' کے زیر عنوان آرہی

ہے۔

خلاصۂ بحث ہٰذا:

خلاصہ یہ کہ ڈاکٹر جلالی صاحب نے اپنے اصل متنازعہ بیانات میں حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق مطلق خطا اور غلطی کے الفاظ بولے ہیں جن میں ''خطا اجتہادی'' کا صریحاً ذکر تو کجا اس کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے۔

نیز یہ لفظ انہوں نے بولے بھی پاکستان کے عرف و ماحول میں رہتے ہوئے ہیں جب کہ یہاں کے عرف عام میں خطا اور غلطی کے الفاظ اطلاقی صورت میں برے معنوں میں تصوّر کئے جاتے ہیں۔ یعنی اس صورت میں وہ گناہ، جرم اور قصور کے معنٰی میں مستعمل و مروّج ہیں جب کہ الفاظ کے تعظیم و توہین ہونے نہ ہونے میں شرعاً بھی عرف عام کا اعتبار ہے خصوصاً جب کہ نفس مسئلہ میں یہ خصوصی فقہی جزئیہ بھی موجود ہے کہ ہمارے دور کے عرف عام میں خطا اور مخطی کے لفظ توہین کے معنٰی میں مستعمل ہوتے ہیں اس لیئے صحابۂ کرام کے لیئے ان کا اطلاق ناجائز ہے۔

بناءً علیہ جلالی صاحب موصوف کا حضرت سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف غلطی اور مطلق کی نسبت کرنا حسب تفصیل مذکور، سوء ادبی کی مد میں آتا ہے جب کہ اصل اعتراض بھی محض اسی امر (مطلق خطا اور غلطی کی نسبت کرنے) کی بنیاد پر ہے۔

———♦♦♦———

باب پنجم

(تعظیم وتوہین میں سرکار ﷺ اور سیّدہ سلام اللہ علیہا کے ایک ہونے کا بیان)

وبطریق آخر: (لفظ خطا کے سوء ادبی ہونے کا مزید ثبوت از خانوادۂ علمیہ امجدیہ سے):

حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق، مطلق خطاؤ غلطی کے سوء ادبی ہونے کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف اس کی نسبت کرنے کو علماء اہل سنّت بالخصوص علماء خانوادہ عالیہ امجدیہ رضویہ نے ادب کے منافی قرار دیا ہے۔

چنانچہ فریق ثانی کے پیشوا مولوی تھانوی نے سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کا جو یہ ترجمہ لکھا ہے کہ ''بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے''۔ (ترجمہ قرآن تھانوی)

اس کے بارے میں مصنف بہارِ شریعت ''حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید'' سابق صدر شعبۂ افتاء وشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ

مبارک پور (انڈیا) شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رضوی علیہ الرحمۃ نے سؤال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''تھانوی صاحب کے ترجمہ سے ہر شخص کو یہی سمجھ میں آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے خطا صادر ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا کیوں کہ اگر خطا صادر نہ ہوتی تو پھر معاف فرمانے کا کیا مطلب ہوتا؟''

اس کے غلط اور منافیٔ ادب ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے تھوڑا سا آگے لکھا ہے: ''یہ ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے اور اردو میں خطا کے معنیٰ گناہ اور غلطی کے ہیں''۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ شارح بخاری جلد اوّل صفحہ ۶۳۹ طبع دائرۃ البرکات گھوسی ضلع مؤ (انڈیا) مطبوعہ ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۱ء)۔

علاوہ ازیں شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ نے بھی تھانوی کے مذکورہ ترجمہ کو قابل اعتراض اور گستاخی پر مبنی ترجموں سے شمار فرمایا ہے۔

ملاحظہ ہو ان کا رسالہ ''قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی'' صفحہ ۶، ۷ طبع رضوی کتاب گھر غیبی نگر بھیونڈی مہاراشٹر (انڈیا)۔

جو رکن المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ حضرت مولانا عبد المبین نعمانی کے حسب فرمائش شائع کیا گیا ہے بناءً علیہ وہ بھی اس کے قائل ہوئے۔

اس کے ٹائیٹل پر یہ ہیڈنگ دی گئی ہے ''اللہ جل جلالہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان پاک میں گستاخیاں۔

اس سے بھی حضرت سیّدہ کے متعلق مطلق خطا و غلطی کے سوءِ ادبی ہونے پر روشنی پڑتی ہے وجہ یہ ہے کہ دلائل شرعیہ کی رُو سے' ائمۂ شان کے حسبِ تصریحات اور عقیدۂ اہل سنّت و جماعت کے مطابق یہ بات امور مسلّمہ سے ہے کہ وجوب تعظیم اور حرمت ایذاء کے امر میں حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والا ہی ہے یعنی سیّدہ کی تعظیم وتوہین بالواسطہ سرکار علیہ وبہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوہین ہے جس کے بعض دلائل حسبِ ذیل ہیں۔

فاقول وباللہ التوفیق: ان دلائل کی دو قسمیں ہیں: نمبر۱: عمومی اور نمبر۲: خصوصی۔

اب پڑھیئے تفصیل۔

عمومی دلائل

اس سلسلہ کی عمومی دلیل وہ تمام آیات واحادیث ہیں جن میں بالعموم صحابۂ واہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ایمانی رکھنے نیز ان کی تعظیم کے بجالانے اور توہین و بے ادبی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے کیوں کہ حضرت سیّدہ بھی قطعی طور پر ان میں شامل ہیں' وجہ یہ ہے کہ سیّدہ اہل بیت کی فرد عظیم بھی ہیں اور جلیل القدر صحابیہ بھی جو اگر چہ کسی طرح محتاج دلیل نہیں تاہم تکمیلاً للعنوان اس کی وضاحت کے لیئے ایک جامع دلیل حاضر ہے۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ آیت مباہلہ کے نزول کے دور میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت مولیٰ علی' حضرت سیّدہ اور حسنین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق (اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے یا انہیں اس شرف سے

مشرف کرتے ہوئے) فرمایا تھا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

(مشکوٰۃ عربی صفحہ ۵۶۸٬۵۶۷ بحوالہ صحیح مسلم عن سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اس کی کچھ مثالیں:

صحابۂ کرام کے متعلق جیسے آیت **الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون**

جس کا خلاصۂ مفہوم یہ ہے کہ کسی صحابی کو گالی بکنے والا خود اس کا مستحق اور جاہل ہے جب کہ سچی محبت کی بنیاد تعظیم پر ہے ولنعم ما قیل

ع ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

نیز حدیث ''لاتسبوا اصحابی ''یعنی میرے صحابہ کو گالی مت بکو۔

نیز حدیث ''من سبّ اصحابی فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين ''یعنی جو میرے کسی صحابی کو گالی بکے اس پر اللہ تعالیٰ اس کے ملٰئکہ اور انسانوں کی سب کی لعنت ہے۔

نیز حدیث ''اذا ذكر اصحابی فامسكوا '' جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبان کو ان کی بدگوئی سے کنٹرول میں رکھو۔

نیز حدیث ''لا تذكر وهم الا بخير ''ان کا ذکر اچھائی ہی سے کرو۔

نیز حدیث ''الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا من بعدی ''الخ یعنی میرے صحابہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ مت بناؤ، ان سے محبت مجھ سے محبت اور ان سے کینہ مجھ سے کینہ ہے جس نے ان کو ایذاء دی، اس نے مجھے دکھ دیا

اور جس نے مجھے دکھ دیا اس نے اللہ کو ایذاء دی اور جو اللہ کو ایذاء دے تو وہ جلد اس کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔ (وغیرہ وغیرہ)

اہل بیت کے بارے میں اس کی بعض امثلہ:

اہل بیت کے بارے میں جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "**قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودّۃ فی القربیٰ**" جس میں ایک تفسیر کے مطابق محبت اہل بیت کے مطلوب ہونے کا بیان ہے۔ لاحظ الدر المنثو روغیرہ۔

نیز حدیث "احبوا اھل بیتی لحبّی" میرے اہل بیت سے محبت رکھو مجھ سے محبت کی بناء پر (مشکوٰۃ عربی صفحہ ۵۷۳ بحوالہ ترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

نیز حدیث "انی تارك فیکم الثقلین" الخ میں تم میں دو اہم چیزیں یعنی قرآن اور اپنے اہل بیت چھوڑ کر جا رہا ہوں (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۸ بحوالہ صحیح مسلم عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ صفحہ ۵۶۹ بحوالہ ترمذی عنہ نحوہ' نیز عن جابر رضی اللہ عنہ نحوہ')۔

نیز اسی حدیث ثقلین میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار اور دوسری روایت کے مطابق تین بار فرمایا: "اذکّر کم اللہ فی اھل بیتی"

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۸ بحوالہ صحیح مسلم عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ واللفظ لہ' نیز الشفاء جلد ۲ صفحہ ۳۷ وفیہ "انشد کم" بدل "اذکّر کم")

علامہ علی القاری نے فرمایا معنیٰ یہ ہے کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے اہل بیت کا خاص خیال رکھنا اور ان سے بدسلوکی سے بچنا۔

(شرح الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ برھامش الخفاجی علی الشفاء)۔

نیز یہ حدیث کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی

ہے"من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا ھلك"طوفان سے وہی بچا تھا جس نے اس میں پناہ لی تھی اور جو عناداً اس سے رہ گیا تھا' وہ ڈوب مرا تھا۔

(مشکوٰۃ ۵۷۱ بحوالہ احمد عن ابی ذرّ رضی اللہ عنہ)

نیز حدیث"انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم"یعنی میں ان کے دشمن کا دشمن اور ان کے دوست کا دوست ہوں۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰ بحوالہ ترمذی عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ)

نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ"ارقبوا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فی اھل بیتہ"یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت کی بناء پر آپ کے اہل بیت کا خاص خیال رکھو (صحیح بخاری شریف)۔

علامہ شیخ الاسلام عینی حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں:"فلا تؤذوھم ولا تسبوھم"مطلب یہ ہے کہ انہیں ایذاء دینے اور برا بھلا کہنے سے بچو۔

(عینی شرح بخاری مع صحیح بخاری جلد ۱۶ صفحہ ۲۲۲' ۲۲۳ طبع کوئٹہ)

نیز اسی کے اسی جلد کے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں:"واھل بیتہ ھم فاطمۃ والحسن والحسین (الیٰ"اوھم مع ازواجہ"یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت سے مراد خصوصیت کے ساتھ حضرت فاطمہ' امام حسن اور امام حسین نیز ازواج مطہرات ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

نیز حدیث"ستۃ لعنتھم ولعنھم اللہ وکل نبی مجاب / یجاب (الیٰ) والمستحل من عترتی"یعنی چھ شخصوں پر میری طرف سے لعنت ہے اور میری دعا ہے کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرے جن میں سے ایک وہ ہے

جو میری آل سے ناروا سلوک کرے جب کہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو (الجامع الصغیر مع الشرح فیض القدیر للمناوی جلد صفحہ بحوالہ ترمذی وحاکم عن عائشۃ وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث نمبر ۴۶۶۰ طبع نیز مناوی جلد وصفحہ ومطبع مذکور حاشیہ ۴۶۶۰ میں ہے کہ یہ حدیث' ترمذی اور حاکم کے علاوہ طبرانی اوسط حاشیہ ۱۶۶۷ کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۳۶' ابن حبان حاشیہ ۵۷۴۹ اور مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۴۲۵ میں بھی ہے)۔

علامہ مناوی' علامہ ذھبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''اسنادہ صحیح'' یعنی اس کی سند صحیح ہے نیز اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''یعنی من فعل باقاربی مالا یجوز فعله من ایذائهم و ترك تعظیمهم فان اعتقدحله فکافر والافمذنب'' یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے میری آل اور اہل قرابت سے ناروا سلوک کیا بایں طور کہ ان کو ایذاء پہنچائی یا ان کی بے ادبی کی تو وہ ملعون اور لعنتی ہے۔

علامہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ ایذاء اور اہانت کو جائز بھی سمجھے تو کافر ہے ورنہ گنہگار ہے (حوالہ بالا)۔

اب پڑھئے اس پر کچھ نصوص ائمہ شان۔

نصوص ائمہ شان:

متکلم اسلام امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''ومن توقیره صلی الله علیه وآله وسلم وبرّه برّ اله وذریته وامهات المؤمنین ازواجه '' نیز'' ومن توقیره صلی الله علیه وسلم وبرّه توقیر اصحابه وبرّ هم ومعرفة حقهم''۔

دونوں عبارتوں کا خلاصۂ مفہوم یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

تعظیم وتوقیر کے وجوب کا دائرۂ کار محض آپ کی ذات بابرکات تک محدود نہیں بلکہ آپ کے آل واصحاب اور ذریت نیز ازواج مطہرات (اُمّہات المؤمنین) رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب واحترام بھی اس میں شامل (بالفاظ دیگران کی تعظیم وتکریم بھی آپ کی تعظیم وتکریم کا حصّہ) ہے۔

ملاحظہ ہو (الشفاء جلد ۲ صفحہ طبع مصر نیز جلد ۳ مع الشرحین للخفاجی والقاری صفحہ ۴۰۸ طبع مصر و پاک)۔

نیز لکھتے ہیں: ''وسبّ آل بیته وازواجه واصحابه صلی اللہ علیه وسلم وتنقصهم حرام ملعون فاعله ''یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل وازواج اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی کو سبّ وشتم اوران کی توہین کرنا حرام اور اس کا ارتکاب کرنے والا ملعون (اور لعنتی) ہے۔

(الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ طبع مصر)

اب ملاحظہ ہوں مانحن فیہ کے کچھ خصوصی دلائل۔

خصوصی دلائل

اس سلسلہ کی خصوصی دلیل یہ حدیث شریف بھی ہے کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خواتین میں جنہیں سب سے بڑھ کر سیرت، صورت، شکل وشباہت رنگ ڈھنگ، چال ڈھال اور بولنے کے انداز میں حضور سے کمال درجہ مشابہ دیکھا، وہ حضرت فاطمہ ہیں۔ حضور انہیں اس قدر اعزاز بخشتے کہ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو ''قام الیها فاخذ بیدها فقبلها واجلسها فی مجلسه ''آپ کھڑے ہوکر ان کا

استقبال فرماتے اوران کے ہاتھ کو پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی نشست پاک پر بٹھاتے اور جب حضوران کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی سراپا ادب بن کر آپ کی تعظیم بجالاتیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

ملاحظہ ہو (مشکٰوۃ صفحہ۴۰۲ بحوالہ ابوداؤد)۔

نیز اس کی مزید دلیل سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے (جو عبارۃ النص ہے) کہ فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی'' وفی روایة ''یریبنی مارابها ویؤذینی ما اذاها ''یعنی فاطمہ میرے تن بدن کا ٹکڑا ہے' اس کو ناراض کرنا مجھے ناراض کرنا ہے نیز جو چیز اسے بری لگتی ہے مجھے بھی بری لگتی ہے اوراس کو ایذاء پہنچانا مجھے ایذاء پہنچانا ہے۔

ملاحظہ ہو (مشکٰوۃ صفحہ ۵۶۸ بحوالہ صحیح بخاری ومسلم باتفاقهما علیه عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ)۔

ایک روایت میں اس طرح ہے: ''مضغة منی یغیظنی ما یغیظها ''یعنی فاطمہ میرے جسم کی بوٹی ہے اس کو غیظ دلانا' مجھے غیظ دلانا ہے اور اس کو خوش کرنا مجھے خوش کرنا ہے۔

ملاحظہ ہو (عینی شرح بخاری جلد ۱۶ صفحہ ۲۳۱ بحوالہ حاکم وقال صحیح الاسناد' طبع کوئٹہ)۔

سیّدہ سلام اللہ علیہا کو گالی دینا کفر ہے:

امام المحدثین شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں: ''وسبکی استدلال کردہ است بایں کہ ہر کہ دشنام کند فاطمہ را کافر شود'' یعنی امام سبکی نے اس حدیث کو اس امر کی دلیل قرار دیا ہے کہ حضرت

سیّدہ سلام اللہ علیہا کو گالی بکنے والا کافر ہے (اشعۃ اللمعات جلد۴ صفحہ ۶۸۵ طبع سکھر)۔

نیز علامہ عینی علیہ الرحمۃ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''واستدلّ به البیهقی علی ان من سبها فانه یکفر ''یعنی امام بیہقی نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ جو سیّدہ کو گالی دے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(عینی شرح بخاری جلد ۱۶ صفحہ ۲۴۹)۔

نیز امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس کے تحت ارقام فرماتے ہیں: ''استدلّ به السهیلی علی ان من سبها فانه یکفر ''یعنی امام سہیلی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو اس امر کی دلیل قرار دیا کہ حضرت سیّدہ کو سبّ کرنے والا کافر ہے۔

(قسطلانی شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۴۱ طبع دار الفکر بیروت)۔

اسی طرح امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے۔

(فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۳۲ طبع مصر)

اس کی توجیہ میں فرماتے ہیں: ''وتوجیهه انها تغضب ممن سبها وسوّی بین غضبها وغضبه ومن اغضبه صلی اللہ علیه وسلم یکفر وفی هٰذا التوجیه نظرلا یخفی ''یعنی سیّدہ کو گالی بکنے والے کے کافر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں گالی دینا ان کو غضب دلانے کا موجب ہے جب کہ حدیث میں سیّدہ اور حضور کو ناراض کرنے کا حکم برابر رکھا گیا ہے۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کرنے والا کافر ہے۔ مگر اس توجیہ میں نظر یعنی کلام اور تفصیل ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ (فتح الباری جلد، صفحہ، طبع مذکور)۔

وبناحیۃ اخریٰ: (لفظ خطا کے دورُخی ہونے کے حوالہ سے استدلال)

اس سے قطع نظر اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ مطلق خطا کے مشترکتہ المعانی مان لینے کی صورت میں یہ لفظ دورُخی الفاظ سے قرار پائے گا۔

جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس سے تعلق رکھنے والے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ آپ سے متعلق پہلودار اور دورُخی الفاظ (جن کا توہین یا سبب توہین ہونا معلوم ہو' ان) کا بولنا شرعاً حرام ہے جس کی ایک مثال رَاعِنَا کے الفاظ ہیں جو دوران خطاب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی نظر کرم حاصل کرنے کے لیئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بولتے تھے کہ حضور! ہماری رعایت فرمائیں یعنی سرکار! یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائیں تا کہ ہم اچھی طرح سن سمجھ لیں۔

یہود کی زبان میں یہ لفظ ایک برے معنٰی میں مستعمل تھے' انہوں نے موقع سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے گالی دینے کی غرض سے یہ الفاظ بولنے شروع کر دیئے جس پر صحابۂ کرام کو بہت رنج پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ شریف کی آیت نمبر ۱۰۴ (یٰایھا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا الآیۃ) نازل فرما کر اس پر پابندی عائد فرما دی اور اس کی جگہ ''انظرنا'' کہنے کا حکم فرمایا یعنی حضور ہم پر نظر کرم فرمائیں (ملخّصاً)۔

ملاحظہ ہو (کنز الایمان مع خزائن العرفان صفحہ ۲۲ حاشیہ ۱۸۵ طبع چاند کمپنی لاہور)۔

نیز (مقالات کاظمی جلد ۲ صفحہ ۲۵۵ طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال)۔

اسی لیئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عام بول چال میں بھی اس کا سخت اہتمام رکھتے ہوئے اس طرح کے پہلودار الفاظ سے سختی سے اجتناب کرتے تھے جس کی

ایک مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے معمر صحابی حضرت قباث بن اشیم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "انت اکبرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ آپ بڑے ہو یا حضور؟

یہ سوال ان کی عمر کے متعلق تھا۔ تو انہوں نے سیدھا کہہ دینے کی بجائے بہت احتیاط سے کام لیتے ہوئے یہ جواب دیا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکبر منی وانا اقدم منه فی المیلاد "یعنی بڑے آپ ہیں البتہ پیدائش میری پہلے ہوئی تھی۔ (جامع الترمذی عربی جلد۲ صفحہ ۲۰۲ طبع دہلی و پاکستان)

بعینہ یہی بات حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ (تاریخ الخلفاء عربی صفحہ ۱۳۱، ۱۶۷ بحوالہ خلیفہ بن الخیاط واحمد وابن عساکر عن یزید بن اصم "انت اکبر وانا اسن منك" نیز (فہم دین مؤلفہ ڈاکٹر جلالی جلد ۹ صفحہ ۳۷۵، ۳۷۶ بحوالہ سیر اعلام النبلاء "هو اکبر وانا ولدت قبله")۔

نیز حضرت سعید بن یربوع سے منقول ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۶ بحوالہ طبرانی: "انت اکبر واخیر منی وانا اقدم")۔

نیز حضرت براء رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے:

"اصابعی اقصر من اصابعه" (فہم دین جلالی جلد ۹ صفحہ ۳۸۰ بحوالہ ابوداؤد)۔

بناءً علیہ بر سبیل تنزل حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق مطلقاً لفظ خطا کا اطلاق بھی ممنوع ہے کیوں کہ یہ بھی اس صورت میں پہلودار اور دورُخی الفاظ سے ہے۔

اقولُ: اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت سیّدہ سے مطلقاً لفظ خطا کی نسبت کو سیّدہ کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سوءِ ادبی کہنا بھی درست ہے للحدیث "یریبنی مارابها ویؤذینی ما اذاها" (وقد مرّ آنفاً)۔

باب ششم
(متنازعہ الفاظ پر عائد ہونے والے حکمِ شرعی کا بیان)

اب پڑھیئے اس امر کی تفصیل کہ زیر بحث متنازعہ الفاظ پر شرعی حکم کیا عائد ہوگا؟

تو اس کے لیئے سب سے پہلے یہ متعین کر لینا ضروری ہے کہ جلالی صاحب کے متنازع بیان میں لفظ خطا اور غلطی کا معنٰی و مطلب کیا ہے کیوں کہ امام راغب کا حوالہ ابھی گزرا ہے کہ لفظ خطا مشترک المعانی الفاظ سے ہے جس کی مزید مثال باب الطلاق میں الفاظ کنایات بھی ہیں جس کا پہلا مرحلہ ازراہِ انصاف خود متکلّم سے اس کی مراد کا معلوم کرنا ہے جسے موصوف کے اس سلسلہ کے وضاحتی کلپس سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

متنازعہ الفاظ کے متعلق وضاحت از جلالی صاحب:

فاقول وباللہ التوفیق : جلالی صاحب نے بولے گئے اپنے ان الفاظ کے متعلق جو مختلف وضاحتی بیانات دیئے ہیں ان کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ:

نمبرا: ان الفاظ میں خطا اور غلطی سے ان کی مراد "خطأ اجتہادی" ہی ہے جو مجتہد کے حق میں ایک موجب اجر امر ہے، اس سے خطأ معصیت ہرگز

مراد نہیں۔

نمبر۲: نیز یہ کہ خطأ اجتہادی مراد لیتے ہوئے مطلق خطا بولنا اور حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی طرف اس کی اطلاقی نسبت کرنے کی بھی گنجائش ہے وجہ یہ ہے کہ ایسی نسبت تو بقول ان کے نبیوں کی طرف بھی درست ہے پس صحابہؓ واہل بیت کی طرف وہ بطریق اولیٰ (یعنی دلالۃ النص سے) درست ہوئی۔

چنانچہ ''عظمت سیّدۃ النساء رضی اللہ عنہا کانفرنس'' نامی ان کے کلپ میں ان کے الفاظ ہیں کہ: ''یہ جو لفظ خطا ہے' جب اس لفظ کو کوئی مترادف سمجھتا ہے معاذ اللہ مترادف گناہ کا' غلطی کا' سیئہ کا' نقص کا' عیب کا! تو وہ پھر اپنا منہ بند رکھے' کبھی بھی لفظِ خطا نہ بولے۔ ہماری زبانیں کٹ جائیں' ہمارے کلیجے پھٹ جائیں' ہماری جانیں جسم سے نکل جائیں اس وقت سے پہلے کہ جو وقت سیّدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی معاذ اللہ توہین کرنے کا وقت ہو' گستاخی کرنے کا وقت ہو' اس سے ایسی زندگی کروڑہا درجہ موت اچھی ہے۔ جس بنیاد پر ہم نے بولا' وہ ہمارے اصول میں لکھا ہے۔ دور دور تک اس میں بو بھی گستاخی کی موجود نہیں بلکہ اس کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان میں اجر کا باعث قرار دیا گیا ہے''۔

نیز موصوف نے عبارت بحر العلوم کے تحت کہا: ''اس میں نقص نام کا کروڑواں حصّہ بھی نہیں' یہ ان کی فضیلت ہے کہ اجتہادی خطا ایک نیکی اور ثواب رکھا گیا اور وہ عیب نہیں کیوں کہ غیر نبی ہیں اور ان کے لئے اجتہادی خطا عیب نہیں بلکہ باعث اجر و ثواب ہے''۔

نیز ''تعظیم زہراء کانفرنس'' نامی کلپ میں موصوف کے الفاظ ہیں کہ:

''یہ نظریہ اہل سنّت ہے، اس سے سیّدہ طیّبہ کی شان پہ حملہ نہیں ہوتا۔

اوراس میں دوسری بات اس سے بھی آگے کی ہے، وہ حدیث شریف میں ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر ہورہا ہے اور نسبت خطا کی ہورہی ہے مطلق خطا۔ ہم نے جب امکان خطا میں آگے اجتہادی کی وضاحت کی تو لوگ کہتے ہیں بولتے ہوئے تو مطلق خطا کہہ رہے تھے، اب خطأ اجتہادی کہہ رہے ہو۔ تو یہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نبوت کو بیان کرتے ہوئے نسبت خطا کی مطلقاً کردی۔ تو ہے کسی کی ہستی کہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف کوئی نسبت کرے کسی عیب کی کہ کیوں نسبت کی؟ حالانکہ بولا خطا ہے۔ مراد خطا اجتہادی ہے بولا خطا ہے (الیٰ) یہاں امکان خطا نہیں، وقوع ہے اور ساتھ اجتہادی کی قید بھی نہیں ہے''۔

خلاصۂ وضاحتِ موصوف یہ کہ ان کے متنازع بیان میں خطا سے مراد خطا اجتہادی ہے نیز یہ کہ خطا اجتہادی کی نیت سے حضرت سیّدہ سے مطلق خطا کی نسبت بھی ٹھیک ہے۔

منقولہ وضاحتی بیان کا فائدہ یا نقصان:

ڈاکٹر جلالی صاحب کے اس وضاحتی بیان کا فائدہ ان کو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ان کے کلام ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' وغیرہ میں انہوں نے خطا کے لفظ 'خطأ' معصیت کی نیت سے نہیں بولے اور یہ کہ یہ غلط اور شان سیّدہ کے منافی الفاظ انہوں نے دانستہ نہیں بولے بلکہ غلط معنٰی کے تصوّر کے

بغیران سے صادر ہوئے ہیں اوراس طرف ان کا ذہن بالکل نہیں گیا مگران کے اس وضاحتی بیان سے ہمیں کچھ نقصان نہیں اور نہ ہی اس سے ہمارے موقف کی صحت پر کچھ اثر پڑتا ہے کیوں کہ اصل موضوع بحث خطأ اجتہادی ہے ہی نہیں بلکہ اصل موضوع مطلق خطا اور غلطی کی نسبت ہے جوانہوں نے اپنے متنازع بیان میں حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کی طرف کی ہے۔

چنانچہ ان کے لفظ ہیں: ''معصوم نہیں تھیں غلطی ہوگئ'' اور خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں''۔

مکمل الفاظ مع حوالہ جات باب اوّل میں نقل کئے جا چکے ہیں جب کہ حقیقت واقعیہ بھی یہی ہے کہ ان کے بیانات کے پورے سیاق وسباق میں خطا اور غلطی کے لفظوں کے ساتھ اجتہادی کی کوئی قید نہیں ہے اوراس کا ذکر تو درکنار اس کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے جس کا خود موصوف کو بھی واضح اقرار ہے جیسا کہ کچھ پہلے منقولہ بالا عبارت میں ان کے لفظ ہیں کہ: ''ہم نے جب امکان خطا میں آگے خطا اجتہادی کی وضاحت کی تو لوگ کہتے ہیں، بولتے ہوئے تو مطلق خطا کہہ رہے تھے، اب خطا اجتہادی کہہ رہے ہو''۔

نیز تعظیم زہراء کانفرنس میں بھی انہوں نے اس کا اعتراف کیا ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں کہ: ''لہٰذا میں نے جو مطلق بولا تھا اس کا جواب بھی اسی سے ہوگیا''۔

الغرض ان کی یہ تصریحات اس امر کا کھلا اعتراف ہیں کہ انہوں نے اپنے متنازعہ بیانات میں واقعی اجتہادی کی قید کے بغیر مطلق خطا کی نسبت کی تھی

ع مدّعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

موصوف کے وضاحتی بیانات میں جو اجتہادی کی قید ہے وہ ان کی طرف سے کم وبیش سوا تین ماہ کے بعد بڑھائی گئی ہے کیوں کہ ان کی متنازع تقریریں ۲۳،۲۸ فروری ۲۰۲۰ء کی ہیں جب کہ وضاحتی کلپس جون ۲۰۲۰ء کے دوسرے ہفتے کے ہیں جس سے اوّل الذکر میں خطا کی بجائے صرف ''غلطی'' کا لفظ اور ثانی الذکر میں خطا خطا کی تکرار ہے تو یہ غلطی کے معنیٰ کا تسلسل ہوا اور متنازعہ بیانات میں خطا اجتہادی کے مذکور ہونے کے دعویٰ کے غلط ہونے کا بیّن ثبوت۔

موصوف کے اس اقرار سے ان کا ایک جگہ پر دیا گیا یہ جواب بھی باطل ہوگیا کہ انہوں نے اپنے متنازع بیان میں جو یہ کہا تھا کہ ''لیکن جب آگے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں ان کی حدیث سن کر سر تسلیم خم کرلیا''۔

ان کے یہ الفاظ خطا اجتہادی کی تعیین کے لیئے تھے کیوں کہ ان کا اقراری بیان ہے کہ ان کی اس تقریر میں واقعی ''اجتہادی'' کی قید نہیں تھی۔ پس یہ جواب انہوں نے بعد میں وضع کیا ہے۔ مزید یہ کہ انہوں نے اپنے ان الفاظ ''معصوم نہیں تھیں غلطی ہوگئی'' کو حضرت قبلۂ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بنا کر پیش کیا ہے جب کہ حضرت کی عبارت میں لفظاً، معنیً اس کا کوئی نام ونشان نہیں۔ برتقدیر تسلیم اس کا تعلق مسئلہ عصمت سے ہے پس یہ موصوف کی دلیل نہ ہوئی کیوں کہ خطأ اجتہادی، عصمت میں مأخوذ نہیں ہوتی۔

بایں ہمہ موصوف کے مذکورہ وضاحتی بیان کے بعد ہمیں اس حد تک مان لینے میں کچھ باک نہیں ہے کہ ان کی متنازع تقریر میں خطا سے ان کی مراد خطأ اجتہادی ہے کیوں کہ ایک تو حسب بیان امام راغب ”هذه اللفظه مشترکه الخ“ اس میں اس کی گنجائش ہے کہ اس کا ایک معنٰی خطا اجتہادی بھی ہے۔

دوسرا یہ شرعی اصول بھی ہے کہ جب کسی غیر معروف بالسوء صحیح العقیدہ اور صالح سنّی سے حادثاتی طور پر اس جیسے الفاظ صادر ہو جائیں تو ان کو حتی الوسع محمل حسن ہی پر رکھا جائے گا حتّٰی کہ کفری احتمالات بھی ہوں تو اس میں موجود ایمانی پہلو کو ترجیح دی جائے گی۔

چنانچہ امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی قدس سرّہ کے حوالہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”یاد رہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں، بحکم قرآن انہیں معنیٰ حَسَن پر حمل کریں گے اور جب کسی مردود سے صادر ہوں جو صریح توہینیں کر چکا ہو تو اس کی خبیث عادت کی بناء پر معنیٔ خبیث ہی مفہوم ہوں گے کہ کل اناء یترشح بما فیه (ہر برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے)“۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۲۲۴ مسئلہ نمبر ۵ طبع رضا فاؤنڈیشن)۔

نیز ارقام فرماتے ہیں کہ: فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاؑویل پیدا ہو جس کی رُو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں، خیال میں

نہ لائیں'' (فتاویٰ رضویہ جلد۱۲ صفحہ ۳۱۷ نیز جلد ۱۵ صفحہ ۲۳۶ وصفحہ ۲۵۶ نحوہ' طبع مذکور)۔

اقول: علم المعانی میں موجود''انبت الربیع البقل'' کی مثال سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جلالی صاحب کے وضاحتی بیانات سے اتنا واضح ہوتا ہے کہ ان کی متنازع تقریر میں مذکور لفظ خطا سے مراد خطأ اجتہادی ہے جو جرم نہیں جب کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے جس کے جواز کے وہ اب بھی قائل ہیں (جیسا کہ ان کے منقولہ وضاحتی بیان میں موجود ہے)۔

بناءً علیہ ہمارا اعتراض تا حال جوں کا توں قائم اور ان پر توبہ' ورجوع کا حکم حسب سابق صحیح اور باقی ہے جب کہ لفظ ''غلطی'' کے حوالہ سے ان پر اعتراضات مستزاد ہیں (کما سیأتی)۔

الفاظ بدل دینے کے پروپیگنڈہ کا ضمناً ردّ:

اس تفصیل سے یہ امر بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت سیّدہ کی طرف مطلق خطا کے اطلاق کے جواز کا جلالی نظریّہ بدستور برقرار ہے تو' توبہ اور رجوع کئے بغیر الفاظ کو بدل دینا اور بے خطا بے گناہ کے نعرے لگانا محض ڈھونگ ہے جس پر اس کنویں کی مثال پوری پوری صادق آتی ہے جس سے اصل چیز کو نکالے بغیر اس کا پانی نکالنے پر پورا زور لگایا جائے (اس کی کچھ تفصیلات خاتمہ میں آئیں گی)۔

جلالی صاحب کے متنازعہ الفاظ کا شرعی حکم:

ان ضروری تفصیلات کے معلوم کر لینے کے بعد اب پڑھیئے جلالی

صاحب کے متنازعہ الفاظ کا شرعی حکم۔

فاقول وباللہ التوفیق : الغرض جلالی صاحب کے متنازعہ بیانات میں حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بولے گئے مطلق خطا و غلطی کے الفاظ کا ناقابل تردید ٹھوس دلائل کی رُو سے من حیث الاصل حکم یہی ہے کہ وہ گالی کے معنٰی میں ہونے کے باعث سوء ادبی ہی کی مد میں آتے ہیں جو امام سہیلی، امام بیہقی اور امام سبکی وغیرہم کے حسب ارشادات کفر تک قرار پاتے ہیں جسے علامہ قسطلانی، علامہ عینی اور شیخ محقق وغیرہ جیسے علماء ذی شان نے رد نہیں فرمایا بلکہ مبحث فیہ میں مطلق خطا بمعنی معصیت کو سیّدہ کی طرف منسوب کرنے کے جرم ہونے پر فریقین کا اتفاق ہے یعنی یہ الفاظ بالقصد برے معنٰی میں بولے جائیں تو بالاتفاق استخفاف شمار ہوں گے جب کہ ایسے الفاظ کے بولنے کا حکم شرعی یہ ہوتا ہے کہ مقدسین کی جانب ان کی عمداً اور دانستہ نسبت کرنے کی صورت میں بولنے والے پر حکم جرم بھی عائد ہوتا ہے اور توبہ کرنا بھی لازم ہوتا ہے۔ نادانستہ اور بے خبری میں ہو تو حکم جرم تو نہیں لگتا البتہ جب بولنے والے کو اس سے مطلع کیا جائے تو اس پر فوراً توبہ و رجوع کرنا بہر حال ضروری ہوتا ہے۔

پس متوجہ کرنے پر جلالی صاحب نے چونکہ اپنے اپنے وضاحتی بیانات میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ ان کے بولے گئے الفاظ میں خطا سے ان کی مراد جرم، گناہ اور معصیت اور اس کے کوئی برے معنٰی ہرگز نہیں ہیں بلکہ اس سے ان کی مراد خطائے اجتہادی ہی ہے جو شرعاً مجتہد کے حق میں موجب اجر ہوتی ہے۔ اس لیئے یہی کہا جائے گا کہ ان کے متنازعہ کلام میں خطا سے خطائے معصیت مراد لینا

ان کے وضاحتی بیان کے قطعاً خلاف، اس کے بالکل منافی اور توجیہ القول بما لا یرضٰی بہ قائلہ' ہے۔ اگرچہ ان کا ظاہر کلام اس کا ساتھ نہیں دیتا۔

نیز یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ برے معنٰی والے یہ الفاظ انہوں نے دانستہ نہیں بولے بناءً علیہ شرعاً اس پر C 295 وغیرہ جیسی دفعات نہیں لگتیں۔

لیکن چونکہ یہ الفاظ ان سے صادر ہوئے ہیں جس سے ان سے نادانستہ سوءادبی کا ارتکاب ہو گیا ہے اس لیئے توبہ ورجوع کا حکم ان پر بہرحال باقی ہے۔

بالفاظ دیگر ان کی وضاحت کے بعد یہی کہا جائے گا کہ انہوں نے دانستہ اس جرم کا ارتکاب نہیں کیا مگر اس سے نادانستہ ارتکاب جرم کا حکم ختم نہیں ہو جائے گا۔

جیسے کوئی کہنا یہ چاہتا تھا کہ اللہ ایک ہے مگر بے توجہی اور بے خیالی میں زبان سے نکل گیا یہ کہ معاذ اللہ اللہ ایک نہیں ہے تو ظاہر ہے اس صورت میں اگرچہ اس کے کافر ہونے کا حکم نہیں لگے گا مگر قول کفر ہی رہے گا اور پتہ چلنے پر توبہ بہرصورت لازم ہوگی اور ڈٹ جانا ہرگز روا نہیں ہوگا۔

اس پر ملاحظہ ہوں کچھ نصوص!

لزوم والتزام کا حکم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے:

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت قدس سرّہ کا ارشاد ہے کہ ''لزوم والتزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات، اور قائل کو کافر مان لینا اور بات''۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۳۶، ۲۵۶ طبع رضاء فاؤنڈیشن)۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے:

مصنف بہار شریعت، تلمیذ و خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ:

''اقوال کفریہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جس میں کسی معنی صحیح کا بھی احتمال ہو، دوسرے وہ کہ اس میں کوئی ایسے معنیٰ نہیں بنتے جو قائل کو کفر سے بچاوے۔ اس میں اوّل کو لزوم کفر کہا جاتا ہے اور قسم دوم کو التزام۔ لزوم کفر کی صورت میں بھی فقہاء کرام نے حکم کفر دیا مگر متکلمین اس سے سکوت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں جب تک التزام کی صورت نہ ہو، قائل کو کافر کہنے سے سکوت کیا جائے گا اور احوط یہی مذہب متکلمین ہے''۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۵۱۲، ۵۱۳ طبع مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)۔

غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان سے:

امام اہل سنت، غزالیٔ زماں شیخنا الکریم حضرت علامہ سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی امروہوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ علماء بریلی یا ان کے ہم خیال کسی عالم نے آج تک کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا خصوصاً مسئلہ تکفیر کے حوالہ سے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرّہ العزیز تو مسئلۂ تکفیر میں اس قدر محتاط واقع ہوئے تھے کہ امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے بکثرت اقوال کفریّہ نقل کرنے کے باوجود لزوم و التزام کفر کے فرق کو ملحوظ رکھا الخ۔

پھر لزوم والتزام پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے ارقام فرمایا ہے کہ:

''لزوم کفر کے معنٰی ہیں کفر کا لازم ہونا۔ اور التزام کفر کے معنٰی ہیں کفر کو اپنے اوپر لازم کرنا۔ بعض اوقات ایک کلام مستلزم کفر ہوتا ہے مگر قائل کو اس کا علم نہیں ہوتا' یہ لزوم کفر ہے مگر جب اسے بتادیا جائے کہ تیرے اس کلام کو کفر لازم ہے اور وہ اس کے باوجود بھی اس پر اڑا رہے اور اپنے کلام میں لزوم کفر کے خبردار ہوکر بھی اس سے رجوع نہ کرے تو التزام کفر ہوگا۔

مثال کے طور پر تقویۃ الایمان کی وہ عبارت سامنے رکھ لیجئے جس میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ہر چھوٹی بڑی مخلوق کو اللہ تعالٰی کی شان کے آگے چوہڑے چمار سے زیادہ ذلیل کہا ہے۔ ظاہر ہے کہ چھوٹی مخلوق سے عام مخلوق اور بڑی مخلوق سے خاص مخلوق انبیاء علیہم السلام' ملٰئکہ مقربین' محبوبان بارگاہ ایزدی کے معنٰی بلا تأمّل سمجھ میں آتے ہیں اور تمام بڑی مخلوق کا چوہڑے چمار سے زیادہ ذلیل ہونا مستلزم ہے انبیاء کرام علیہم السلام کے اسی طرح ہونے کو' جو کفر صریح ہے۔

لیکن اگر ہم حسن ظن سے کام لے کر یہ سمجھ لیں کہ امام الطائفہ اس سے بے خبر تھا تو یہ لزوم کفر ہوگا اور جب اسے خبردار کردیا جائے کہ تیرا یہ کلام کفر کو مستلزم ہے مگر وہ اس کے باوجود بھی اپنے اس قول سے رجوع نہ کرے تو یہ التزام کفر ہے۔

امام الطائفہ کے متعلق تو تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ تسلیم بھی کرسکتے ہیں کہ وہ اس لزوم کفر سے غافل تھا اور اسے کسی نے متنبہ بھی نہیں کیا اس لئے یہ لزوم'

در کی گدائی پر موقوف ہے۔ حضرت جنید کی کشتی اور اپنے شیخ المشائخ امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت کی پالکی کی سواری کے واقعات کو مشعل راہ بنا کر تاریخ میں اپنا نام لکھوائیں۔

توبہ مطلوب شرع ہے:

توبہ مطلوب اور مالک کو بہت محبوب اور اس سے کنارہ کشی کرنے والا سخت مبغوض ہے کما قال تعالیٰ ''توبوا الی اللہ توبة نصوحا'' وایضاً ''وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون'' وقال ''ومن لم یتب فاولئک ھم الظالمون''۔

وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اللہ اشد فرحا بتوبة عبدہ حین یتوب الیہ'' روا ہ مسلم عن سیّدنا انس رضی اللہ عنہ وفی لفظ للہ افرح بتوبة عبدہ المؤمن وفی آخر ''للہ اشد فرحا'' الخ۔

(رواہ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۳،۲۰۶)

وقال ایضاً خیر الخطّائین التوابون رواہ ابو دائود والترمذی وابن ماجة والدارمی (مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۴)۔

خصوصاً علماء سے بہت مطلوب ہے کیوں کہ لوگوں نے ان کو دیکھ کر ان کے پیچھے چلنا ہوتا اور اپنی سمت متعین کرنا ہوتی ہے جو ان احادیث سے بھی بخوبی عیاں ہے۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے: ''الا ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء'' جس کا خلاصۂ مفہوم یہ ہے کہ علماء حق کے فرائض منصبی میں شامل ہے کہ وہ خود کو اس طرح سے رکھیں کہ ان کے رویّہ سے لوگوں کے ایمان وعمل صالح کی حفاظت ہو، ان میں بگاڑ نہ آنے پائے۔

ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷ بحوالہ دارمی عن حکیم بن رضی اللہ عنہ مع حاشیہ ۱۰ بحوالہ مرقاۃ وطیبی)۔

نیز ایک روایت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

''یهدمه زلّة العالم'' یعنی عالم کے پھسلنے سے اسلام کی عمارت منہدم ہوتی (اور اسے شدید نقصان پہنچتا) ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷ بحوالہ دارمی)۔

علانیہ غلطی کی علانیہ توبہ لازم ہے:

پھر چونکہ علانیہ غلطی کی توبہ کا علانیہ ہونا ضروری ہوتا ہے کیوں کہ اس کے بغیر غلطی کے مرتکب کے متعلق پائے جانے والے شکوک وشبہات رفع نہیں ہوتے بلکہ بدستور قائم رہتے ہیں جب کہ موصوف کی غلطی بھی علانیہ قسم کی ہے اس لئے ان پر توبہ بھی علانیہ لازم ہے۔

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے:

چنانچہ امام اہل سنت، مجدّد دین وملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان اس نوعیت کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''جیسے مجمع میں اس نے وہ ناپاک ملعون لفظ کہا، اسے حکم ہے کہ ویسے ہی مجمع میں توبہ کرے''۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۳۵ طبع مکتبہ رضویہ کراچی مطبوعہ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء)۔

نیز اس طرح کی ایک اور صورت سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں کہ: ''ان پر ویسے ہی مجمع کثیر میں علی الاعلان توبہ کرنا از سر نو مسلمان ہونا فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''اذا عملت سیئة

التزام کی حد تک نہیں پہنچا لیکن اس کے اتباع واذناب بار بار تنبیہ کئے جانے کے باوجود بھی اس عبارت کو صحیح قرار دیتے ہیں' ان کے حق میں کیسے کہا جائے کہ وہ التزام کفر سے بری نہیں؟''

ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی جلد دوم صفحہ ۲۵۷ مع حاشیہ نمبر ا رسالہ الحق المبین مکتبہ فریدیہ ساہیوال طباعت اولیٰ ۱۳۹۸ھ)۔

——◆◆◆——

باب ہفتم
(جلالی صاحب پر حکم توبہ مع وجوہ)

وجہ اوّل (نسبت خطا):

جب ناقابل تردید ٹھوس دلائل اور وجوہ صحیحہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ ڈاکٹر جلالی صاحب کے متنازع فیہا الفاظ فی نفسہا سوء ادبی ہیں تو موصوف کو چاہئے کہ وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں اور فوری توبہ ورجوع کریں۔ اس میں بالکل دیر نہ کریں اور کسی قسم کا پس وپیش روا نہ رکھیں، زندگی کا پتہ نہیں ہے، بقیہ لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان سے بھرپور فائدہ اٹھائیں جب کہ معاملہ بھی بہت نازک ہے کہ حضور سیّد الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہزادی کا ہے جو سیّدۃ النساء اہل الجنۃ ہیں جن کو راضی کرنے کے لیئے ہر طرح کی انا کو ٹھوکر لگا کر بچھ جانا مطلوب ہے۔

بالفاظ دیگر ادھر، ادھر دیکھنے اور کسی کے سبز باغوں میں الجھنے کی بجائے محض للہ، فی اللہ اور حبًّا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بدوام ملک اللہ کو اپناتے ہوئے اور لحاظ رکھتے ہوئے دنیا وآخرت میں سرخروئی حاصل کریں کیوں کہ قبر وآخرت کی تمام منزلوں کی آسانی و بہتری اور جملہ مراحل میں کامیابی اور سرخروئی اسی

فاحدث عندها توبة السر بالسر و العلانية بالعلانية ''یعنی جب تم سے کوئی برائی سرزد ہو تو فوراً توبہ کرلو' چھپے میں ہو تو توبہ کا چھپے میں ہونا کافی ہے اور علانیہ ہو تو توبہ کا علانیہ ہونا لازم ہے۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۱۵۱ طبع مذکور بحوالہ الزهد للامام احمد و طبرانی کبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بسند حسن)۔

الغرض مولانا کسی قسم کا پس و پیش روا رکھے بغیر پہلی فرصت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے اپنے ان ہلکے الفاظ سے توبہ کریں' اسی میں بہتری اور اسی میں حقیقی وقار ہے و اللہ الموفق و هو يهدى السبيل۔

وجہ دوم (بے شمار علماء و مشائخ اہل سنّت کو رافضی یا نیم رافضی قرار دینا):

موصوف کی موجب توبہ غلطیوں میں سے ایک بڑی غلطی یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی حمایت میں آواز اٹھانے والے بے شمار صحیح العقیدہ سنّی علماء و مشائخ اور سادات کرام کو رافضی اور نیم رافضی قرار دے دیا ہے جو بہت بڑا ظلم اور سخت زیادتی ہے۔ کیوں کہ حبِّ اہل بیت سنّی عقیدہ کا حصہ ہے۔ جس سے ان پر پہلی فرصت میں توبہ ضروری ہے ورنہ اس کا سارا وبال بوجوہ خود ان پر رہے گا۔ کیوں کہ:

۱: اہل سنّت کو رافضی کہنا ان کو لفظوں کے پردے میں دنیا کا بدترین کافر کہنے کے مترادف ہے وجہ یہ ہے کہ روافض کا شرعی حکم یہی ہے۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۹ تا ۲۶۸ طبع رضا فاؤنڈیشن)۔

جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوٹوک فیصلہ ہے کہ جو کسی مسلمان کو بلاوجہ کافر و مشرک کہے وہ خود ہی اس کی زد میں آجاتا ہے۔ حیث

قال علیه الصلوٰة والسلام ''فقد باء به احدهما'' وقال ''الرامی''۔
ولنعم ما قیل ''حق بہ صاحب حق برسید''۔ پہنچی خاک وہیں جہاں کا خمیر تھا۔

۲: حقیقت میں خود رافضیت کا حکم بھی انہی پر لوٹا کیوں کہ رافضی اسے کہتے ہیں جو اہل بیت کا نام لینے کے ساتھ ساتھ بغض صحابہ رکھتا ہو جس سے اہل سنت بفضلہٖ تعالیٰ ہزار بار بری ہیں۔ موصوف اور ان کے طرف دار اس کی زد میں اس طرح سے ہیں کہ حضرت سیّدہ اہل بیت بھی ہیں، صحابیہ بھی جب کہ موصوف اور ان کے حامیوں نے ان کی طرف مطلق خطا کی نسبت کی ہے اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی طرف خطا اجتہادی سے زائد کی نسبت کرنا رفض ہے۔
ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۶۱۵ رضا فاؤنڈیشن رسالہ ''امور عشرین در امتیاز عقائد سنّیین'')۔

۳: البتہ سیّدہ کے اہل بیت ہونے کی وساطت سے موصوف اور ان کے طرف داران پر ناصبیت وخارجیت کی حمایت کا الزام ضرور آ گیا کیوں کہ اس کی علامت یہ ہے کہ حبّ صحابہ کے دعویٰ کے ساتھ اہل بیت سے عدم وابستگی ہوگی جب کہ سیّدہ کی طرف مطلق خطا کی نسبت کرنا اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ پس ''رافضی اور نیم رافضی قرار دینے کے جواب میں ان کے متعلق کوئی اگر پورے یا پونے ناصبی وخارجی'' کے لفظ بول دے تو قطعاً بے جا نہیں ہوگا۔ کما تدین تدان۔
یونہی ''کالی بھیڑوں'' کے الفاظ کے جواب میں رنگ برنگے بھیڑیئے

کوئی کہے تو حدیث ''السنتھم احلٰی من السکر وقلوبھم قلوب الذیاب'' سے اس کو مزیّن کیا جا سکتا ہے جو خوارج ونواصب کے متعلق وارد ہے۔

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

۴: چوتھی افتاد موصوف پر یہ پڑی کہ سنّت الٰہیّہ اسی طرح سے جاری ہے کہ اس کے محبوبین پر زبان کھولنے والا ان کے فیض نسبت ومحبت سے محروم کر دیا جاتا ہے جب تک اس سے سچے دل سے توبہ تائب نہ ہو۔

بناءً علیہ مطلق خطا کی نسبت کرنے کا حصہ بننے والے سب لوگ حضرت سیّدہ کی نسبت کی برکات سے محروم ہو گئے اور جب تک سچّی توبہ نہیں کریں گے نسبت سے خالی ہو جانے کے باعث ان کو صحیح قلبی سکون نصیب نہیں ہوگا۔

قال العارف الرومی ؎

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس دَرَد
میلش اندر طعنۂ پاکاں مے برَد

آخر میں ملاحظہ کیجئے' صحیح العقیدہ سنّی کو رافضی کہنے والے کے متعلق حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ۔

آپ فرماتے ہیں: ''اگر واقع میں سنّی ہے اس میں رفض کی کوئی بات نہیں تو کہنے والا سخت گنہگار' اس پر توبہ فرض اور معافی مانگنا لازم''۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم حصہ چہارم صفحہ ۴۱۵ طبع مکتبہ رضویہ کراچی مطبوعہ ۱۴۳۴ھ/ ۱۴۱۳ء)۔

باب ہشتم
(مطلق خطا کے بولنے کے جواز کے جلالی دلائل کا ردّ)

رہا ڈاکٹر صاحب (اوران کے ہمنواؤں) کا اس مقام پر یہ کہنا کہ خطأ اجتہادی مراد لیتے ہوئے مطلق خطا بول دینا جائز ہے حتّٰی کہ یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت سے بھی درست ہے تو جو طبقہ ان سے نیچے ہے (صحابہؓ واہل بیت) ان کے لیئے بطریق اولیٰ (دلالۃ النص سے) صحیح ہوا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ موصوف کا خالی دعویٰ ہے جس کی مطلوبہ معیار کی کوئی دلیل وہ تا حال پیش نہیں کر پائے (واضح رہے کہ مطلوبہ معیار سے مراد یہ ہے کہ کسی ذمّہ دار قسم کے سنّی عالم شان نے سیاق وسباق میں اجتہادی کی تقیید کے بغیر اردو ماحول میں حضرت سیّدہ کی طرف مطلق خطا کی نسبت کی ہو جب کہ وہ عوامی سطح پر ہو نیز ان کے زمانہ اور علاقہ میں مطلق خطا کی نسبت برے معنٰی میں معروف بھی ہو جیسا کہ ہمارے آج کے یہاں کے عرف عام میں ہے کیونکہ عرف بدلتا بھی رہتا ہے اور مختلف علاقوں اور زمانوں میں مختلف بھی ہوتا ہے جس کی مکمل باحوالہ تفصیل باب چہارم میں گزر چکی ہے) اور جو نام کے دلائل

موصوف نے پیش کئے ہیں وہ معیار سے ہٹ کر اور محض مغالطات ہیں۔

مزید یہ کہ دلائل اس کے برخلاف قائم ہیں جن میں خود ڈاکٹر صاحب موصوف کے مسلّمات بھی شامل ہیں۔

تو پڑھیئے سب سے پہلے موصوف کے اس سلسلہ کے نام نہاد دلائل کے جوابات۔ جو حسبِ ذیل ہیں۔

جلالی دلیل نمبر ۱ (آدم علیہ السلام کے متعلق عبارت فتاویٰ رضویّہ) سے جواب:

موصوف نے ''تعظیم زہراء کانفرنس نامی اپنے ایک ویڈیو کلپ میں فتاویٰ رضویّہ شریف جلد ۳۰ صفحہ ۱۸۶ سے لوگوں کو ایک حدیث کے الفاظ ''لمّا اقترف آدم الخطیئة'' دکھا کر کہا ہے کہ بریلی کے تاجدار نے اس کا یہ ترجمہ لکھا ہے ''یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطا کا ارتکاب کیا''۔

اور وجہ استدلال یہ بیان کی کہ ''یہ حدیث نبوی ہے' کسی کا قول نہیں۔ ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت کا ہے۔ امکان خطا نہیں' وقوع خطا ہے۔ اقترب ماضی دلیل ہے۔ نبی سے نسبت جائز ہے تو غیر نبی سے کیوں نہیں۔ اجتہادی کی بھی قید نہیں۔ بولے مطلق خطا ہیں' مراد وہی اجتہادی ہے۔ لہٰذا میں نے جو مطلق بولا تھا' اس کا جواب بھی اسی سے ہو گیا'' (وغیرہ وغیرہ)۔

الجواب اوّلاً:

ڈاکٹر صاحب کے یہ الفاظ کہ ''میں نے جو مطلق بولا تھا'' الخ اس بات کا کھلا اعتراف ہیں کہ موصوف نے اپنے متنازعہ الفاظ میں اجتہادی کی قید نہیں لگائی تھی لہٰذا ان کی جانب سے یہ جو پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے خطا

اجتہادی بولا تھا' اس کا خلافِ واقعہ ہونا خود ان کے اقرار سے ایک بار پھر ثابت ہو گیا۔ البتہ پیش کردہ عبارت' مطلق خطا کے اطلاق کے جواز کی کسی طرح دلیل نہیں بناءً علیہ ان کے یہ الفاظ بالکل بے جا ہیں کہ "اس کا جواب بھی اسی سے ہو گیا"۔

کیوں کہ "خطا کا ارتکاب کیا" کے الفاظ علی التحقیق اعلیٰ حضرت کے نہیں ہیں اور حق و حقیقت یہ ہے کہ یہ الفاظ اعلیٰ حضرت پر مدسوس اور فتاویٰ رضویّہ شریف میں ملاوٹ ہیں' اعلیٰ حضرت نے روایت کے اردو خلاصہ میں "لما اقترف آدم الخطیئة" کا اردو ترجمہ فرمایا ہی نہیں۔ بلکہ عربی الفاظ کو عربی ہی رہنے دیا ہے۔

مختصر تفصیل اس کی یہ ہے کہ فتاویٰ رضویّہ کے حوالہ سے جن عربی الفاظ کا اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے' وہ دراصل اعلیٰ حضرت کے رسالہ مبارکہ "تجلّی الیقین" میں ہیں' فتاویٰ رضویّہ کے محوّلہ جلد و صفحہ سے پیش کردہ عبارت بھی اسی رسالہ ہی کی ہے۔

یہ رسالہ فتاویٰ رضویّہ کے طبع قدیم کا حصہ نہیں تھا بلکہ اپنے زمانۂ تحریر سے عرصہ تک علیحدہ ہی شائع ہوتا رہا' بعد کی بعض طباعتوں میں اسے فتاویٰ کا حصّہ بنا کر بھی شائع کیا گیا جو مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے جلد ۳۰ اور مطبوعہ کراچی کے جلد ۱۹ میں ہے۔

رسالہ کے قدیم نسخوں میں پیش کیے گئے الفاظ (یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطا کا ارتکاب کیا) کا کوئی وجود نہیں ہے حتیٰ کہ بریلی شریف اور مرکزی مجلس رضا کے مطبوعہ نسخوں میں بھی ان الفاظ کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔

چنانچہ قدیم نسخوں میں پیش کردہ روایت کے عربی الفاظ کے تحت یوں

لکھا ہے: ''حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں لما اقترف آدم الخطیئة قال رب اسئلك بحق محمد صلی اللّٰہ علیه و سلم لما غفرت لی الخ یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے عرض کی اے رب میرے! صدقہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا میری مغفرت فرما'' الخ۔

ملاحظہ ہو (تجلی الیقین بان نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید المرسلین صفحہ ۴۱، طبع مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی مسجد۔ گلبرک اے لائل پور مطبوعہ ۱۳۸۹ھ نیز صفحہ ۴۲ طبع حامد اینڈ کمپنی ناشران کتب، مدینہ منزل اردو بازار لاہور، مطبوعہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۰ء)۔

اس تفصیل سے یہ امر اظہر من الشّمس ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے پیش کردہ زیر بحث الفاظ، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہرگز نہیں ہیں بلکہ مدسوس، الحاقی اور کسی کی ملاوٹ اور تصرّف کا نتیجہ ہیں۔

لہٰذا اسے مطلق خطا کی نسبت کے جواز کی دلیل بنانا غلط ہو گیا کیوں کہ جب بنیاد ہی نہ رہی تو اس کے سہارے قائم کی گئی عمارت خود بخود منہدم اور فضا میں ریت کی دیوار قرار پائی۔

جس کے الحاقی اور ملاوٹ ہونے کی مزید دلیل یہ بھی ہے (اور بہت بڑا المیّہ بھی) کہ تجلّی الیقین کا ایک نسخہ جو تخریج وتحشیہ کے ساتھ ''سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی'' کے عنوان سے فروری ۲۰۱۹ء میں حیدرآباد سندھ سے شائع کیا گیا ہے جس پر ناشر کے طور پر دارالقلم اسلامک ریسرچ سینٹر پاکستان'' کا نام لکھا ہے، اس میں زیر بحث الفاظ کا ترجمہ یوں لکھا ہے کہ: ''یعنی جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لغزش واقع ہوئی تو انہوں نے اپنے ربّ سے عرض کی'' (صفحہ ۱۱۹)۔

فقیر کے کہنے پر عزیزم مولانا رضا الحسنی (حیدرآباد) نے اس بارے میں ذمّہ داران سے فون پر پوچھا تو انہوں نے کہا تجلّی الیقین کے بریلی شریف والے نسخہ میں ان الفاظ کا ترجمہ تھا ہی نہیں جو کوشش کر کے انہوں نے خود شامل کیئے ہیں جسے شائقین حضرات خود ان کی زبانی سن سکتے ہیں' ان کا فون نمبر یہ ہے جو کتاب پر بھی ناشر کے خانہ میں درج ہے: 0300 6522335

دیانت داری کا تقاضا یہ تھا کہ اس پر محشی و مخرج کی طرف سے خصوصی نوٹ دیا جاتا جو نہیں دیا گیا۔

پس اسے تحریف اور ملاوٹ کرنے کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا جب کہ اس کا خطا والے ترجمہ سے متصادم ہونا اس پر مستزاد ہے۔

امور عظام کے غیر متعلقین کے سپرد کرنے کا یہی انجام ہوتا ہے کہ بجائے اس کے کہ یہاں امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کمال ادب کے نکات لائے جاتے' سرے سے ترجمہ کا حلیہ بگاڑ کر اس کے حسن پر ہی ہاتھ صاف کر دیئے جیسے ایک ان جان بڑھیا کے ہاتھ پہلی مرتبہ باز آ گیا تو اظہار افسوس کرتے ہوئے اس نے کہا کہ صدقے جاؤں تیرے ناخن بھی کسی نے نہیں کاٹے تو کتنی الجھن میں ہوگا اور تیری چونچ بھی کسی نے سیدھی نہ کی' تجھے کھانے پینے میں کتنی مشکل ہوتی ہوگی' اس کے آلات ہی اڑا کے اسے بیکار کر دیا (کما ذکرہ العارف الرومی قدس سرّہ)۔

یہی کارنامہ خطا کا ترجمہ ملانے والوں نے انجام دیا جس پر ان کی جتنی مذمت کی جائے' اتنی کم ہے۔

فالی اللہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حدیث میں مطلق خطا کی نسبت سے جواب:

رہا یہ کہ جب حدیث میں ''اقترف آدم الخطئیة'' آ گیا ہے تو مطلق خطا کی نسبت کا جواز خود سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوا؟

تو جواب یہ ہے کہ حدیث عربی میں ہے' عربی عرف میں یہ لفظ برے معنٰی کے لیۓ متعین نہیں بلکہ مشترکۃ المعانی الفاظ سے ہے جیسا کہ امام راغب کے حوالہ سے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

نیز عربی اور عجمی عرف کا مختلف ہونا بھی ایک نا قابل تردید حقیقت ثابتہ ہے۔ جب کہ بحث یہاں عرف عام اور عام بول چال میں مطلق خطا کی نسبت کرنے میں ہے۔

بناءً علیہ حدیث کے اطلاق کی بنیاد پر بھی یہ استدلال نادرست اور مغالطہ ہوا۔

اگر اسے ملحوظ نہ رکھا جاۓ تو سوٗال یہ پیدا ہوگا کہ الفاظ آیت ''فتکونا من الظالمین''

نیز ''ربنا ظلمنا انفسنا''

نیز ''سبحنک انی کنت من الظالمین'' وغیرہا

کے پیش نظر کیا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی طرف ظلم کی نسبت کرتے ہوۓ انہیں معاذ اللہ ظالم وغیرہ کہنا بھی درست ہوگا؟

نہیں اور ہرگز نہیں!

الغرض مانحن فیہ میں اطلاق حدیث کو بھی حوالہ نہیں بنایا جا سکتا۔

اعلیٰ حضرت اور مسئلہ خطأ اجتہادی للانبیاء علیہم السلام:

اس تفصیل سے یہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ فتاویٰ رضویہ (میں رسالہ تجلّی الیقین کے حوالہ) سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق جو یہ تأثر دیا گیا تھا کہ آپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں خطأ اجتہادی کے قائل تھے، بالکل غلط اور قطعاً بے بنیاد ہے اور کم از کم یہ کہ پیش کردہ عبارت دلیل نہیں کیوں کہ وہ آپ سے ثابت ہی نہیں تو اس کی بنیاد پر مسئلہ کیوں کر ثابت ہوگا۔

اصول مسلّمہ سے ہے "الساکت لاینسب الیہ القول"

ولنعم ما قیل ثبّت العرش ثمّ انقش

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس کے برخلاف ثابت ہے۔

مختصر تفصیل اس کی یہ ہے کہ شیخ الاسلام، امام اہل سنّت علامہ ابن حجر مکی شافعی (م ۹۷۴ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے خطأ اجتہادی کی نسبت کرنے کے جواز سے شدید اختلاف فرماتے ہوئے اسے ایسا ویسا قرار دیا۔

چنانچہ آپ اس کی مفصّل بحث میں ارقام فرماتے ہیں: "فان قلت للانبیاء الا جتہادات وجرٰی قول فی انہ یجوز علیہم الخطأ فی الاجتہاد" الخ۔

یعنی اگر تم کہو کہ انبیاء علیہم السلام کے اجتہادات بھی ہوتے ہیں جب کہ ایک قول گشت کر رہا ہے کہ ان سے خطافی الاجتہاد ممکن ہے؟

جس کا آپ نے یہ جواب دیا: ''ان القول بجواز الخطأ علیھم فی اجتھاد ھم قول بعید مھجور فلا یلتفت الیہ ''یعنی انبیاء کرام علیہم السلام سے خطأ اجتہادی کے جواز کا قول دلائل کی دنیا سے دور، سمجھ سے بالاتر اور متروک ہے جو کسی طرح لائق التفات نہیں۔

ملاحظہ ہو (الاعلام بقواطع الاسلام صفحہ ۱۱۷ طبع دار التقویٰ دمشق طبعہ اولیٰ مطبوعہ ۲۰۰۸ء/۱۴۲۸ھ)۔

بعینہٖ امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کی یہی بات امام اہل سنّت علامہ الشاہ فضل رسول بدایونی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''المعتقد المنتقد'' میں استناداً نقل فرمائی۔

ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰ طبع مکتبہ حامدیہ لاہور)۔

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت کے دور میں جب اس کتاب کے چھپوانے کا پروگرام بنایا گیا تو علامہ قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی کی پُر زور گزارش اور حضرت محدّث سورتی کے ایماء پر آپ نے اس کی تصحیح و تحقیق کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ اس پر جاندار تعلیقات بھی تحریر فرمائیں جس میں آپ نے مناسب مقامات پر حسبِ ضرورت ضرور کلام فرمانے کا التزام اور اہتمام فرمایا اس کا نام ''المعتقد المستند'' ہے۔ (لاحظ خطبۃ الشرح صفحہ ۱۰)۔

آپ نے پیشِ نظر مقام پر کسی قسم کے نقد و جرح کی بجائے اسے مقرر

رکھا جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق خطأ اجتہادی کے جواز کا قول، اعلیٰ حضرت کے نزدیک بھی بعید اور مہجور قول ہے

جس کی مزید تائید کتاب اور مصنف کی فرمائی گئی توثیق سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ نے کتاب کو اس موضوع کی انتہائی باکمال اور منفرد و بے مثال کتاب قرار دیا جب کہ حضرت مصنف کا نام نامی اس انداز سے لکھا ہے:

''خاتم المحققین، عمدة المدققین، سیف الاسلام، اسدالسنّة، حتف الظلام، سدّ الفتنة، مولانا الاجل الابجل السیف المسلول معین الحق فضل الرسول السنی الحنفی القادری البرکاتی العثمانی البدایونی اعلی اللّٰہ مقامه فی اعلیٰ علیین و جزاہ جزاء الخیر الاوفی عن الاسلام و المسلمین'' (صفحہ۹)۔

خلاصہ یہ کہ جلالی صاحب کا یہ تأثر دینا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ انبیاء علیہم السلام کے لیئے خطأ فی الاجتہاد کے قائل تھے، قطعاً بے بنیاد اور بالکل خلاف واقعہ ہے۔

- رہا جانب ثانی سے یہ کہا جانا کہ عبارت منقولہ بالا میں خطأ اجتہادی کے قول کو زیادہ سے زیادہ قول بعید اور قول مہجور کہا گیا ہے، اسے گستاخی اور توہین تو نہیں کہا گیا؟

تو یہ اعتراض غلط ہے اور مضحکہ خیز بھی۔ کیوں کہ

اوّلاً: گستاخی، مطلق خطا کو عام بول چال اور عرف کے حوالہ سے کہا گیا تھا نہ

کہ فی نفسہ خطا اجتہادی کو۔

ثانیاً: موقف کے غلط ہونے کے لیئے بعید اور مہجور ہونا کیا کم دلیل ہے؟

ثالثاً: جب معتمد قول موجود ہے اور وہ بھی اعلیٰ حضرت کا' تو اس کے ہوتے ہوئے بعید و مہجور کو اختیار کر کے خود کو بعید و مہجور بنانے میں آخر کیا حکمت ہے جب کہ "کل ما کان ادخل للادب و الاجلال کان احسن" بھی ہمارے ائمہ کا اختیار فرمودہ اصول ہے؟

خزائن العرفان کے حوالہ سے جواب:

رہا یہ کہ حضرت صدر الافاضل نے اپنے تفسیری حاشیہ خزائن العرفان میں لکھا ہے کہ: "حضرت آدم علیہ السلام کو خیال ہوا کہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں جب کہ اگر وہ تحریمی سمجھتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہاد میں خطا ہوئی اور خطائے اجتہادی معصیت نہیں ہوتی"۔

ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۵ تحت آیت بقرہ ۳۵ حاشیہ ۶۴ طبع کراچی)۔

تو اولاً: اس میں خطاً' مطلق نہیں' اجتہادی سے مقید ہے جب کہ خطأ معصیت کی نفی بھی مصرّح ہے جو خارج از بحث ہے کیوں کہ اعتراض' عام بول چال میں مطلق خطا پر تھا اور ہے۔

ثانیاً: اس سے قطع نظر ابھی امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت وغیرہم کی نسبت سے گزرا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں خطأ اجتہادی کے جواز کا قول' بعید و مہجور ہے۔ پس یہی کہا جائے گا کہ اگر یہ امر حضرت صدر الافاضل کے نوٹس میں لایا جاتا تو وہ اسی کو ترجیح دیتے کیوں کہ وہ اعلیٰ حضرت کو

اپنے تمام مشائخ پر فائق اور راجح سمجھتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ مبحث فیہ حدیث کے تحت زیر بحث ترجمہ کہ ”یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطا کا ارتکاب کیا“ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہیں بلکہ آپ پر مدسوس اور فتاویٰ رضویہ شریف میں ملاوٹ کا نتیجہ اور الحاقی ہے۔ لہٰذا اسے خطأ اجتہادی کی نیت سے مطلق خطا کے اطلاق کے جواز کی دلیل بنانا صریح البطلان اور از حد غلط ہے۔

نیز اسے حضرت آدم علیہ السلام سے خطأ اجتہادی کے جواز کی دلیل بنانا بھی نہایت درجہ غلط ہے (لما مرّ) جب کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے اس کے برخلاف بھی ثابت ہے۔

اس سب سے قطع نظر اس کا مآل خطأ اجتہادی ہے جب کہ وہ خارج از بحث ہے کیوں کہ بحث یہاں کے عرف عام میں مطلق خطأ کی نسبت کرنے میں ہی ہے۔ لہٰذا پیش کردہ الفاظ کا کسی طرح کوئی جواز نہ رہا۔

علاوہ بریں مانحن فیہ کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کی مثال لانا خود خصوم کے مطابق بھی غلط ہے کیوں کہ اس سے نبی اور غیر نبی کے اجتہادات کو مساوی کہنا مترشح ہوتا ہے جو صحیح نہیں۔

چنانچہ علماء کے ایک طبقہ نے سرے سے نبی کے اجتہاد کے وجود سے بھی انکار کیا ہے۔ پھر جو اس کے قائل ہیں ان میں سے ایک گروہ نبی کے لئے اجتہاد میں خطا ہونے کو تسلیم نہیں کرتا اور جو اس کے قائل ہیں وہ قرار علی الخطا کے جواز کو نہیں مانتے بلکہ اسے منافیٔ عصمت سمجھتے ہیں۔

ملاحظہ ہو(توضیح المبانی وتنقیح المعانی المعروف شرح مختصر المنار للعلامہ علی القاری صفحہ۳۶۹ تا۳۸۲طبع بیروت (ملخّصاً ومستفاداً)۔

اس کی وضاحت جلالی صاحب کے خطا بدون البقاء کی بحث والے کلپ سے بھی ہوتی ہے۔

جب کہ یہ تقسیم غیر انبیاء علیہم السلام کے اجتہادات کے لئے نہیں ہے پس قضیۂ آدم علیہ السلام کو اس مقام پر مثال بنا کر لانا خود ان خطا والوں کے طور پر بھی غلط اوران کی خطا ہے۔

مزید یہ کہ قائلین خطأ اجتہادی للانبیاء علیہم السلام کی بنیاد خود ان کا اپنا اجتہاد ہے تو جب وہ ان کے حسب بیان انبیاء علیہم السلام سے ممکن بلکہ ان کی تصریحات کے مطابق واقع بھی ہے' خود ان سے اس مقام پر کیوں ممکن نہیں ہے؟

علاوہ ازیں باب سوم میں ہم جلالی صاحب کے لفظ خطا کے معیوب معنٰی میں ہونے کی وجوہ کے زیر عنوان وجہ نمبر ۵ (خطأ اجتہادی کی سرعام رَٹ) کے تحت مکمل باحوالہ تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ مقدسین کے متعلق اس طرح کے اطلاقات کا عوامی سطح پر لانا منع ہے کیوں کہ یہ عوام کے لئے فساد ایمان اور جہلاء کے لئے گمراہی کا باعث ہے۔وہ اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ خطا بمعنی معروف سے کوئی بڑی سے بڑی ہستی حتّٰی کہ معاذ اللہ نبی بھی بالاتر نہیں ہے۔

چنانچہ بہت سے جہلاء یہ بک دیتے ہیں کہ ہم سے خطا ہوئی تو کیا ہوا' آدم علیہ السلام سے بھی تو ہوئی تھی (العیاذ باللہ)۔

لگتا ہے کہ ماضی میں بھی یہ مسئلہ چلا جس میں کسی شیخ سے حضرت آدم

علیہ السلام کے متعلق خطا کے الفاظ بولنے پر مصر ہونے کی خطا سرزد ہوئی جس کے نتیجہ میں عامۃ الناس کے ذہنوں میں یہ بات ایسی بیٹھ گئی کہ آج تک نہیں نکل پا رہی جس کا اعادہ ایک بار پھر زور وشور سے اب ہونے لگا ہے۔ اللہ خیر کرے۔

جب کہ ائمہ شان ہمیشہ ایسے طرز اور انداز سے منع فرماتے رہے فجزاھم اللہ تعالٰی خیرا۔

ممانعت کا خصوصی جزئیہ:

چنانچہ وجیز کردری المعروف فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص یوں بول دے کہ ”لولم یأکل آدم (علیہ السلام) الحنطۃ ماصرنا اشقیاء یکفر“ نہ آدم، دانہ کھاتے، نہ ہم مصیبت میں پڑتے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۷ برہامش عالمگیری جلد ۶ طبع مصر و پاک)۔

اب پڑھیئے اس سلسلہ کی ایک اور دلیل کا ردّ۔

جلالی دلیل نمبر۲ (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق عبارت فتاویٰ رضویّہ) سے

جواب:

ڈاکٹر جلالی صاحب کے متبعین کی طرف سے اس سلسلہ کی ایک دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر حضرات صحابۂ کرام سے مطلق خطا کی نسبت کی ہے عبارت یہ ہے: ''حضرت مرتضوی سے جنہوں نے مشاجرات ومنازعات کیئے ہم اہل سنّت ان میں حق جانبِ مولیٰ علی (مانتے) اوران سب کو موردلغزش (برغلط وخطا) جانتے ہیں۔(ملّخصاً)

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۳۸۰ رسالہ اعتقاد الاحباب المعروف دس عقیدے عقیدہ سابعہ، طبع رضاء فاؤنڈیشن۔

جواباً عرض ہے کہ یہ عبارت بھی ان کے مدّ عا کی قطعاً دلیل نہیں کیوں کہ ''برغلط وخطا'' کے لفظ اعلیٰ حضرت کے نہیں ہیں بلکہ رسالہ مذکورہ کے شارح کے ہیں۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ میں مع شرح، شامل اشاعت کیا گیا ہے۔
جو قوسین اور بریکٹ [( )] کے نشانات سے بھی واضح ہے جس کی شارح نے حاشیہ میں نوٹ دے کر وضاحت بھی کردی ہے کہ بین القوسین رکھے گئے الفاظ ان کے ہیں اعلیٰ حضرت کے نہیں۔

ملاحظہ ہو (صفحہ ۳۸۱)۔

مزید یہ کہ انہوں نے اسی مقام پر یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ اس سے ان کی مراد خطأ اجتہادی ہے چنانچہ ان کے لفظ ہیں: ''اوران اختلافات کو ابوحنیفہ وشافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں''۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد مذکور صفحہ ۳۸۰،۳۸۱)۔

بر تقدیر تسلیم اعلیٰ حضرت کی یہ عبارت اصحاب جمل و صفین رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق ہے جیسا کہ اس پر قائم عنوان ''عقیدہ سابعہ مشاجرات صحابہ کرام'' سے واضح ہے۔

نیز شرح میں بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ''مثلاً'' جنگ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگ صفین میں حضرت امیر معٰویہ بمقابلۂ مولیٰ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہم''۔ (صفحہ ۳۸۰)

جب کہ آپ نے اسی فتاویٰ رضویہ کے اسی جلد میں یہ بھی تصریحاً لکھ دیا ہے کہ یہ خطأ اجتہادی ہی تھی بلکہ یہ بھی غیر مبہم الفاظ میں فرما دیا ہے کہ اس سے زائد کلمۂ گستاخی رافضیت ہے اور اہل سنّت سے خروج۔

چنانچہ آپ نے رسالہ ''امور عشرین در عقائد سنّیین'' میں امر پنجم میں ارقام فرمایا ہے کہ: ''جنگ جمل و صفین میں حق بدست حق پرست امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ تھا مگر حضرات صحابۂ کرام مخالفین کی خطا اجتہادی تھی جس کی وجہ سے ان پر طعن سخت حرام' ان کی نسبت کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بے شک رفض ہے اور خروج از دائرۂ اہل سنّت جو کسی صحابی کی شان میں کلمہ طعن و توہین کہے' انہیں برا جانے' فاسق مانے' ان میں سے کسی سے بغض رکھے' مطلقاً رافضی ہے۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۲۶۰ طبع مذکور)۔

الغرض پیش کردہ عبارت کئی وجوہ سے مقید ہے لہٰذا اسے مطلق خطا کے اطلاق پر مبنی سمجھنا بذاتِ خود خطا فاحش ہے۔

جلالی دلیل نمبر۳ (عبارت شمس الہدایہ) سے جواب:

ڈاکٹر جلالی صاحب نے اپنے ایک کلپ میں اس سلسلہ کی ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضرت قبلۂ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شمس الہدایہ میں لکھا ہے کہ: ''مکاشفہ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے اور تعبیر میں اگرچہ وقوع خطا ممکن ہے مگر بقاء علی الخطأ نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے''۔(۸۹)

ملاحظہ ہو (شمس الہدایہ فی اثبات حیاۃ المسیح صفحہ طبع پنڈی اشاعت چہارم)۔

اور موصوف نے وجہ استدلال یہ بیان کی ہے کہ اس عبارت میں خطا مطلق بولی گئی ہے جب کہ مراد اجتہادی ہے لیکن عبارت میں اس کی کوئی قید نہیں ہے لہٰذا خطا اجتہادی کی نیت سے مطلق بولنا درست ہے۔ پھر جب نبی کے لیئے درست ہے تو غیر نبی کے لیئے بطریق اولیٰ صحیح ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہے کہ نبی سے خطا اجتہادی کا نظریہ بھی درست ہے جو چیز غلط ہے' وہ ہے بقاء علی الخطأ (ملخصاً)۔

الجواب:

اس کے دو جواب ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

جواب نمبر۱:

یہ ہے کہ اس عبارت کو بیان خطا میں سمجھنا اور اسے مطلق خطا کی نسبت

کے جواز کی دلیل بنانا غلط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت اس امر میں مطلق نہیں بلکہ مقید ہے کیوں کہ:

۱ اس میں متبادل الفاظ سے امر اجتہادی کا ذکر موجود ہے جو مکاشفۃ اجمالی کی تعبیر ہے کیونکہ مکاشفہ اور خواب کی تعبیر فی الجملہ امر اجتہادی ہے۔

۲ علاوہ ازیں حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ نے جو بقاء علی الخطا کے منافیٔ عصمت ہونے کو بیان فرمایا ہے یہ خود نبی کے اجتہاد کے مباحث کا حصہ ہے یعنی عندالعلماء یہ لفظ ''علی الخطأ الاجتہادی'' ہی کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے متعین ہیں جو تقریباً جملہ کتب اصول فقہ میں ''افعال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' جیسے عنوانات کے تحت مذکور و مزبور ہے (ولا یخفٰی علیٰ خادمہا)۔

تبرّ کاً ایک حوالہ لیجئے۔

علامہ فہّامہ علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مباحث اجتہاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ارقام فرمایا: ''انہ علیہ السلام معصوم من القرار علی الخطأ فی الاحکام فلیس اجتہادہ کاجتہاد غیرہ بل اجتہادہ قطعی لایجوز مخالفتہ بخلاف اجتہاد غیرہ من الانام فانہ یحتمل استمرار خطئہ فی سائر الایام (الی) لایحتمل اجتہادہ القرار علی الخطأ'' (ملخّصاً بلفظہ)۔

ملاحظہ ہو (توضیح المبانی وتنقیح المعانی المعروف شرح مختصر المنار صفحہ ۲۸۱ طبع بیروت)۔

اب پڑھیے دوسرا جواب:

جواب نمبر۲:

مذکورہ جواب نمبرا نظر بہ ظاہر ہے لیکن بہ نظر غائر دیکھا جائے تو زیر بحث عبارت کا مقصود اصلی درحقیقت نفی خطا ہی ہے جس کی دلیل اس کتاب کی تحریر کا پس منظر بھی ہے۔

کچھ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت قبلۂ عالم گولڑوی قدس سرّہ کی یہ کتاب مرزا غلام قادیانی آنجہانی کے ایک دجل وفریب کے ردّ میں ہے جیسا کہ کتاب کے پورے نام سے بھی ظاہر ہے۔ کتاب کا پورا نام ہے "شمس الهدایہ فی اثبات حیاۃ المسیح"۔

اس حوالہ سے قادیانی کا دجل وفریب یہ تھا کہ حضرت مسیح سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور قرب قیامت میں جس مسیح کے نزول کا ذکر احادیث میں پایا جاتا ہے ان کا مصداق وہ خود (قادیانی) ہے۔

پھر جب اس پر اعتراض ہوا کہ سچے مسیح علیہ السلام کی علامات سے تو ایک علامت یہ ہے کہ وہ آسمان سے زمین پر نزول اجلال فرما کر ایک متعین شخص دجّال لعین کو قتل فرمائیں گے تو کون سا آسمان سے اترا اور کب تو نے اس دجال کو قتل کیا ہے وغیرہ وغیرہ؟

تو اس نے اس کے جواب میں کہا کہ نزول مسیح علیہ السلام اور قتل دجّال کے امور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مکاشفات اور آپ کے خوابوں میں سے ہیں جب کہ آپ کے مکاشفات اور خوابوں کی دو قسمیں ہیں۔ نمبرا اجمالی اور نمبر۲

تفصیلی۔

اجمالی مکاشفات اورخواب محتاج تعبیر ہوتے ہیں جن کی تعبیر اور مطلب سمجھنے میں خطا اور غلطی ممکن ہوتی ہے جب کہ نزول مسیح اور قتل دجال کے مکاشفات اسی قسم سے ہیں یعنی مکاشفات اجمالی ہیں جن کے سمجھنے اور تعبیر لینے میں آپ سے معاذ اللہ خطا اور غلطی کا امکان ہے اس لیئے یہ کوئی قطعی باتیں نہیں ہیں۔

حضرت قبلۂ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیش کردہ عبارت میں اسی پس منظر کے ساتھ قادیانی کے اسی دجل وفریب کا ردّ فرمارہے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تو نزول مسیح اور قتل دجال کے یہ امور مکاشفات اجمالیہ کے قبیل سے نہیں ہیں بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکاشفات تفصیلیہ سے ہیں جب کہ تو خود مانتا ہے کہ مکاشفات تفصیلیہ محتاج تعبیر نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے مصادیق کا ظہور من وعن ہوتا ہے۔

بناءً علیہ تعبیر کا ان سے کچھ تعلق نہیں اور صاف صاف مطلب حضرت مسیح عیسٰی علیہ السلام کا بمعنی حقیقی نزول فرمانا اور بمعنی حقیقی دجّال لعین کو قتل کرنا ہی ہے لاغیر۔

لہٰذا جب ان کا تعبیر سے تعلق ہی نہیں تو تعبیر کا وجود ہی نہ ہوا تو خطا کا امکان کہاں سے آ گیا۔

اور اگر بالفرض اسے مکاشفات اجمالیہ سے مان لیا جائے جو اگرچہ غلط ہے نیز یہ بھی تھوڑی دیر کے لیئے تسلیم کرلیا جائے کہ اس کی تعبیر اور مطلب سمجھنے

میں خطا واقع ہوگئی تھی تو اس سے یہ ماننا لازم آئے گا کہ معاذ اللہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پوری زندگی اجتہادی خطا پر قائم رہتے ہوئے ایک غلط بات کا پرچار کرتے رہے جب کہ یہ مسلّمات کے سراسر خلاف ہے کیوں کہ اس پر اجماع ہے کہ بالفرض نبی سے خطا اجتہادی (عدم اصابت) ہو بھی جائے تو نبی کا خطأ اجتہادی پر برقرار رہنا محال اور نبی کی شان عصمت کے منافی ہے کہ اس سے دین میں امان اٹھ جائے گی اور ایک ناجائز امر کی پیروی لازم آئے گی۔

اقول : قال العلامۃ القاری ''لولاہ لکان یؤدی الی الامر باتباع مایحتمل الخطاء'' (شرح مختصر المنار صفحہ ۳۸۱)۔

لہٰذا یہی ماننا ضروری ہوا کہ نزول مسیح علیہ السلام اور قتل دجال کے بیان نبوی میں خطا کو کسی طرح سے کوئی راہ نہیں۔

کتاب مذکور کی تالیف کا مذکورہ پس منظر اس کے صفحہ ۲، ۴ اور ۵ پر تفصیل سے موجود ہے جس کے تفصیلی ردّ کے بعد حضرت نے ڈاکٹر جلالی کی پیش کردہ عبارت میں بطور لبّ لباب اسی کا ذکر فرمایا ہے۔

اب دیکھ لیجئے سیاق وسباق کے ساتھ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ کی پوری عبارت۔

چنانچہ کتاب کے پس منظر کے بیان کے بعد فرماتے ہیں کہ :

''یہ خزف ریزۂ چند ہدیۂ ناظرین کرتا تا کہ اس تقریر کے دھوکے میں نہ آئیں'' (الیٰ)۔

احادیث نزول اور خروج دجال، مکاشفات کے جو مرزا صاحب نے

منجملہ مکاشفات اجمالیہ کے ٹھہرا کر واجب التأویل قرار دی ہیں'
کہتا ہوں کہ احادیث نزول اور خروج دجال' مکاشفات تفصیلیہ میں
سے ہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔
مکاشفات تفصیلیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس
جس شخص کو بقید نام جس طرح فرمایا ہے' اسی طرح ظہور میں آیا'
سر مو بھی تفاوت نہیں ہوا۔ (الیٰ)۔
اس دھوکہ میں بھی ایک رکن ایمان کا بلکہ سارا ایمان زائل ہوتا ہے اور
احادیث نزول اور خروج کو مکاشفہ اجمالی پر (الیٰ) خیال نہ کرنا۔
مکاشفہ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے۔
اور تعبیر میں اگر چہ وقوع خطا ممکن ہے مگر بقاء علی الخطأ نبی کی عصمت کو
باطل کرتا ہے۔ بناءً علی ہٰذا بالفرض اگر احادیث نزول اور خروج
مکاشفۂ اجمالی کے قبیل سے بھی ہوں تو ساری عمر آپ کا باقی رہنا
خطا فی التعبیر پر (العیاذ باللہ) آپ کی عصمت میں ہارج ہوگا اھ
ملخّصاً بلفظہ۔
ملاحظہ ہو (شمس الہدایہ فی اثبات حیاۃ المسیح صفحہ ۵'۸۹ طبع راولپنڈی ط چہارم)۔
خلاصہ یہ کہ بنظر غائر یہ عبارت فی الحقیقۃ نفیٔ خطا کی دلیل ہے لہٰذا یہ
جلالی صاحب کے کسی طرح مفید مدّعا نہیں۔

اس سے قطع نظر جب خود ان کے حسبِ تصریح یہ ما لأخطأ اجتہادی ہی
کے بیان پر مبنی ہے تو یہ مزید انہیں کچھ مفید نہ ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ خطا اجتہادی
خارج از بحث ہے۔ بحث تو مطلق خطا کی نسبت کرنے کے مسئلہ میں ہے۔ (کما
مرّ مراراً)

جب کہ وہ عوامی سطح پر مجمع عام میں عامیانہ انداز میں بھی نہیں بلکہ علمی ماحول میں ذی علم حضرات تک محدود اور مشکل پیرایۂ سخن میں مذکور ہے تا کہ عوام الناس کے لئے باعث تشویش نہ ہو۔

جلالی دلیل نمبر۴ (اطلاق علم غیب وغیرہ للنبی ﷺ) سے جواب:

ممکنہ صورت میں اس سلسلہ کی ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل اور مشکل کشا وغیرہ کے الفاظ خصوصیت کے ساتھ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق، مطلقاً بولے جاتے ہیں جب کہ ان کے دو دو پہلو ہیں نمبر۱: ذاتی اور نمبر۲: عطائی۔

اوّل: اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے، مخلوق کے لیئے ناممکن۔

مطلق بول کر مراد عطائی ہی لیا جاتا ہے۔

اس سے بھی مطلق خطا کے اطلاق کے جواز کی تائید ہوتی ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے جو درست نہیں کیوں کہ علم غیب وغیرہ بول کر عطائی کا مراد ہونا اہل سنّت وجماعت کے عرف عام میں شائع اور ذائع ہے جب کہ مطلق خطا کے بارے میں عرف عام میں برے معنٰی ہی معروف ہیں (فبینھما بون بعید) فلیحفظ۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے یہاں کے حسب عرف، مطلق خطا کے اطلاق کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جن باتوں کو دلائل کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے وہ دراصل سب مغالطات ہیں۔

جلالی دلیل نمبر ۵ (خطا سے مراد اجتہادی ہے جو جرم نہیں) سے جواب:

جلالی صاحب کے بعض ہم پیالہ وہم نوا ''فضلہ'' و ''وکلہ بلا توکیل'' نے مطلق خطا کے بولنے کی جواز کی ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ خطا سے موصوف کی مراد خطا اجتہادی ہی ہے جس کی دلیل مسئلہ فدک کا سیاق وسباق ہے کیوں کہ اس کی بنیاد ہی اجتہاد پر ہے۔

نیز یہ کہ جلالی صاحب نے خود بھی اپنے وضاحتی بیان میں اس کی تصریح کی ہے جب کہ خطأ اجتہادی صفت ذم نہیں بلکہ صفت مدح ہے جو جرم نہیں، باعث اجر وثواب امر ہے۔

نیز کئی اکابر سے خود نفس مسئلہ میں حضرت سیدہ کی طرف خطا اجتہادی کی نسبت کی نصوص موجود ہیں۔

جواب یہ ہے کہ ان بعض کی یہ تأویل قطعاً بے جا اور بالکل غلط اور سینہ زوری پر مبنی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جلالی صاحب کے دونوں متنازع کلپوں میں دور دور تک خطا اجتہادی کا کوئی ذکر نہیں ہے جس کا خود انہیں بھی اعتراف ہے جس کی باحوالہ تفصیل باب ششم میں آچکی ہے اور موصوف نے یہ پیوند کاری اپنے متنازعہ بیانات کے کم وبیش سوا تین ماہ بعد کی ہے اور انہوں نے حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق جس انداز وطرز سے عوامی ماحول میں مطلق خطا کے متنازعہ الفاظ بولے ہیں، اس سے قطعی طور پر وہی معنٰی ہی سامع کے ذہن میں آتے ہیں جو معیوب

اور عرف میں مستعمل ہیں یعنی کسی کو غلط اور جرم دار قرار دینا۔

جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق معاذ اللہ یہ لفظ بھی بولے ہیں کہ ان سے ''غلطی ہوگئی''۔

مزید یہ کہ انہوں نے خطا اور غلطی کے یہ الفاظ' حضرت سیّدہ سے نبوت والی عصمت کی نفی کے ضمن میں بولے ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ یہ الفاظ انہوں نے عبارت تصفیہ کو بنیاد بنا کر استعمال کئے ہیں جب کہ وہ (عبارت) عصمت نبوّت سے متعلق ہے۔

نیز اس میں بولے گئے موصوف کے پورے الفاظ اس طرح ہیں ''معصوم نہ تھیں غلطی ہوگئی''۔ جب کہ یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ مسئلۂ عصمت نبوّت میں جس خطا کی نفی کی جاتی ہے وہ ''خطأ اجتہادی'' ہرگز نہیں ہے جس کی وجہ خود موصوف کے حسب بیان یہ ہے کہ خطاء اجتہادی جرم نہیں بلکہ موجب اجر ہے اور خود ان کے بقول وہ (خطا اجتہادی) عصمت نبوّت کے منافی نہیں ہے۔ اس سب کی با حوالہ' تفصیلات ہمارے اس (پیش نظر) رسالے کے باب اوّل و چہارم میں گزر چکی ہے۔

اقول: یہاں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ شیعہ خطاء اجتہادی کے قائل نہیں ہیں بناءً علیہ خطأ اجتہادی بھی اس میں مأخوذ ہے کیوں کہ شیعی پیشوا مسمّی شیخ صدوق وغیرہ معصومین سے خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل ہیں (کما فی بحار الانوار للملّا باقر المجلسی الرافضی)۔

خلاصہ یہ کہ جلالی صاحب نے اپنے دونوں متنازعہ کلپس میں حضرت

سیّدہ علیہا السلام کے متعلق، مطلق خطا کے لفظ استعمال کیے ہیں جن کے سیاق وسباق میں خطاءِ اجتہادی کا ہرگز ہرگز کوئی ذکر و بیان نہیں ہے اور یہ اضافہ انہوں نے بڑی چستی کے ساتھ اپنے مذکورہ متنازعہ بیانات کے تقریباً سوّا تین ماہ بعد کیا ہے جس کے ذریعہ وہ حکم توبہ سے بری قرار نہیں پا سکتے۔

اور یہ بالکل ایسے ہوگا کہ جیسے کوئی کسی کو کتا کہہ دے پھر اس کا ردّ عمل سامنے آئے تو کہنے لگے مقصد ہے مدینے کا کتّا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در کا کتّا اور آستانۂ مرشد کا کتا (وغیرہ وغیرہ)۔

تو اگرچہ واقع میں بھی اس کی یہی نیت ہو لیکن عرف میں اطلاقی صورت میں ہونے کے باعث وہ گالی ہی شمار ہوگی اور اس کی کوئی دوسری تاٴویل مسموع نہیں ہوگی۔ بناءً علیہ اس پر اس کے احکام لاگو ہوں گے۔ لہٰذا پیش نظر مسئلہ کا حکم بھی بعینہٖ یہی ہے۔

اس پھرتی کی وجہ؟

جلالی صاحب نے یہ پھرتی کیوں دکھائی؟

مختصر تفصیل اس کی یہ ہے کہ اصل بحث مطلق خطا ہی تھی۔ بناءً علیہ اس کے جواب دہ خود موصوف ہی تھے۔ لہٰذا یہ مطالبہ انہی پر تھا کہ پوری تاریخ میں کسی امام شان سے مطلوبہ معیار سے حضرت سیّدہ کی جانب مطلق خطا کی نسبت دکھایئے۔ ظاہر ہے کہ ثبوت بہت مشکل تھا اس لیئے انہوں نے لوگوں کو خطاٴ اجتہادی کے کچھ الٹے سیدھے حوالے دکھا کر بحث کا رُخ پھیرنے کی غرض سے بڑی چابک دستی سے واویلا کے انداز میں الٹا اپنے مدمقابلین پر مطالبہ رکھ دیا

کہ ۱۴۰۰ سالہ تاریخ سے کسی ایک عالم کا ایسا کوئی ایک حوالہ دکھاؤ جس نے مسئلۂ باغ فدک کا حل خطأ اجتہادی کے فلسفہ کے بغیر پیش کیا ہو جس کی تفصیل ان کے ''دفاع معصومیت کانفرنس'' نامی کلپ میں موجود ہے۔

چنانچہ ان کے اس داؤ میں سادہ لوحوں کی ایک خاصّی تعداد آ گئی اور ان کے حلقہ سے اس پروپیگنڈہ کو مزید تیز کر کے دنیا میں اس کو پھیلا کر اصل بحث کو دبایا گیا جس کے نتیجہ میں بحث' خطا اجتہادی پر ہو کر رہ گئی۔

الغرض اس سے مقصود اپنی کمزوری کو چھپانا اور سادہ لوحوں کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر انہیں سبز باغ دکھانے کے سوا کچھ نہیں لیکن ''تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں''

عبارات خطاء اجتہادی سے اجمالی جواب

رہیں مسئلہ فدک میں حضرت سیّدہ کے متعلق پیش کی گئی وہ عبارات جن میں بقول ان کے حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی طرف خطأ اجتہادی کی نسبت کی گئی ہے؟ تو

اوّلاً: وہ عبارات موضوع سے ہٹ کر اور غیر متعلق ہونے کے باعث خارج از بحث ہیں کیوں کہ موضوع حسب تفصیل مذکور مطلق خطا کی نسبت کا جواز وعدم وجواز ہے' خطاء اجتہادی قطعاً موضوع بحث نہیں ہے پس وہ سؤال گندم جواب چنّا کے قبیل سے ہیں اس لیئے اصولاً ان کا جواب ہمارے ذمّہ ہے ہی نہیں۔

ثانیاً: اس سے قطع نظر تبرّعاً عرض ہے کہ ان میں سے کچھ عبارات غیر ذمہ دار قسم کے لوگوں کی ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے جیسے شرح صحیح مسلم اردو

وغیرہ۔

اور جو عبارات معتبرین کی ہیں وہ اس جارحانہ' سوقیانہ ہلکے اور قابل اعتراض طرز و انداز سے قطعاً پاک ہیں جو جلالی صاحب نے اختیار کیا ہے' ان کا لفظ لفظ ادب و احترام کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ بالفاظ دیگر کسی نے بھی جلالی صاحب کی طرح تلخ اور تند و تیز لہجہ سے یوں ہرگز نہیں کہا کہ معاذ اللہ وہ ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں''، اور معصوم نہیں تھیں، غلطی ہو گئی''۔

اور پاسبان عظمت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی طرف سے جو یہ کہا گیا تھا کہ پوری تاریخ اسلام میں کسی امام شان کی ایسی کوئی ایک عبارت بھی پیش نہیں کی جا سکتی جس میں مسئلہ ہٰذا کے حوالہ سے جلالی صاحب والا طرز اپنایا گیا ہو۔ اس سے مقصود بھی اسی طرز کے حوالہ کا مطالبہ تھا جو تا حال مدعیوں کے منہ تک رہا ہے جیسے عبارت مشکلات الحدیث (واللفظ ''اس لئے کہ میرا اجتہاد ان کے اجتہاد سے بہتر ہے'' صفحہ ۲۰۷)۔

ثالثاً: بفضلہٖ تعالیٰ ایسے حوالے بھی پیش کئے جا سکتے ہیں جن میں علماء شان سے مسئلۂ ہٰذا کے خطا اجتہادی کی توجیہہ کو لائے بغیر نہایت اچھوتے حل پائے جاتے ہیں جیسے شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا موقف (وغیرہم) لیکن سر دست ان کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کچھ تفصیلات ''خاتمہ'' میں بھی آ رہی ہیں۔

دلیل نمبر ۶ (عبارت تصفیہ) سے جواب:

جلالی صاحب کی اس سلسلہ کی سب سے بڑی، وزنی اور اہم سمجھی جانے والی دلیل جس پر وہ بہت نازاں وفرحاں اور شاداں و جنباں ہیں، حضرت قبلۂ عالم گولڑی قدس سرّہ سے منسوب کتاب "تصفیہ" کی ایک عبارت ہے جب کہ فی الحقیقت وہ ہماری دلیل ہے، جلالی صاحب کے کسی طرح مفید مدّعا نہیں اور موصوف کے موقف سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ یعنی حضرت قبلۂ عالم رحمہ اللہ نے وہ بات کہی ہی نہیں ہے جو جلالی صاحب نے ان کے حوالہ سے عوام کے سامنے رکھی ہے۔

چونکہ مذکورہ عبارت کا جواب قدرے طویل ہے جو مستقل حیثیت سے علیحدہ لائے جانے کا متقاضی تھا اس لیئے ہم نے اسے الگ سے ایک مستقل رسالہ میں رکھا ہے جو اس سلسلہ کا دوسرا رسالہ ہے۔ پس اس کی تفصیلات اسی میں دیکھی جائیں۔

جلالی دلیل نمبر ۷ (تائیدات علماء ومشائخ) سے جواب:

موصوف کی اس سلسلہ کی ایک بڑی دلیل کے طور پر اس امر کو بھی پیش کیا جا رہا ہے کہ مسئلہ ہٰذا میں دنیا بھر کے خصوصاً ہندوپاک کے علماء ومشائخ کی واضح اکثریت جلالی صاحب کی مؤید ہے جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

بناءً علیہ انہیں اپنا مؤیّد سمجھنا موصوف اور ان کے بہی خواہوں کی سخت خوش فہمی ہے۔

اس کی مکمل تفصیلات رسالہ ہٰذا کے باب دہم میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

جلالی دلیل نمبر ۸ (عبارت رازی) سے جواب:

جلالی صاحب نے اپنے ایک کلپ میں علامہ رازی کے حوالہ سے اس سلسلہ کی بزعم خویش ایک بڑی دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا تھا "لا اظن صحة قولك"۔

مختصر جواب یہ ہے کہ کسی روایت کی فنّی حیثیت کو پرکھنے کے لیئے پہلے مرحلہ میں اس کی سند کی کیفیت کا دیکھنا ضروری ہوتا ہے بعدہ اسے اصول درایت سے جانچا جاتا ہے بناءً علیہ ازراہِ انصاف و دیانت وہ متعلقہ کتب معتبرہ سے اس کی سند لائیں نیز یہ بھی ثابت کریں کہ بڑے کا' چھوٹے کو مسئلہ سمجھاتے ہوئے اس طرح کا طرز اختیار کرنا شرعاً جائز نہیں۔

اس سب سے قطع نظر فدک کے مطالبہ پر فیصلہ صادر کرنے کے امر کو ثابت مان لینے کی تقدیر پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مع التصحیح یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے حضرت سیّدہ کی منّت سماجت فرما کر انہیں منایا اور راضی فرمایا تھا باوجودیکہ حضرت صدیق کی شرعاً بفضلہٖ تعالیٰ کوئی غلطی نہ تھی (کما حققہ الشیخ الامام الشاہ عبدالعزیز المحدّث الدهلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی التحفة لاحظ صفحہ ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰ طبع دہلی)۔

جناب نقشبندیت اور حضرت صدیق کا مرید ہونے کے دعوٰی کے باوجود حضرت صدیق کی روش کو اپناتے ہوئے حضرت سیّدہ سے معافی کیوں نہیں مانگ لیتے جب کہ حضرت سیدہ کی طرف خطاو غلطی کی نسبت کرنے کے مجرم بھی ہو؟؟

جلالی دلیل نمبر ۹ (عبارت بہار شریعت) سے جواب:

جلالی صاحب نے اس سلسلہ میں بہار شریعت کا ایک مقام بھی لوگوں کو پڑھ کر سنایا ہے جو انہیں کچھ بھی مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ عبارت غیر متعلق ہے۔ اس میں لفظاً و معنًی یہ ہرگز نہیں ہے کہ معاذ اللہ حضرت سیدہ خطا پر تھیں اور ان سے غلطی ہوگئی تھی اور نہ ہی انداز جارحانہ اور بے باکانہ ہے جب کہ ''خطأ اجتہادی'' بھی خارج از بحث ہے کیونکہ بحث مطلق خطا میں ہے۔ سب سے اہم یہ کہ حضرت مصنف بہار شریعت' صحابۂ واہل بیت سے خطا کی نسبت کو علی الاطلاق مقام توہین ہونا قرار دے چکے ہیں۔ حوالہ باب چہارم وغیرہم میں پیش کیا جا چکا ہے۔

———◆◆◆———

اب پڑھیے، مطلق خطا کے بولنے کے عدم جواز کے کچھ دلائل۔

باب نہم

(مطلق خطا کے اطلاق کے عدم جواز کے مزید کچھ دلائل)

اس کے کچھ دلائل باب چہارم میں آ چکے ہیں جن کا اعادہ موجب طوالت ہے بناءً علیہ انہیں ادھر ہی ملاحظہ کر لیا جائے۔

مناسبت مقام کے باعث مزید کچھ دلائل حسب ذیل ہیں:

دلیل نمبرا۔۲۔۳ (حدیث ''لا تذکروھم الا بخیر'' وغیرہ):

حدیث شریف میں ارشاد ہے ''لا تذکروھم الا بخیر'' یعنی میرے صحابہ کا ذکر اچھائی ہی سے کرو۔

ملاحظہ ہو(   )

ایک اور روایت میں ہے: ''اذا ذکر اصحابی فامسکوا'' یعنی میرے صحابہ کے متعلق آزادانہ زبان استعمال مت کرو بلکہ زبان کو سنبھال کر بولو۔

نیز ارشاد ہے: ''اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوھم غرضاً من بعدی'' یعنی میں تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہوں کہ میرے صحابہ کا خاص خیال رکھنا اور میرے بعد انہیں اپنی طعن و تشنیع کا نشانہ مت بنانا۔

ملاحظہ ہو (   )

اقــول : حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا بھی قطعی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیہ ہیں پس یہ احادیث ان کے بارے میں بھی ہیں جب کہ مطلق خطأ کی ان سے نسبت کرنا ان احادیث کے سراسر خلاف ہے کیوں کہ مطلق خطا کی نسبت' ذکر بالخیر کے منافی ہے اور آپ پر معاذ اللہ طعن و تشنیع کے زمرہ میں آتا ہے۔

دلیل نمبر ۴ (حدیث ''اذ کر کم اللہ فی اھل بیتی '' وغیرہ):

صحیح حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت کرام کے خیال رکھنے کی بار بار تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ''اذ کر کم اللہ فی اھل بیتی'' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق خصوصی نصیحت کرتا ہوں۔

ملاحظہ ہو (   )

اقــول : سیّدہ بھی اہل بیت نبوّت کی عظیم فرد ہیں پس آپ سے مطلق خطا کی نسبت کرنا اس حدیث کے مقتضا کے قطعاً خلاف ہے۔

دلیل نمبر ۵ (حدیث ''فاطمة بضعة منی '' وغیرہ):

اوائل بحث میں حدیث فاطمة بضعة منی مکمل مع حوالہ جات گزر چکی ہے' اس میں ارشاد ہے کہ جو چیز فاطمہ کے لیئے باعث ایذاء ہے' وہ میرے لیئے بھی باعث ایذاء ہے جو مانحن فیہ کی عمدہ دلیل ہے۔ صلی اللہ علیہ وبہ علیہا وسلم۔

وجہ استدلال واضح ہے کہ مطلق خطا کی نسبت' قطعی طور پر اور فی الواقع برے معنٰی میں ہونے کی وجہ سے سیّدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق' موجب ایذاء ہے۔

دلیل نمبر ٦ (حدیث لا ترد علیه واقعہ ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ):

حدیث میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مشہور صحابی حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے کچھ شکر رنجی ہوگئی۔ آپ نے اس موقع پر حضرت ربیعہ کے بارے میں کوئی سخت کلمہ بول دیا۔

جب توجہ ہوئی تو آپ نے حضرت ربیعہ سے فرمایا تم اس کے قصاص کے طور پر وہ لفظ میں میرے اوپر استعمال کرو۔ انہوں نے انکار کیا اور آپ کے اصرار کے باوجود وہ اسے نہ مانے۔

آپ نے فرمایا کہ میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں تمہاری شکایت کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ اسی غرض سے سرکار کی طرف چل پڑے، حضرت ربیعہ فرماتے ہیں، میں بھی آپ کے پیچھے چل پڑا۔ اتنے میں میرے قبیلہ کے لوگوں نے آ کر مجھے کہا، معاملہ جب ان کی طرف سے ہے تو ہم تمہاری حمایت میں ساتھ چلتے ہیں۔ میں نے کہا ایسا کرنا حضرت ابوبکر کے رتبہ و مقام کے پیش نظر ہمارے لیئے خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے غضب کا موجب بن سکتا ہے جس کا سارا وبال مجھ پر ہی آجائے گا اس لیئے آپ لوگ واپس چلے جاؤ۔

چنانچہ میں اکیلا حاضر ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر ماجرا پیش کیا تو آپ نے مجھے تفصیل بتانے کا فرمایا۔ میں نے عرض کی میرے اور ان کے درمیان سخت کلامی ہوگئی، ان کی زبان سے میرے متعلق کوئی سخت کلمہ نکل گیا جس کے حوالہ سے انہوں نے حکم دیا کہ میں قصاص کے طور پر وہ لفظ ان کے متعلق بولوں، تو میں نے کہا ایسا نہیں

کروں گا۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اجل لا تردّ علیہ ''
تم نے ٹھیک کیا' وہ لفظ ان پر دہرانا بھی نہیں۔

ہاں یوں کہہ دو''قد غفر اللہ لك یا ابابکر ''تو میں نے یہ الفاظ ادا
کئے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رقّت طاری ہوگئی اور آپ روتے ہوئے چلے گئے۔

ملاحظہ ہو (تاریخ الخلفاء عربی للامام السیوطی علیہ الرحمۃ صفحہ ۵۶ بحوالہ مسند احمد وقال
بسند حسن طبع کراچی)۔

اقول: اس حدیث میں حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت
ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد ''لَا تَرُدُّ عَلَیْہِ ''(ابوبکر پر وہ لفظ نہ استعمال کر کے تم نے ٹھیک
کیا اور اسے ان پر استعمال کرنا بھی نہیں)' اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ اصاغر کی
جانب سے اکابر دین کے متعلق' کسی سخت کلمہ کا اطلاق منع ہے۔

پس جب حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا بھی بلاشبہ اکابر دین سے ہیں اور
مطلق خطا کے لفظ بھی عرفاً بہت سخت ہیں تو حضرت سیّدہ کے بارے میں اس کے
اطلاق کا ممنوع ہونا اظہر من الشّمس ہو گیا وھو المقصود وللہ الحمد۔

دلیل نمبر ۷ (حدیث ان اللہ یکرہ ان یخطأ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ):

حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت
معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی یمن میں تعیناتی فرمانے سے پہلے کچھ صحابۂ کرام سے مشورہ
فرمایا جن میں چاروں یار' حضرت طلحہ' حضرت زبیر اور حضرت اسید بن حضیر بھی
تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ہر ایک نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا: ''ماذا ترٰی یا معاذ'' معاذ! خود تم بھی تو اپنی رائے دوناں؟

توانہوں نے عرض کی''ارٰی ما قال ابو بکر ''یعنی اس بارے میں میری رائے وہی ہے جو حضرت ابو بکر کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان اللہ یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ ابو بکر''۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے: ''ان اللہ یکرہ فی السماء ان یخطأ ابو بکر الصدیق فی الارض''۔

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں: ''ان اللہ یکرہ ان یخطأ ابو بکر'' یعنی اللہ بھی یہی پسند فرماتا ہے کہ ابو بکر کو زمین و آسمان میں کہیں بھی خطا سے منسوب نہ کیا جائے اور اس کی تغلیط سے اجتناب کیا جائے۔

ملاحظہ ہو (تاریخ الخلفاء عربی صفحہ ۴۴ بحوالہ طبرانی وابونعیم عن معاذ بن جبل ص نیز بحوالہ مسند ابن ابی اسامہ اور بحوالہ طبرانی الاوسط عن سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

نیز (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۳۵۸ بحوالہ طبرانی کبیر' مسند حارث' السنۃ لابن شاہین عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

اقول: اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو دلیل نمبر ۶ کے تحت مذکور ہے کہ اکابر دین کے متعلق کسی سخت کلمہ کا اطلاق جائز نہیں۔

مزید اس کے بارے میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے خطا کی نسبت کے ممنوع ہونے کی وجہ حضرت ابو بکر کا مقام صدیقیت

ہے جو حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہ سے بھی اس کی نسبت کے منع ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ حضرت سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی صدیقہ ہیں جس کا خود جلالی صاحب کو بھی اعتراف ہے جیسا کہ ان کی اس سلسلہ کی ایک کانفرنس سے واضح ہے جو انہوں نے ''مقام صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ وصدیقۂ کبریٰ رضی اللہ عنہا'' کے عنوان سے منعقد کی (وللہ الحمد)۔

دلیل نمبر ۸ (''مطلق خطا'' عوام کے لئے باعثِ مغالطہ ہے):

اس سلسلہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ مطلق خطا کا سرعام اطلاق' عوام مسلمین کے لئے مغالطہ کا باعث ہے کہ وہ غلط مفہوم لے کر گمراہی میں پڑ جائیں گے جب کہ ان کو مغالطہ وتشویش سے بچانا لازم ہے (لحفظ عقائد ھم من الفساد) لہٰذا یہ منع ہے جیسا کہ حضرت سیّدنا ابوالبشر آدم علیہ السلام کے متعلق اس لفظ کے حوالہ سے عوام الناس مغالطہ کا شکار ہیں۔

اس سلسلہ کی ایک نظیر وہ صحیح حدیث بھی ہے جس میں یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے دعاء مغفرت فرمانے کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرما دیا۔

ملاحظہ ہو (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۵۹ طبع مکۃ المکرّمہ عن بریدۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً واللفظ ''فسألته ان یأذن لی فاستغفر لھا فابیٰ'')

جس کی توجیہ اہل تحقیق نے یہ بیان کی کہ دعاء مغفرت فرمانے کی صورت میں عوام الناس کو صدور خطا کا وہم لگتا۔ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے منع فرما دیا گیا (کما فی شرح حسن البنّاء علی المسند الامام احمد علیہ الرحمۃ)۔

بناءً علیہ عوام کو خواص اور مقدس ہستیوں کے حق میں دعاء مغفرت کی اجازت نہی دی جاتی۔

دلیل نمبر ۹ (تحفظ عظمت اعاظم کا لزوم):

اعاظم و اکابر دین و ایمان کی عظمتوں کو تحفّظ فراہم کرنا لازم اور ان کے متعلق ایسا انداز بیان جس سے ان کی وقعت، عوام مسلمین کی نظروں میں کم ہوتی اور شان گھٹتی نیز ان کا وقار مجروح اور ان پر اعتماد متاثر ہوتا ہو' حرام ہے۔

دلیل یہ کہ ان کی محبّت و تعظیم ضروری ہے خصوصیت کے ساتھ حضرات صحابہ و اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی حبّ و تعظیم فی الجملہ ضروریات دین سے ہے اسی لئے ان کے آپس کے وہ بعض مشاجرات اور معاملات جو قصور فہم کے باعث عوام کے لئے تشویش کا سبب ہیں' ان کا سر عام بیان کرنا ممنوع ہے۔

دلیل نمبر ۱۰ (محفوظ عن الخطاء کی اصطلاح):

ائمّہ و علماء شان نے حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ''عصمت'' اور ان کے علاوہ دیگر مقدسین (صحابہ و اہل بیت اور اولیاء کاملین) علیہم السلام کے لئے حفاظت کی اصطلاح مقرر فرمائی ہے۔

چنانچہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے لئے ''معصوم عن الخطاء'' اور دیگر مقدسین و عباد کاملین رحمہم اللہ اجمعین کے لئے ''محفوظ عن الخطاء'' کے لفظ استعمال فرمائے ہیں۔

یہ اصطلاح' ان کی بے ادبی سے بچنے اور سیدھا خطا کی نسبت کرنے کے عمل سے اجتناب کے لئے ہے جو ما نحن فیہ کی عمدہ دلیل ہے۔

چنانچہ مقتدائے اہل سنت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''ایں بزرگواران کہ نزد شیعہ معصوم اندونزد اہل سنت محفوظ الخ''۔

نیز فرماتے ہیں: ''ایں اشخاص کہ نزد شیعہ معصوم اندونزد ما محفوظ اند''۔

یعنی ائمۂ اہل بیت کو شیعہ ''معصوم عن الخطا'' کہتے ہیں جب کہ وہ ہم اہل سنت کے نزدیک ''محفوظ عن الخطاء'' ہیں۔

ملاحظہ ہو (تحفہ اثناء عشریہ فارسی صفحہ ۲۷۵، ۲۷۸ طبع دہلی)۔

- امام ابوالقاسم عبدالکریم قشیری (۴۶۵ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''من شرط الولی ان یکون محفوظا کما ان من شرط النبی ان یکون معصوماً'' یعنی معصوم ہونا شان نبوت اور محفوظ ہونا شان ولایت سے ہے۔

ملاحظہ ہو (الرسالۃ القشیریہ فی علم التصوف صفحہ ۲۴۴ طبع دارالکتاب العربی بیروت)

نیز فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ ولی، نبی کی طرح معصوم نہیں ہوسکتا'' واما ان یکون محفوظاً حتی لا یصر علی الذنوب ان حصلت ہناتٌ او آفات اور زلّات فلا یمتنع ذلك فی وصفھم ''یعنی وہ محفوظ ہوتا ہے کہ ذنب اس سے صادر نہیں ہوتا، ہوجائے تو ممتنع نہیں (آگے حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے اس سلسلہ کے ایک قول کا ذکر ہے)۔

ملاحظہ ہو (صفحہ ۳۲۹ طبع مذکور)۔

- اسی کی مانند بریقہ محمودیہ شرح طریقہ محمدیہ (جلد ۲ صفحہ ۱) میں بھی ہے واللفظ: لا تجب عصمۃ الولی کما تجب عصمۃ النبی لکن

عصمته بمعنی ان یکون محفوظا لا تصدر عنه زلة اصلا ولا امتناع من صدورها وقیل للجنید الخ۔

- نیز شیخ الاسلام امام ابن حجر مکّی (۹۷۴ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ولی غیر نبی کے الہام کے متعلق صوفیاء کرام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اولیاء معصوم نہیں ہوتے کہ ان سے وقوع ذنب کا امکان ہوتا ہے جو ولایت کے منافی نہیں "انه حجة ممن حفظ اللہ فی سائر اعماله الظاهرة والباطنة" جو ولی اپنے تمام اعمال ظاہرہ و باطنہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے درجۂ محفوظیت پر فائز ہو اس کا الہام حجت ہوگا۔
حضرت جنید سے ولی کے صدور اثم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ناممکن تو نہیں "لیکن لهم الحفظ فلا تضع منهم کبیرة ولا صغیرة غالباً" ہاں وہ محفوظ ہوتے ہیں اس لیئے اس شان کے حاملین سے اس شان کے باعث صغیرہ و کبیرہ کا وقوع نہیں ہوتا (ملخّصاً)۔
ملاحظہ ہو (الفتاویٰ الحدیثیہ صفحہ ۳۲۲ طبع مکتبہ و مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)۔

- خلیفۂ اعلیٰ حضرت مصنف بہار شریعت صدر الشریعہ علاّمہ امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمہ بہار شریعت میں رقم طراز ہیں: "نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے، اور یہ عصمت نبی اور مَلَک کا خاصّہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔ عصمت انبیاء کے یہ معنٰی ہیں کہ ان کیلئے حفظ الٰہی کا وعدہ لیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے بخلاف ائمّہ و اکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل

انہیں محفوظ رکھتا ہے۔ ان سے گناہ ہوتا نہیں مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں"۔

ملاحظہ ہو (جلد ا حصّہ اوّل صفحہ ۱۰ طبع لاہور، صفحہ ۳۸، ۳۹ طبع کراچی)۔

- قبلۂ عالم حضور اعلیٰ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرّہ نے بھی محفوظ کی اصطلاح استعمال فرمائی اور اس کے معنی میں بصورت وقوع ذنب دنیا میں توفیق انابت کا یقینی ہونا اور ثمرہ آخرت میں اس کا غیر مضر ہونا لکھا ہے (کما فی الرسالة المنسوبة الیه المسمّاة بالتصفیة)۔
- امام اہل سنت حضور غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں :
"عصمت انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے اور حفاظت اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے انعام خداوندی ہے (دروس سورۂ تحریم درس نمبر ۱۶ صفحہ ۱۲۷ طبع راولپنڈی)۔

فائدہ مہمّہ (تنبیہ بر تعریف عصمت وحفاظت وغیرہ وذکر بعض مأخذ حفاظت):

اقول: پیش کردہ عبارات سے عصمت وحفاظت کی تعریف اور ان میں پائے جانے والے فرق کی وضاحت کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہو گیا کہ طبقۂ اولیاء میں محفوظ عن الخطاء ہونا صرف اکابر اولیاء ہی کا وصف ہے، ہر فرد کا نہیں جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ معصوم عن الخطا ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ امر منافی کا صدور ممکن ہی نہ ہو جب کہ محفوظ عن الخطاء ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ امر منافی کا صدور نہ ہو، ہو جائے تو بوجہ توفیق انابت، مضر نہ ہو اور قیامت میں مغفرت حتمی ہو اگرچہ دنیا میں اس پر حدود شرعیہ بھی نافذ ہوں۔

ثم اقول: محفوظ عن الخطاء پر قرآن وسنت کے ان نصوص سے روشنی

پڑتی ہے:

- ''رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ''
- ''ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولٰئک عنھا مبعدون (الٰی) توعدون''۔
- وکلّا وعداللہ الحُسنٰی (پ۱۱ التوبہ آیت نمبر ۱۰۰' پ۱۱ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۱ تا۱۰۳' پ ۲۷ الحدید آیت نمبر ۱۰)۔
- ''لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم وفی روایۃ قد وجبت لکم الجنۃ'' (مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۷ بحوالہ بخاری ومسلم عن علی کرم اللہ وجہہ)۔
- ''ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین'' (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۱ بحوالہ احمد عن عبدالرحمٰن بن سمرۃ وترمذی عن عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہما واللفظ للاوّل)۔
- ''اذا احب اللہ عبدا لم یضرہ ذنب'' (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۰' صفحہ ۵۲ بحوالہ دیلمی وغیرہ عن انس رضی اللہ عنہ)۔

دلیل نمبر ۱۱ (لفظ تَسَامُح):

ایک سلسلہ کی ایک دلیل لفظ تَسَامُح بھی ہے جو بے شمار علماء واکابر بعض مقامات پر اعاظم کی تغلیط وتردید اور تخطئہ (یعنی انہیں غلط اور خطا پر کہنے) کی بجائے استعمال کرتے ہیں اور ادباً ''فیہ تسامح'' کہہ کر گزر جاتے ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں۔

دلیل نمبر ۱۲ (امام بغوی کے متعلق صاحب مشکوٰۃ کا قول):

امام بغوی رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر ماٴخذ کے بغیر ''مصابیح'' کے نام سے ہر

موضوع کی احادیث شریفہ کا ایک قابل قدر مجموعۂ حدیث ترتیب دیا۔

علامہ تبریزی نے بڑی عرق ریزی سے ان کے حوالہ جات ڈھونڈ کر انہیں متعلقہ مقامات پر سیٹ فرمایا اور دونوں کاوشوں کے امتزاج سے کتاب کا پورا نام ''مشکوٰۃ المصابیح'' تجویز کیا۔

اس دوران بعض مقامات پر انہیں بعض روایات کے حوالے بسیار کوشش کے باوجود نہ مل پائے تو انہوں نے اسے امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی قرار دینے کی بجائے اپنے قصور علم سے تعبیر فرمایا۔ یہ بھی مانحن فیہ کی دلیل ہے۔

چنانچہ دیباچۂ مشکوٰۃ میں ان کے لفظ ہیں: ''وقلیلا ما تجد اقول ما وجدت هذه الرواية فی كتب الاصول او وجدت خلافها فيها فاذا وقفت عليه فانسب القصور الیّ لقلة الدراية لا الى جناب الشيخ رفع الله قدره فی الدارين حاشا لله من ذٰلك'' یعنی جن بعض مقامات پر میں نے یہ لکھا ہے کہ کتب اصول میں مجھے یہ روایت نہیں مل پائی یا یہ کہ اس کے برخلاف ملی ہے تو اسے میری کم علمی اور میری کوتاہی پر محمول کرنا معاذ اللہ حضرت شیخ رفع الله قد ره فی الدارين سے اسے منسوب مت کرنا (صفحہ ا طبع کراچی)۔

دلیل نمبر ۱۳ (عبارات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ):

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی حسب ذیل عبارات بھی مانحن فیہ کی دلیل ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

عبارت نمبرا:

اللہ عزّ وجل سہواً و خطأً بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی باقی ہو یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے الخ۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۳۵۸ تحت تنزیہ دوم دلیل نمبر ۳ درجہ نمبر ۵ طبع رضا فاؤنڈیشن لاہور)۔

اقول : ابھی دلیل نمبر ۷ کے تحت خود جلالی صاحب کے حوالہ سے آچکا ہے کہ حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا بھی ''صدّیقۂ کبریٰ'' ہیں بناءً علیہ عبارت رضویہ مانحن فیہ کی واضح مؤیّد ہے۔

عبارت نمبر۲: نیز اعلیٰ حضرت صحابۂ واہل بیت کرام سے خطاً معصیت کی نسبت دینے کا حکم بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بے شک رفض اور خروج ہے از دائرۂ اہل سنت۔ جو کسی صحابی کی شان میں کلمۂ طعن وتوہین کہے' انہیں براجانے' فاسق مانے' ان میں سے کسی سے بغض رکھے' مطلقاً رافضی ہے''۔

ملاحظہ ہو (فتاوٰی رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۶۲۰ طبع رضا فاؤنڈیشن)۔

عبارت نمبر۳: شرائط جواز جمعہ کی بحث میں اذن عام اور عدم رکاوٹ کے مفہوم میں باوجودیکہ امام الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کی توضیح وتشریح آپ کے نزدیک درست نہ تھی پھر بھی ان کی تغلیط فرمانے کی بجائے محض اپنا مختار بیان کرنے پر اکتفاء فرمایا جس سے آپ نے اکابر کے ساتھ ادب واحترام کی شاندار مثال قائم فرمائی۔

چنانچہ آپ کے لفظ ہیں: ”فقد وافق بحث السید المحشی نظر العلامة الشرنبلالی وبحث العبد الفقیر نظر العلامة الطحطاوی وھو لیس بدون الشامی ومعنا تصریح العلامة ابن الشحنة ولیس الشرنبلالی کمثله“۔

ملاحظہ ہو (جد الممتار علی رد المحتار جلد۲ صفحہ ۲۰۳ طبع دار اہل السنۃ کراچی)۔

عبارت نمبر۴: اس سلسلہ کی ایک دلیل آپ کی وہ عبارات بھی ہیں جن میں آپ نے بے شمار اکابر اجلّہ کی بعض تحقیقات سے علمی اختلاف کرتے ہوئے انہیں سیدھا غلط کہنے کی بجائے ادباً وتواضعاً تطفل (اپنے بچگانہ) سے تعبیر فرمایا جو ادب کی ایک اور عمدہ مثال ہے جیسے ”التطفل علی العلامة الشامی “وغیرہ۔ جسے فتاوی رضویہ شریف میں جگہ جگہ دیکھا جاسکتا ہے۔ ولا یخفی علی خدّامها۔

دلیل نمبر۱۴ (خصوصی جزئیہ حضرت صدر الشریعہ مصدّقہ حضرت محدّث کبیر وشارح بخاری وغیرہما):

تلمیذ وخلیفۂ اعلیٰ حضرت، مصنف بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ، صحابۂ واہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے لفظ بغاوت وخطا کی نسبت کرنے کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”چوں کہ عرف عام میں یہ الفاظ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہٰذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں“۔

ملاحظہ ہو (فتاوی امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۴۶۲، ۴۶۴ طبع کراچی)۔

اقول: یاد رہے کہ یہ مسئلہ ہٰذا کا خصوصی جزئیہ ہے۔

نیز یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس فتاوٰی کو ایک درجن کے قریب علماء و فضلاء اہل سنت نے مستند قرار دیا ہے جیسا کہ اس کے شروع میں درج تقریظات' تصدیقات اور تائیدات سے واضح ہے جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت صدرالشریعہ کے شہزادے حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی المعروف ''محدّث کبیر'' مدّ ظلہ' اور آپ کے معروف ارادت مند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی المعروف ''شارح بخاری'' علیہ الرحمۃ نے فتاوٰی کے لفظ لفظ کی تصدیق اور توثیق فرمائی ہے۔ بناءً علیہ پیش نظر جزئیہ خصوصیہ میں حضرت صدرالشریعہ متفرد نہ ہوئے بلکہ یہ علماء و فضلاء کی ایک پوری جماعت کا متفق علیہ فتوٰی ہوا۔

ملاحظہ ہو (فتاوٰی امجدیہ جلد ۳ صفحہ ص' ش' ج' خ' ذ' ظ' ک اور م نیز جلد ۴ صفحہ ث تا ص طبع کراچی)۔

پڑھیئے اس کی مزید دلیل۔

دلیل نمبر ۱۵ (شہزادۂ صدرالشریعہ قاری رضاء المصطفیٰ ' مفتی شریف الحق امجدی اور علامہ عبدالمبین نعمانی سے):

سورۂ فتح شریف کی آیت نمبر ۲ کا اردو ترجمہ دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے اس طرح کیا ہے: ''تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے''۔

جب کہ اس کی تفسیر میں موصوف نے اسے اجتہادی کی تاؤیل میں بھی لیا ہے۔

ملاحظہ ہو (بیان القرآن مجلّد دوم جلد ۱۱ صفحہ ۲۸ نیز صفحہ ۱۹' ۲۰ طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

اس کے باوجود ترجمہ میں مطلق خطا ہونے کی بناء پر مصنف بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ کے صاحبزادے علامہ قاری رضاء المصطفیٰ ٗان کے مرید شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور (انڈیا) علامہ مفتی شریف الحق امجدی نیز علامہ عبدالمبین نعمانی نے اجتہادی کی تأویل کا کچھ بھی اعتبار نہ کرتے ہوئے مذکورہ ترجمہ کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی قرار دیا ہے۔

یہ بھی ہمارے موقف (مطلق خطا کے اطلاق کے عدم جواز) کی بہت پائے کی دلیل ہے جب کہ تعظیم وتوہین میں حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کا معاملہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والا ہے جس کی مدلل مکمل تفصیلات باب پنجم میں آ چکی ہیں۔

مزید پڑھیئے اس کی دلیل۔

دلیل نمبر ۱۶ (مولانا خورشید عالم صابری اور عبدالرشید اویسی وغیرہما سے):

مولانا خورشید عالم صابری اور عبدالرشید اویسی صاحب نے ڈاکٹر جلالی صاحب کی حمایت میں جاری کردہ اپنے کلپس میں حضرت سیّدہ کے متعلق مطلق خطا کے جلالی الفاظ کے نامناسب ہونے سے انکار نہیں کیا جن میں سے ثانی الذکر مولانا ٗ وہی ہیں جن کے زیر انتظام ''سیّدنا علی المرتضیٰ سیمینار'' منعقد ہوا تھا جس میں جلالی صاحب کے زیر بحث متنازعہ الفاظ ہیں لیکن اسے خدائی مار نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے کہ یہ حضرات جلالی صاحب کے متنازعہ الفاظ کو ہلکا مان کر ساتھ بھی اسی ہلکا بولنے والے کا دے رہے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

بناءً علیہ خود جلالی صاحب کے حلقۂ معتقدین سے بھی مطلق خطا کے الفاظ کا ہلکا ہونا ثابت ہوا۔

علاوہ ازیں جلالی صاحب کے حق میں لکھنے والے بعض پُر جوش انڈین مولاناؤں نے عبارت تصفیہ سے کیئے گئے جلالی استدلال کے صحیح ہونے سے اختلاف کیا ہے مگر اس کے باوجود ان سے خطا اور غلطی کو منسوب کر کے انہیں غلط قرار دینے کی بجائے اسے بار بار ان کا ''تسامح'' کہا ہے۔ گویا غلطی اور خطا کو ان سے منسوب کرنے کو ان کی بے ادبی تصور کیا ہے۔

یہ بھی مانحن فیہ کی دلیل ہے کہ جب واقعی غلطی اور خطا کے پائے جانے کے باوجود وہ جلالی صاحب کو غلط کہنے سے کانپ رہے اور ان کی سوء ادبی سمجھ رہے ہیں تو پاک ذات حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق مطلق خطا کی جسارت ان کی بے ادبی کیوں نہیں ہے اور ادھر ان کے ہاتھ اور قلم کیوں نہیں کانپتے اور زبانیں کیوں نہیں لڑ کھڑاتیں؟

بہر حال خود جلالی صاحب کے حلقۂ اثر سے بھی مطلق خطا کے اطلاق کا ناجائز ہونا ثابت ہوا۔ ولنعم ما قیل ''جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔

پڑھیئے اس سلسلہ کی ایک اور دلیل۔

دلیل نمبر ۱۷ (خود جلالی صاحب کا اپنا بیان):

جلالی صاحب نے اپنے متنازع کلپ بعنوان ''سیّدنا علی المرتضٰی سیمینار'' میں صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ غلطی کا امکان ہے لیکن رب نے حفاظت فرمادی ہے''۔

نیز ''عدالت صدیق اکبر سیمینار'' میں لفظ ہیں ''یہ ہستیاں معصوم نہیں، محفوظ ہیں''۔

جو حضرت سیّدہ کے محفوظ عن الخطاء ہونے کا کھلا اعتراف ہے جب کہ ابھی دلیل نمبر ۱۰ کے تحت ہم ثابت کر آئے ہیں کہ محفوظ عن الخطا کی اصطلاح ہے ہی اس لیئے کہ مقدسین پر مطلق خطا کی نسبت کرنے سے بچا جا سکے جو ما نحن فیہ کی عمدہ دلیل ہے۔

اسی جیسے مواقع پر کہا جاتا ہے ع مدّعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مزید دیکھیئے۔

دلیل نمبر ۱۸ (نیز جلالی صاحب کے حوالہ سے):

اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر جلالی صاحب سے کلاس کے دوران پڑھانے میں کوئی غلطی اور خطا سرزد ہو جائے اور ان کا کوئی شاگرد منہ چڑھ کر بھری کلاس میں صاف صاف ان کو غلط اور خطا پر کہہ دے تو اسے وہ بے ادب اور قابل اخراج قرار دیں گے اور اسے ان کا کوئی چاہنے والا اور جیالا قطعاً برداشت نہیں کرے گا تو خدارا ٹھنڈے دل سے سوچیئے کہ شہزادئ امام الکائنات علیہ و بہ علیہا افضل الصلوات کے متعلق ان کے متنازعہ جارحانہ الفاظ و انداز پر انہیں کیوں کر رعایت دی جا سکتی ہے؟

یا کیا وہ اصول موضوعہ سے' تنقید سے بالاتر اور حضرت سیّدہ سے معاذ اللہ بڑھ کر ہیں؟

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

———•••———

باب دہم

(علماء ومشائخ کی تائیدات کی حقیقت)

باب نہم میں مذکور مطلق خطا کے جواز کی جلالی دلیل نمبر ۷ کا جواب قدرے تفصیل طلب ہونے کے باعث مستقل عنوان کے تحت آنے کا متقاضی تھا اس لیئے ہم نے اسے باب دہم میں لانے کا وعدہ کیا تھا جو حاضر ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق : مذکورہ دلیل کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے خصوصاً ہندوپاک کے علماء ومشائخ کی واضح اکثریت' جلالی صاحب کے موقف کی مؤید ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ جلالی صاحب کے متعلقین کا پروپیگنڈہ ہے جس کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں ہے نہ اس میں ذرّہ بھر صداقت ہے۔

وجہ یہ ہے کہ جن علماء ومشائخ کو وہ جلالی موقف کا مؤید بنا کر پیش کررہے ہیں' ان کی واضح اکثریت وہ ہے جس نے نہ تو جلالی صاحب کے متنازعہ کلپس خود سنے ہیں اور نہ ہی انہیں صحیح طور پر ان کے متنازعہ الفاظ پہنچے ہیں' انہوں نے محض جلالی صاحب کے کارندوں کے پروپیگنڈہ کی بناء پر فقط اس امر کی تائید کی ہے کہ خطا

اجتہادی شرعاً کوئی جرم نہیں بلکہ مجتہد کے حق میں موجب اجر ہے جب کہ بحث خطا اجتہادی میں ہے ہی نہیں۔

اصل موضوع بحث یہ ہے کہ جلالی صاحب نے اپنے متنازعہ کلپس میں حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق پاکستانی عرف وماحول میں بیٹھ کر مجمع عوام میں نہایت جارحانہ اور بے باکانہ انداز سے مطلق خطا اور غلطی کے ہلکے لفظ بولے ہیں جنہیں عوامی ردعمل سے خود کو بچانے کے لیئے پھرتی سے خطا اجتہادی کا رنگ دے دیا گیا۔ الغرض اسے ہتھیار کے طور پر بھرتی کیا گیا جیسا کہ باب ہشتم میں مطلق خطا کے جواز کی جلالی دلیل نمبر ۵ کے تحت گزر چکا ہے۔

بناءً علیہ حقیقی معنٰی میں ان کا کوئی ایک بھی مؤید نہیں ہے کیونکہ مطلق خطا کی نسبت کے جواز کی کسی ایک نے بھی تائید نہیں کی ورنہ کوئی مائی کا لعل یہ ثابت کر کے دکھا دے۔

مرکزی نقطہ چونکہ یہی ہے اس لیئے ہمارا یہی ایک جملہ ان کی تمام مزعومہ تائیدات کا جواب ہے۔ پس ان کے الگ الگ ردّ کی قطعاً کچھ حاجت نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جنہوں نے موصوف کے متنازعہ کلپس خود سنے یا انہیں ان کے اصل متنازعہ الفاظ پہنچے ہیں اور اصل معاملہ سے آگاہی پائی ہے تو انہوں نے ان کی تائید کی بجائے کھل کر تردید و تغلیط کی ہے جن کی فہرست بہت طویل ہے جن میں خصوصیت کے ساتھ امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پیر خانہ مارہرہ شریف، اعلیٰ حضرت کا آستانہ عالیہ بریلی شریف اور خانوادۂ عالیہ امام اہلِ سنّت غزالیٔ زماں مع جملہ ارادت مندان و تلامذہ و متوسلین و معتقدین علماء و فضلاء

ومشائخ عظام جو بلا مبالغہ ہزاروں میں ہیں' سرفہرست اور قابل ذکر اکابر ہیں' جو سب پہ بھاری ہیں۔ بناءً علیہ نفری کے اعتبار سے اکثریت کا دعویٰ بھی بے بنیاد ہے۔ ہاں اکثریت سے مراد موصوف کے شاگرد اور مرید ہوں تو کسی حد تک صحیح ہے لیکن پرابلم یہ ہے کہ بچوں کی اپنے باپ کے حق میں گواہی شرعاً چلتی نہیں ہے وھکذا بالعکس۔

تمام کی نقول کا لانا موجب طوالت ہے جو برخلاف مقصود بھی ہے اس لیئے ہم محض تکمیل عنوان کی غرض سے تبرّکاً بطور نمونہ پیر خانۂ اعلیٰ حضرت مارہرہ شریف اور آستانۂ اعلیٰ حضرت بریلی شریف سے اس کی دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں جو حسبِ ذیل ہے:

(واضح رہے کہ بالکل اوائل زمانہ ہی میں صدر الافاضل' فخر الاماثل فائق علی الاقران جگر گوشۂ غزالیٔ زماں شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان حضرت صاحبزادہ علامہ سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی کا اس سلسلہ کا جامع تفہیمی و تنبیہی مکتوب گرامی' ڈاکٹر جلالی صاحب کو پہنچ چکا ہے جو سب کے علم میں ہے)

تو لیجئے پڑھیئے۔

پیر خانۂ اعلیٰ حضرت مارہرہ شریف کا ارشاد:

چنانچہ پیر خانہ اعلیٰ حضرت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے موجودہ سجّادہ نشین حضرت قبلہ سید محمد امین برکاتی دامت برکاتہم نے اپنے مختلف کلپس میں جلالی صاحب کے موقف کو گمراہ کن اور ان کے متنازعہ الفاظ کو ہلکے الفاظ قرار دے کر موصوف پر توبہ ورجوع کے لازم ہونے کا ارشاد فرمایا ہے۔

چنانچہ کلپ میں آپ کے لفظ ہیں:

''میں علی گڑھ سے پروفیسر سیّد محمد امین خادم آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ آپ سے مخاطب ہوں، میں کسی شخص کی بھی اس میں حمایت نہیں کرسکتا کہ وہ میری جدّہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہلکا لفظ استعمال کرے، میرے خانوادہ کے جملہ بزرگ اسی عقیدہ پر قائم تھے اور اب ہم سب بھائی اسی عقیدے پہ قائم ہیں کہ اس کو عزّت کا سوال نہ بنائیں اور توبہ ایسی چیز ہے جو اس سے بڑی بڑی غلطیاں معاف ہوجاتی ہیں اور آپ اپنے کلمات سے رجوع کریں اور علی الاعلان اس سے رجوع کریں، اس میں شرمانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ سبقت لسانی سے کوئی بات ہوگئی تو اس میں شرمانے کی کون سی بات ہے اس سے رجوع کرلیں (الیٰ) میں نے مولانا اشرف آصف جلالی صاحب کے بارے میں ایک آڈیو بھیجا تھا اور اب میں یہاں کے دیگر مفتیان کرام اور علماء سے گفتگو کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مولانا اشرف آصف جلالی صاحب اپنے گمراہ کن بیانات سے رجوع کرلیں۔ اور اگر غلطی ہو بھی جائے کسی سے تو اُسے ماننے میں کوئی شرم نہیں ہونی چاہیئے۔ تو آپ اپنی گفتگو سے رجوع کرلیں، سب معاملات صحیح ہوجائیں گے آپ کے ساتھ۔ (انتھٰی کلامہ)۔

سجادہ نشین آستانہ عالیہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کا ارشاد:

آستانہ عالیہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کے سجادہ نشین ومتولی خانقاہ عالیہ رضویہ وناظم اعلیٰ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف حضرت مولانا علامہ محمد سبحان رضا

خان قادری المعروف حضرت سبحانی میاں دامت برکاتہم العالیہ نے مسئلۂ ہٰذا کے حوالہ سے اپنے لیٹر پیڈ پر جاری فرمودہ اپنے ارشادات میں فرمایا۔ ''مرکز اہلِ سنّت خانقاہ رضویہ نوریہ جیلانیہ ریحانیہ آستانہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کا اور یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے علمائے کرام کا مؤقف یہ ہے کہ باغ فدک کے مطالبے کے وقت بھی خاتونِ جنت' جانِ احمد کی راحت سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا خطا پر نہ تھیں کہ اللہ رب العزت نے انہیں ہمیشہ خطا سے محفوظ رکھا ہے۔

نیز ہمارے محدود و ناقص علم کے مطابق اسلافِ کرام اور جماعتِ اہلِ سنّت کے معتمد و مستند ائمّہ' علماء اور مشائخِ عظام میں سے آج تک کسی نے تحریراً و تقریراً یہ نہ کہا کہ ''جب (باغِ فدک میں اپنا حصہ) مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں''۔ اور نہ ایسا کہنا عاشقانِ اہلِ بیت اہلِ سنّت کا شیوہ ہے۔ اللہ رب العزت (الٰی) ہمارے دلوں میں اہلِ بیتِ اطہار خاص کر خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا (الٰی) سے سچی محبت و عقیدت قائم رکھے۔ ان عظیم الشان بارگاہوں میں ہمیشہ ہمیں مؤدّب رہنے کی توفیق بخشے' ان کی ذواتِ مقدّسہ کو نشانۂ تنقید بنانے' ان کی بارگاہوں میں گستاخی و بے ادبی کی طرف مشیر کلمات و جملوں کا استعمال کرنے اور ان کی تنقیص و توہین کرنے کے جرم سے ہمیں محفوظ رکھے ہم سب کو ان معظم و مقدّس ہستیوں کی عزت و ناموس کی حفاظت و پاسبانی کی توفیق رفیق عطا فرمائے''۔ (مکتوب محررہ ۴/ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ/۲۶ جون ۲۰۲۰ء)۔

نوٹ: اس کی کاپی بھی ہمارے پاس موجود اور ریکارڈ پر محفوظ ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا بھر کے علماء اور مشائخ اہل سنّت میں سے حقیقی معنیٰ میں کوئی ایک بھی جلالی موقف کا مؤید اور حامی نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا کھل کر ردّ کرنے والے موصوف کے موقف کے برملا نافی ہیں اور جن کو ان کا مؤید ظاہر کیا گیا ہے انہوں نے محض ''خطا اجتہادی'' کے خطاء معصیت نہ ہونے کی تائید کی ہے مطلق خطا کی نہیں جب کہ اصل موضوع بحث مطلق خطا ہے' خطأ اجتہادی خارج از مبحث ہے۔

حضرت منانی میاں' حضرت محدّث کبیر اور حضرت صاحبزادہ عسجد رضا خان مدّظلہم کی تائید کی توجیہ:

جلالی صاحب وامثالہ جن حضرات کی تائید پر بزعم خویش بہت نازاں وفرحاں اور شاداں وجنباں ہیں' وہ تین حضرات ہیں حضرات [1] تاج الشریعہ رحمہ اللہ کے برادر اصغر مولانا منانی میاں' شہزادہ [2] صدرالشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی قادری اور شہزادۂ [3] تاج الشریعہ علامہ عسجد رضا خاں مدّظلہم العالی۔

حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بھی کوئی موصوف کے موقف کا حامی اور مؤید نہیں ہے بلکہ یہ سب ان کے موقف کی صریحاً تردید وتغلیط فرمانے والے ہیں جنہیں بہت چستی سے اپنا مؤید بنا کر پیش کر دیا گیا ہے۔

اگر انہیں موصوف کے موقف کا مؤید تسلیم کر لیا جائے تو ان پر (خصوصاً حضرت محدّث کبیر پر) ایک بہت بڑا سوال اٹھتا ہے جس کی تفصیل چند سطور بعد آ رہی ہے۔ پس یہی ماننا لازم ہے کہ انہوں نے موصوف کے موقف کی قطعاً تائید نہیں فرمائی۔

تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت محدّث کبیر کی تائید کی حقیقت:

شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ المعروف محدّث کبیر کی مزعومہ تائید جلالی صاحب کو اس لیئے کچھ مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں بلکہ ان کے خلاف ہے کہ انہوں نے بھی مطلق خطا کی نہیں بلکہ خطاء اجتہادی کے جرم نہ ہونے کے مسئلہ کی تائید کی ہے جب کہ بحث مطلق خطا میں ہے جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ انہوں نے سرگودھا پاکستان کے ایک ساتھی سے اپنی ٹیلفونک گفتگو میں جلالی صاحب پر اپنے متنازعہ الفاظ سے توبہ اور رجوع کو ضروری قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں انہوں نے اس سلسلہ کے اپنے خصوصی کلپ میں سیدہ سے مطلق خطا کی نسبت کو نامناسب قرار دیا ہے اور سیدہ کے مطالبۂ فدک کے خطا ہونے کی بھی نفی کی ہے جو جلالی موقف کی صریحاً تغلیط و ابطال ہے۔

چنانچہ ان کے لفظ ہیں:

> ''اب مجھے خلاصۂ گفتگو یہ بتانا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو مطالبہ کیا تھا' یہ خطا نہیں۔ یہ خطا اجتہادی تھی جس پر ثواب ملتا ہے۔ اس کو خطا کہہ کر ان کو خطاوار کہنا درست نہیں اس لیئے نامناسب جب اس سلسلہ میں خطا کا لفظ استعمال کیا گیا الخ''۔

خلاصہ یہ کہ حضرت محدّث کبیر کا یہ بیان جلالی صاحب کی نہیں بلکہ ہماری دلیل ہے۔

رہا ان کا خطا سے خطاء اجتہادی کے مراد ہونے کی وضاحت کو جلالی

صاحب کے رجوع کے قائم مقام کہنا' جیسا کہ اسی کلپ میں منقولہ بالا الفاظ کے آ گے ان کے لفظ ہیں کہ :

> ''انہوں نے یہ وضاحت کردی کہ اس سے مراد میری خطا اجتہادی تھی تو اب ان کے اوپر طعن وتشنیع کرنا صحیح نہیں کیونکہ انہوں نے اپنی مراد ظاہر کر کے گویا اس بات سے رجوع کرلیا ہے کہ یہ خطا' مطلق خطا نہیں بلکہ یہ خطا اجتہادی ہے''؟؟

تو یہ حضرت کے اپنی ٹیلیفونک گفتگو میں لگائے گئے حکم کے خلاف ہے اور خصوصی کلپ میں دیئے گئے بیان کے بھی منافی ہے پس اسے تسامح پر محمول کیا جائے گا۔

بر سبیل تنزل اس کا زیادہ سے زیادہ مفاد یہ ہوگا کہ جلالی صاحب کی وضاحت کے بعد ان کے بولے گئے مطلق خطا والے الفاظ کو سوء ادبی والے معنٰی میں نہ سمجھا جائے یعنی یہی کہا جائے کہ موصوف نے یہ لفظ سوء ادبی والے معنٰی کی نیت سے نہیں بولے جس کے بعد گستاخی اور توہین کا حکم نہ لگایا جائے لیکن اس سے جلالی صاحب کی غلطی ہونے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ مطلق خطا کے سوء ادبی ہونے کا معنٰی اور پختہ ہو جاتا ہے ورنہ خطا کی یہ تقسیم کرنے نیز خطا اجتہادی کو خطا کا قسیم بنانے اور خطا کو خطا اجتہادی پر ڈھالنے کا کوئی مقصد نہیں بنے گا جب کہ حقیقت یہی ہے کہ جلالی صاحب نے مطلق خطا ہی بولی تھی' اجتہادی کا نہ تو کوئی ذکر چل رہا تھا' نہ اس کا ذکر کیا اور نہ ہی ان کے الفاظ اس کے خطا اجتہادی کی تاویل میں ہونے کے صحیح ہونے کا ساتھ دیتے ہیں کیونکہ وہ بیان عصمت کے

ضمن میں بولے گئے ہیں جب کہ عصمت میں خطا اجتہادی ملحوظ وماً خوذ نہیں ہوتی۔ وجہ یہ کہ وہ عصمت کے منافی نہیں جس کا خود جلالی صاحب کو بھی اعتراف ہے۔

نیز حضرت محدّث کبیر کے کلپ میں صراحت ہے کہ ’’یہ خطا اجتہادی تھی جس پر ثواب ملتا ہے‘‘ جو ہم ابھی پیش کر آئے ہیں جب کہ مطلق خطا کے لفظ انہوں نے عام بول چال میں عوامی سطح پر بولے ہیں جسے عرفاً جرم وگناہ کے معنیٰ میں سمجھا جاتا ہے اور یہ ایسا مؤکّد امر ہے کہ حسب تصریح فقہاء کرام خلافِ عرف فتوٰی دینا بھی جائز نہیں ہے تفصیل کے لیۓ دیکھئے باب چہارم۔

نیز ڈاکٹر جلالی صاحب کا طرز بھی جارحانہ اور بے باکانہ تھا جس کا خود موصوف کو بھی اقرار ہے اور قطعاً سوء ادبی۔

لگتا ہے کہ حضرت محدّث کبیر دامت برکاتہم نے جلالی صاحب کے متنازعہ کلپس خود نہیں سماعت فرمائے ورنہ خطا اجتہادی کے مراد ہونے کی تأویل کی کبھی توثیق اور حمایت نہ فرماتے بلکہ انہیں جیسے بتایا گیا‘ انہوں نے اس کے مطابق جواب دیا کیونکہ جواب مضمونِ سوال ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ پس جب مطلق خطا کا من حیث الاصل برے معنیٰ میں ہونا خود حضرت سے مصرّح ہے تو توبہ کا لزوم بہر صورت باقی رہا کیونکہ بلانیت برے معنیٰ والے الفاظ کے بولنے پر بھی توبہ لازم ہوجاتی ہے مثلاً کوئی کسی کو غلطی سے ولد الحرام کہہ دے تو معافی مانگنا ضروری ہوگا اگرچہ کہنے کی نیت نہ بھی ہو۔

بالفاظ دیگر یہ مان لینے سے کہ مطلق خطا سے جلالی صاحب کی نیت خطا

اجتہادی کی تھی تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکے گا کہ برے معنٰی کی نیت نہ تھی لیکن اس سے غلطی ہونے کی نفی نہیں ہوگی۔ بناءً علیہ حکم توبہ تا حال قائم اور باقی ہے۔

نیز یہ کلمہ (مطلق خطا) کم از کم دورخی ہے جو ''رَاعِنَا'' کی مد میں آتا ہے۔

امام اہل سنّت غزالئ زماں رازئ دوراں حضور مرشدنا الکریم قبلہ علامہ السیّد الکاظمی الفاطمی قدس سرّہ العزیز اس حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں:

''نیت کا عذر بھی اس میں قابل قبول نہیں ہوتا (الٰی) توہین آمیز الفاظ بولتے وقت نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اور کلمۂ توہین بہر صورت توہین ہی قرار پاتا ہے'' ملخّصاً بلفظہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

ملاحظہ ہو (مقالاتِ کاظمی جلد ۲ صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵ طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال ط ۱۳۹۸ھ)۔

حضرت صدر الشریعہ کا فیصلہ کن فتوٰی:

سب سے اہم یہ کہ حضرت محدّث کبیر کے والد ماجد، مصنف بہار شریعت، خلیفۂ اعلٰی حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے دورِ حاضر میں کسی صحابی سے مطلق خطا در کنار خطا اجتہادی کو بھی مقام توہین میں قرار دیا ہے۔

چنانچہ ان سے کسی صحابی کے متعلق بغاوت اور خطا وغیرہما کی نسبت دیتے ہوئے انہیں باغی اور مخطی وغیرہ کہنے کے بارے میں سؤال ہوا تو آپ نے اس کے جواب میں ارقام فرمایا:

''چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ، مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہٰذا

اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں"۔
ملاحظہ ہو (فتاوٰی امجدیہ جلد ۴ صفحہ ۴٦۲، ۴٦۴ طبع مکتبہ رضویہ کراچی مطبوعہ ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء)۔

پُر لطف بات یہ ہے کہ محدّث کبیر خود بھی اپنے والد ماجد کے اس فتوٰی کی حرف بہ حرف تصدیق وتوثیق کر چکے ہیں۔ بناً علیہ حضرت سیدہ سے خطا اجتہادی کی نسبت کو درست قرار دینا بھی حضرت کے والد ماجد اور خود ان کے اپنے لکھے اور تصدیق کیے گئے امر کے خلاف ہے جو ان سے بہر صورت اپنے حالیہ بیان پر نظر ثانی کا متقاضی ہے۔

یہاں سے یہ امر بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضرت صدر الشریعہ کے نزدیک صحابہ کرام سے خطا اجتہادی کی نسبت کرنا بھی مقام توہین میں ہے تو مطلق خطا کی نسبت کرنا بطریق اولٰی توہین ہوا۔

نوٹ: مخفی نہ رہے کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا بھی اکابر صحابیات سے ہیں لہٰذا حضرت صدر الشریعہ کا یہ پیش نظر فتوٰی یہاں لانا بالکل بجا ہے۔ فلیحفظ۔

علامہ عسجد رضا خان صاحب کی تائید کی توجیہ:

جگر گوشۂ تاج الشریعہ حضرت صاحبزادہ علامہ عسجد رضا خان سلمہ اللہ الرحمٰن نے جو تائید فرمائی ہے وہ بھی خطا اجتہادی کے جرم نہ ہونے ہی کی ہے کیونکہ ان کی یہ تائید حضرت محدّث کبیر کے مبحث فیہ بیان کی اتباع میں ہے۔

بناءً علیہ حضرت محدّث کبیر کے حوالہ سے کی گئی تفصیلات علامہ موصوف کے تائیدی بیان پر بھی فی الجملہ جاری ہوں گی جس سے ان کی تائید کا بھی جلالی صاحب کو مفید نہ ہونا اظہر من الشّمس ہوگیا۔ والحمد للہ۔

مزید علامہ موصوف کے یہ الفاظ ما نحن فیہ کے لیۓ مشعلِ راہ ہے:

''اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (الیٰ) کی ادنیٰ سی بھی توہین و تحقیر باعثِ عذابِ نار اور خسرانِ دارین ہے''۔ (مکتوب محررہ ۳۰ جولائی ۲۰۲۰ء)

نوٹ: (آپ کے اس مکتوب کی کاپی ہمارے پاس موجود اور ریکارڈ پر محفوظ ہے)۔

حضرت منّانی میاں کی تائید کی حقیقت:

جلالی صاحب کے حلقہ اثر کی طرف سے حضرت تاج الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے برادرِ اصغر مولانا منانی میاں مدّ ظلہ' کا ایک کلپ چلایا گیا ہے جس میں وہ کسی امر میں جلالی صاحب کی تائید فرما رہے ہیں جس سے عوام کو یہ تأثر دیا گیا کہ ان کی یہ تائید مسئلۂ خطا کے حوالے سے ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان کا پرانے دور کا کسی اور امر پر ایک کلپ ہے' حالیہ مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک دلیل یہ ہے کہ ان کا ایک اور کلپ بھی آیا ہے جس میں آپ نے اس پہلے کلپ سے لاعلمی ظاہر فرمائی اور واضح کہا ہے کہ وہ کلپ اس مسئلہ کے بارے میں ان کا ہو بھی نہیں سکتا وجہ یہ ہے کہ سن رسیدگی کے باعث' میں مسائل میں پڑتا ہی نہیں ہوں۔ پس

؎ خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیۓ
ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیۓ؟

———•••———

خاتمہ

(متفرقات)

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے ایک ارشاد سے مغالطہ کا ردّ:

جلالی صاحب کو عوامی ردّ عمل سے بچانے کی غرض سے ان کے بعض طرف داران اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کا فرمان ہے جس سنّی عالم سے مسلک کو فائدہ پہنچ رہا ہو اس سے سرزد ہونے والی خطا کو اچھالنے کی بجائے چشم پوشی کی جائے ورنہ فائدہ پہنچنا رک جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۲۹ صفحہ ۵۹۱)

جواب یہ ہے کہ بر تقدیر تسلیم اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غلطی چھپی ہوئی ہو جب کہ ما نحن فیہ میں اس کے برعکس ہے کیونکہ موصوف نے یہ کام برملا کیا اور اسے خود ہی دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ ان کا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔ پس وہ ''خود کردہ را علاجے نیست'' کا مصداق ہے۔

یا یہ مطلب ہے کہ اس سے وضاحت کرانے کا ذریعہ نہ ہو مثلاً وہ فوت ہو گیا ہو۔

یا ذریعہ ہو تو قبل از استفسار اسے اچھالا نہ جائے کیونکہ بعض اوقات بندہ اپنی ناک

بچانے کے لیے غلطی پر اَڑ جاتا ہے تو اس کے نتائج خطرناک برآمد ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ پیش نظر صورتیں بھی اس نوعیت کی نہیں ہیں کیونکہ طلب وضاحت سے قبل ہی وہ اسے خود ہی عام کر چکے۔

مزید وضاحت طلب کرنے پر بھی علماء کے وفد کو (بقول ان کے) رسپانس نہیں ملا نیز اس کا محمل یہ ہے کہ غلطی معمولی ہو جب کہ مبحث فیہ امر غیر معمولی ہے کیونکہ شہزادیٔ حضور سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت کا معاملہ ہے جس کا خیال رکھنے پر قرآن وسنت میں تنبیہات وتلقینات موجود ہیں۔

پھر جب مذکورہ نقطہ کی بنیاد پر غلطی کرنے والے (جلالی صاحب) کی اس قدر پاسداری ہے تو حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا (جن کا نام خواتین کے لیئے مشعل راہ ہے اور اسلام کے لیئے باعثِ فخر ان) کے حوالہ سے اس کو اپنانے سے کیوں غداری اور پس وپیش ہے؟

یا کیا سیّدہ کے اس وصف جلیل سے معاذ اللہ انکار ہے یا موصوف کی اہمیت زیادہ ہے؟

الغرض پیش نظر صورت کا حکم اطلاقی نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے جو ہم نے عرض کر دی ورنہ اس کا مطلب یہ بنے گا کہ سنّی عالم کہلا کر جو شخص جو کہتا اور کرتا پھرے، اس پر کچھ مؤاخذہ نہیں جو کسی طرح صحیح نہیں۔

آخر جلالی صاحب بھی تو کچھ علماء ومشائخ کا تسلسل کے ساتھ سخت رد کر رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد اپنی باری پہ کیوں طاق نسیاں میں چلا جاتا ہے۔

نیز اگر یہی مطلب ہو جو متعلقین جلالی بیان کررہے ہیں تو یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ خود امام اہل سنت رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض مسائل میں بعض علماء اہل سنّت (مشہورین) کا ردّ کیوں فرمایا جیسے جمعہ کی اذان ثانی کی جگہ کا مسئلہ اور ربٰو کی بعض صورتوں کے متعلق علماء بدایون اور بعض علماء لکھنو کا ردّ بلیغ (وغیرہ، وغیرہ)

علاوہ ازیں بر تقدیر تسلیم امام اہل سنت کا ارشاد اس شرط سے مشروط ہے کہ سنّی عالم سے فائدہ پہنچ رہا ہو جب کہ پیش نظر صورت اس شرط سے خالی ہے یعنی موصوف سے اس وقت مسلک کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے کہ روافض وخوارج اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر خصوصیت کے ساتھ نیو جنریشن کو بہت گمراہ کررہے ہیں لہٰذا موصوف اس کا مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ "اذا فات الشرط فات المشروط"۔

بلکہ اب اس ارشاد کا تقاضا یہ بن رہا ہے کہ موصوف کا زوردار انداز سے ردّ کیا جائے کیونکہ رعایت جب فائدہ پہنچنے کی بناء پر ہے تو نقصان ہونے کی صورت کے رونما ہونے کا نتیجہ عدم رعایت اور عدم مواساۃ ہے۔

اس سب سے قطع نظر جلالی صاحب کے یہ طرف داران "ناداں دوست" کا کردار ادا کررہے ہیں کیونکہ جب اعلیٰ حضرت کے ارشاد کا عالم کی غلطی سے ہے تو یہ جلالی صاحب کی غلطی کا ڈنکے کی چوٹ پر اعتراف ہوا جو خود جلالی صاحب کے لیئے بھی قابل قبول نہیں کیونکہ وہ اپنی غلطی کو ماننے کے لیئے قطعاً تیار نہیں ہیں۔

سبحٰن اللہ وکلاء ہوں تو ایسے ہوں کہ جو اپنے مؤکل کا خود ہی قصّہ تمام کر کے اپنے خصوم کو جواب کی نوبت ہی نہ آنے دیں۔

سچ ہے کہ ”خدا جب دین لیتا ہے تو عقل چھین لیتا ہے“۔

جلالی صاحب کے رجوع کے پروپیگنڈے کا ردّ:

جلالی صاحب کو بچانے کا ایک حیلہ یہ بھی تراشا گیا اور اس کا پروپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ انہوں نے مسئلہ ہٰذا میں اپنے موقف سے رجوع کرلیا ہے جو بالکل خلاف واقعہ ہے کیوں کہ انہوں نے توبہ کرنا کجا، اس میں اپنا غلطی پر ہونا بھی تسلیم نہیں کیا جب کہ غلطی مانے بغیر رجوع متصور نہیں ہوتا۔ رجوع کرلیا ہوتا تو معاملہ آگے بڑھنے کی بجائے کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔

نیز یہ کہ یہ امر ان سے اس کے برخلاف ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ قاری محمد طیّب نقشبندی مدّ ظلہ کے جواب میں جاری کردہ ”دفاعِ معصومیت کانفرنس“ نامی اپنے ایک کلپ میں انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ:

”میں پھر کہتا ہوں، میں نے جو بولا تھا، سبقتِ لسانی کی وجہ سے نہیں؟ عظمتِ ایمانی کی وجہ سے بولا تھا“۔

نیز ”عقیدہ معصومیت کانفرنس“ نامی کلپ میں کہا:

”یہ سبقتِ لسانی سے نہیں، مسئلہ ایمانی سے نکلا ہے اور فکر قرآنی سے نکلا ہے۔ تو کیسے بدلوں“؟

نیز اسی کلپ میں رجوع کو مضر قرار دیتے ہوئے روافض کے متعلق کہا کہ:

”رجوع کرنے سے وہ جیت گئے اور سارا بوجھ پڑ گیا حضرت صدیق پر“۔

الغرض رجوع کر لینے کی دعوٰی میں کچھ صداقت نہیں پس موصوف کے متعلق کا یہ دعوٰی ''مدّعی سست گواہ چست'' کا آئینہ دار ہے۔

باقی اس سلسلہ میں جو حیلے تراشے گئے ہیں' ان کی تفصیلات مع جوابات حسب ذیل ہیں۔

حیلہ نمبر ۱ (خطا بمعنی اجتہادی لینا رجوع ہے) سے جواب:

چنانچہ کچھ حضرات اس کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ موصوف کا یہ وضاحت کر دینا کہ خطا سے ان کی مراد خطائے اجتہادی تھی' تو یہ ان کا رجوع ہوا۔

جواب یہ ہے کہ جس امر کو رجوع کی بنیاد قرار دیا گیا ہے' وہ اس کا صالح نہیں یعنی الفاظ اس کا ساتھ نہیں دیتے کیوں کہ ''خطا پر تھیں'' کے لفظ مطلق ہیں جیسا کہ خود مستدل کے الفاظ'' ''مراد تھی'' اور'' وضاحت کر دینا'' سے بھی ظاہر ہے کہ موصوف نے اس وقت مطلق خطا ہی بولی تھی اجتہادی کی قید انہوں نے کافی بعد بڑھائی۔

جب کہ یہ الفاظ بھی (کہ ''خطا پر تھیں'')' موصوف نے عقیدۂ عصمت کے تناظر میں بولے جس میں خطا اجتہادی مراد نہیں ہو سکتی کیوں کہ وہ عصمت کے منافی نہیں جس کا خود موصوف کو بھی اعتراف ہے۔

علاوہ ازیں موصوف نے اپنے متنازعہ کلپ میں حضرت سیّدۃ النساء سلام اللہ علیہا کے متعلق یہ لفظ بھی بولے ہیں کہ معاذ اللہ ان سے ''غلطی ہوگئ' معصومہ نہیں تھیں''۔

پس جب بنیاد ہی نہ رہی تو اس کے سہارے قائم کی گئی استدلال

(رجوع) کی دیوار خود بخود زمین بوس ہوگئی یا فضاء میں ریت کی دیوار قرار پائی اور اس سے رجوع کے معاملہ کا بے بنیاد ہونا واضح ہوا۔ مکمل تفصیلات باب نمبر۳ اور باب نمبر۵ میں آچکی ہیں۔ فلتلاحظ تیك هناك۔

نیز رجوع، غلطی کے تسلیم کیئے بغیر متصور نہیں (کما مرّ و سیّاتی فی الآتیة ایضاً)۔

توانہوں نے غلطی مانی ہی کب ہے کہ اسے انکار رجوع کہا جائے؟

اس سے قطع نظر حضرت صدالشریعہ مصنف بہار شریعت کے حسب فتوی، فی زمانہ صحابہ، واہل بیت کے متعلق خطا اجتہادی کی رٹ بھی توہین کی مد میں آتی ہے۔ حوالہ باب چہارم اور باب نہم ودہم میں پیش کیا جاچکا ہے۔

بناءً علیہ یہ تاؐویل وتوجیہ بھی کسی طرح کارگر نہ ہوئی (وھو المقصود)۔

حیلہ نمبر۲ (''الفاظ واپس لے لیئے'') سے جواب:

موصوف کے کچھ بہی خواہ اس سلسلہ میں یہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے الفاظ واپس لے لیئے ہیں جو رجوع ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ بھی خلافِ واقعہ ہے ورنہ بتایا جائے کہ انہوں نے کب کہاں اور کس طریقہ سے الفاظ واپس لیئے ہیں۔

بالفاظ دیگر، الفاظ واپس لینے سے مراد اگر توبہ کر لینا ہے تو اس میں کچھ صداقت نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے جیسا کہ ابھی حیلہ نمبر۱ کے جواب کے عنوان سے پہلے گزرا ہے۔

اور اگر اس سے مراد متبادل الفاظ کا لانا ہے تو اس کا جواب ابھی آیا

چاہتا ہے' پڑھیئے۔

حیلہ نمبر۳ (الفاظ بدل دیئے ہیں) سے جواب:

موصوف کے کچھ ہواخور یہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے وضاحتی کلپس میں متنازعہ الفاظ (''خطاپر تھیں'' اور ''غلطی ہوگئی'') کو تبدیل کر کے یوں کر دیا ہے کہ:

''سیّدنا صدّیق ظالم و غاصب نہیں سیّدہ معصومہ نہیں''

جو عین رجوع ہے۔

جواب یہ ہے کہ:

موجب توبہ غلطی سے توبہ کیے بغیر الفاظ کا بدل دینا کچھ مفید نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے غلطی کا ازالہ ہوتا ہے بلکہ غلطی برقرار اور نامۂ اعمال میں باقی رہتی بلکہ پکی ہو جاتی ہے کیوں کہ یہ غلطی کے واقعی ارتکاب کرنے نیز تائب نہ ہونے کا اقرار ہوتا ہے ورنہ تبدیل کرنے کا کیا مطلب جب کہ زیر بحث امر فی الواقع غلطی بھی ہے۔

چنانچہ امام اہل سنت حضرت غزالیٔ زماں' رازیٔ دوراں علیہ الرحمۃ والرضوان اس جیسے قضیہ کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

''جواب یہ ہے کہ وہ عبارات انہیں قطعاً مفید نہیں جب تک ان کی کوئی ایسی عبارت نہ دکھائی جائے کہ ہم نے فلاں مقام پر جو توہین کی تھی' اب اس سے ہم رجوع کرتے ہیں''۔

ملاحظہ ہو (مقالاتِ کاظمی جلد۲ صفحہ ۳۷۳ طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال مطبوعہ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ)۔

جواب نمبر ۲: اگر الفاظ کا بدل دینا جرم سے بری ہونے کے لیئے کافی ہے تو مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی تو اپنے کتابچہ "حفظ الایمان" میں موجود اپنی مشہور گستاخانہ عبارت کے الفاظ تبدیل کر کے اس کے متبادل کے طور پر "تغیر العنوان" نامی رسالہ لکھ دیا تھا' اس کے باوجود اسے اکابر نے معافی کیوں نہ دی؟ اور کیا موصوف اسے اس کی گستاخی سے رجوع قرار دے کر اس کو معاف کرنے کا اعلان کریں گے؟ خدارا انصاف!

جواب نمبر ۳: موصوف نے خود صراحت کی ہے کہ الفاظ کے بدل دینے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے متنازعہ الفاظ غلط ہیں بلکہ یہ دروازہ انہوں نے محض اپنی سہولت کے لیئے نیز عوامی ردعمل سے خود کو بچانے کی غرض سے کھولا ہے تائب ہونے کے لیئے نہیں جو اس حوالہ سے ان کے رجوع نہ ہونے اور اپنے نظریۂ خطا پر بدستور قائم ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے جس سے لگتا ہے کہ موصوف کے متعلقین نے موصوف سے پوچھے اور مشورہ کیئے بغیر یہ ہوائی اڑائی اور لمبی چھوڑی ہے۔

چنانچہ "عقیدۂ معصومیت کانفرنس" نامی کلپ میں اپنے متنازعہ الفاظ کے متعلق ان کا "بیان ذیشان" ہے:

"یہ سبقت لسانی سے نہیں' مسئلۂ ایمانی سے نکلا ہے اور فکر قرآنی سے نکلا ہے"

جس کا بعد متصلاً یہ اعلان کیا ہے کہ:

"تو کیسے بدلوں؟ ہاں آسانی کے لیئے لفظ دے دیتا ہوں"

سبحان اللہ! کیا کمال وضاحت کی ہے؟

جواب نمبر۴: اس سب سے قطع نظر موصوف نے جو متبادل الفاظ دیئے ہیں، وہ خود ان کے اعتراف جرم کا اہم ثبوت اور عذر گناہ بدتر از گناہ کا کامل مصداق ہیں۔ ان کے وہ الفاظ اس طرح ہیں: ''صدّیق ظالم و غاصب نہیں، سیّدہ معصومہ نہیں''۔

''معصومہ نہیں'' کے لفظوں سے خطا اجتہادی کی صریحاً نفی ہوتی اور مطلق خطا کا واضح اثبات ہوتا ہے۔ بناءً علیہ یہ کنویں سے نکالی جانے والی چیز کے نکالے بغیر کنویں کو پاک کرنے والی بات ہے۔

ہر جامہ کہ خواہی بپوش
من انداز قدرت را مے شناسم

ع جلا کر را کھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

حیلہ نمبر۴ (جلالی نعرہ ''بے خطا بے گناہ سیّدہ زہراء'') سے جواب:

موصوف کے کچھ طرف داران کے رجوع کی دلیل کے طور پر یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ موصوف نے اپنے وضاحتی کلپس میں دوٹوک انداز میں کہا ہے کہ:

> ''حضرت سیّدہ کی ذات گرامی کی طرف خطا کی نسبت کرنا جائز نہیں، نہیں چاہیئے، کوئی ضرورت نہیں، ہم نے کبھی زندگی میں ایک بار بھی ایسی نسبت نہیں کی ابتداءً میرا عقیدہ و مذہب ہے کہ ''بے خطا، بے گناہ، سیّدہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' (ملخّصاً)

نیز انہوں نے سیّدہ کی بے حد تعریف بھی کی اور اس کے بہت نعرے

بھی لگوائے۔یہ بھی رجوع ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ کس نے کہا ہے کہ متنازعہ بیانات سے پہلے بھی جناب نے یہ لفظ بولے تھے۔جب نہیں کہا تھا تو کسی نے کچھ تعرض نہیں کیا تھا' کہا ہے تو اب بھگتو۔

رہے''ابتداءً ''کے الفاظ؟

تو سوءادبی ابتداءً ہو یا انتہاءً 'بہر صورت قابل مؤاخذہ ہے۔اس لئے یہ لفظ بھی کچھ سودمند نہیں۔

نیز موصوف کے ان الفاظ سے عوام کو یہ تأثر ملتا ہے کہ انہوں نے اس طرح کی کوئی بات سرے سے کی ہی نہیں ہے جو بالکل خلاف واقعہ' سخت تعجب خیز اور نہایت حیرت انگیز ہے۔

اگر ان کا یہ بیان درست اور سچ ہے تو یہ لفظ کس زبان نے ادا کئے تھے کہ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' اور غلطی ہوگئ' معصومہ نہیں تھیں'' وغیرہ وغیرہ؟

ہماری علاقائی زبان میں ایسے مواقع پر کہا جاتا ہے کہ گوڑ! اتّے چٹّے ڈینہہ دا' اتّے منہ تے یعنی غلط بیانی اور وہ بھی سرعام اور دن دیہاڑے؟

عربی میں کہیں گے الکذب مع کونه علی رؤس الاشهاد ولو ضح النهار۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ ؏ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیۓ؟

یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ

اور سیدہ کی چادر تطہیر کے طفیل سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رہا ان کا سیّدہ کی تعریف کرنا اور نعرے لگانا، لگوانا؟

تو جب ان کا حضرت سیّدہ سے مطلق خطا کی نسبت کرنا ایک نا قابل تردید حقیقت واقعیہ ہے تو ان کی یہ چڑی چڑی باتیں محض اپنے جرم کو چھپانے کی ناکام کوشش ہیں جنہیں رجوع یا بولے گئے الفاظ سے بریٔ الذمّہ ہونے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

اچھّے اچھّے نعرے تو کسی نہ کسی طرح سب بد مذاہب لگاتے ہیں، تو کیا اس سے ان کی گستاخیاں مٹ گئیں اور ان کو ساتوں خون معاف ہو گئے؟

آخر کیا قاتلین سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، اپنے جرم قتل کو چھپانے کی غرض سے قاتلوں پر...... بے شمار کے نعرے نہیں لگاتے اور امام عالی مقام کے قصیدے پڑھنے کی حد نہیں کر دیتے؟ بلکہ بناوٹی اظہار افسوس کرتے ہوئے وہ تو خود کو اپنے ساتھیوں سے مار مار کر دنبہ بنا دیتے اور لہولہان کر کے ادھ موا کر دیتے ہیں، کچھ تو چل بستے اور آنجہانی بھی ہو جاتے ہیں جب کہ تم اس حوالہ سے ان کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچے۔

تو کیا اس پر انہیں بھی امام عالی مقام علیہ السلام کے عاشق صادق ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے گا؟ اور کیا وہ ایسا کرنے سے اس جرم سے بری ہونے کی سند کے مستحق بن جاتے ہیں؟

نیز طارق جمیل (تارک الجمیل) بھی مصنوعی آنسو بہا کر کہتا ہے کہ مجھے تو حضور کا پورا نسب نامہ زبانی یاد ہے حتّٰی کہ آپ کی بکریوں اور سواری کے

جانوروں وغیرہا تک کے نام یاد ہیں پھر وہ سب کچھ روانی سے سنا بھی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا میں گستاخ ہو سکتا ہوں؟

تو کیا اسے اس کے حق میں اس کے گستاخانہ عقائد و نظریات سے مبرّا ہونے کی دلیل کہا جائے گا؟

امام اہل سنت غزالئ زماں قدس سرّہ العزیز پیش نظر صورت جیسی ایک صورت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> ''عبارات میں محبوبان حق تبارک وتعالیٰ کی ہزار تعریفیں ہوں مگر جب تک وہ توہین آمیز فقروں سے توبہ نہ کریں گے' اہل سنت اس سے کبھی راضی نہیں ہوں گے (الیٰ) بعض حضرات توہین آمیز عبارات کے صریح مفہوم کو چھپانے کے لیئے...... وہ عبارات پیش کر دیتے ہیں جن میں انہوں نے توہین وتنقیص سے اپنی برأت ظاہر کی ہے' یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے ساتھ عظمتِ شان نبوّت کا اقرار کیا ہے''۔
>
> اس کا مختصر جواب یہ کہ وہ عبارات انہیں قطعاً مفید نہیں جب تک ان کی کوئی ایسی عبارت نہ دکھائی جائے کہ ہم نے فلاں مقام پر جو توہین کی تھی' اب اس سے ہم رجوع کرتے ہیں۔اھ ملخّصاً بلفظہ۔
>
> (وقد مر بعض العبارۃ تحت جواب حیلہ نمبر۳)
>
> ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی حصّہ دوم صفحہ ۲۷۳ طبع ساہیوال)۔

الغرض ڈاکٹر صاحب کے' شانِ سیدہ کے یہ نعرے محض زبانی جمع خرچ ہیں' نسبت مطلق خطا جس کا واضح قرینہ ہے جب کہ کچھ کہنے اور کرنے میں زمین

وآسمان کا فرق ہوتا ہے جس کی ایک واضح مثال پرانے زمانہ کے (شعبہ جراحی کے پیشرَو) ایک مشہور ڈاکٹر کا مشہور واقعہ بھی ہے کہ اس کا ایک معروف صوفی بزرگ کے آستانہ پر جانا ہوا۔ کسی نے حضرت سے اس کی روحانی کیفیت کا سوال کیا تو فرمایا ادب سے خالی شخص ہے۔ اس نے جاتے ہی ادب آداب کے موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھ ڈالی۔ حضرت کو یہ بات پہنچی تو فرمایا میں نے یہ تھوڑا کہا تھا کہ ادب آداب جانتا نہیں، میں نے تو یہ کہا تھا کہ عملاً ادب کرنے میں صفر ہے۔

اب پڑھیئے اس سلسلہ کے ایک اور حیلہ وحربہ کا ردّ۔

حیلہ نمبر ۵ (نیّت' تحفظ شان زہراء کی تھی) سے جواب:

''تعظیم زہراء کانفرنس'' نامی کلپ میں موصوف نے کہا ہے کہ موصوف نے یہ سب سیّدہ زہراء کی شان کے تحفظ کے لئے کیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس میں موصوف نے سوءادبی اور کسر شان کے قابل مذمت الفاظ کو لائق مدحت اور تحفظ شان قرار دیا ہے جو بہت عجیب اور ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' کا مصداق ہے۔

ولنعم ماقیل

؎ خرد کا نام رکھ دیا جنوں اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اگر یہ حیلہ کارگر اور بہانہ معتبر ہو تو مصنف ومتبعین ''تحذیر الناس'' کا یہ عذر کیوں قبول نہیں کہ رسالہ مذکورہ سے ان کا مقصود' عظمت نبوّت کو دوبالا کرنا ہے؟ نیز ان لوگوں کو کیوں معافی نہیں دی گئی اور کیوں مستحق انعام نہیں ٹھہرایا

گیا جو رب کی تلاش اور حق کی جستجو کی غرض سے نکلے مگر صحیح سمت سے بھٹک کر مظاہر کائنات کی پرستش میں الجھ گئے اور راہِ راست سے ہٹ کر باطل نظریات کے حامل بن گئے؟

اور اللہ نے انہیں کافر و مشرک اور ضال و مضل قرار دے کر کیوں مستحق لعن اور مورد طعن ٹھہرایا؟ حیث قال ''ولا الضالین ''وقال ایضاً۔ قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا ''وقال والصائبین والنصارٰی والمجوس والذین اشرکوا ''(الٰی غیر ذلك من الآیات)۔

الغرض اس جیسے مقامات پر اچھی نیت کے عذر کی کوئی حیثیت نہیں۔

حیلہ نمبر۶ (متنازعہ الفاظ دفاع صدیق اکبر کی نیت سے بولے) سے جواب:

ایک حیلہ یہ پیش کیا گیا کہ موصوف نے متنازعہ الفاظ' جارحانہ انداز سے محض روافض کا ردّ کرتے ہوئے حضرت صدیق کے دفاع کی غرض سے بولے جو کسی طرح لائق سماعت نہیں کیونکہ محبوبان خدا کے بارے میں روافض و خوارج اور وہابیہ بھی تو اس طرح کی توجیہات پیش کرتے ہیں یعنی یہ اہل تنقیص کا شیوہ اور انہی سے موافقت ہے جس کی فال قطعاً اچھی نہیں۔

اس کا تفصیلاً جواب باب سوم میں وجہ چہارم کے تحت گزر چکا ہے۔ فلیلاحظ ذلك هناك۔

مسئلہ فدک کے متعلق ایک جلالی مطالبہ کا جواب:

جلالی صاحب نے دعوٰی کیا اور اپنے خصوم سے یہ مطالبہ بھی کہ پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ایک عالم کا حوالہ دکھاؤ کہ جس نے مسئلہ فدک کی بحث کو

نمٹاتے ہوئے خطاءاجتہادی سے ہٹ کر اور اس کو لائے بغیر اس کا حل پیش کیا ہو؟

جواب یہ ہے کہ:

اوّلا: یہ موصوف کے بدستور نسبت خطا کے مسئلہ پر قائم ہونے کی دلیل ہے جب کہ ان کے بعض متعلقین رجوع کر لینے کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔

ثانیاً: خطاءاجتہادی موضوع بحث ہی نہیں' اصل موضوع مطلق خطا ہے جیسا کہ باب نمبر ۴ میں مفصّلاً مذکور ہے خطا اجتہادی بعد کی پیوندکاری اور بھرتی کا ثمرہ ہے۔

بناءً علیہ مطلق خطا کی بجائے خطاً اجتہادی کو لا کھڑا کرنا تبدیل موضوع اور خلط مبحث ہے جو عجز اور ناکامی کی دلیل ہے۔

ثالثاً: ہم بفضلہٖ تعالیٰ موصوف کا یہ مطالبہ بھی من وعن پورا کیئے دیتے ہیں۔

سنیئے! شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے معرکۃ الآراء رسالہ ''مذہبِ شیعہ'' میں مسئلۂ فدک کے متعلق یہ موقف اختیار فرمایا ہے کہ حسب اصول' حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے فدک کے مطالبہ کرنے کا قضیہ ہی محلّ نظر ہے۔

ملاحظہ ہو (مذہب شیعہ صفحہ ۹۳'۹۴'۹۵ طبع گجرات)۔

موصوف کی غلطی کا خلاصہ اور ذہنی انتشار کا بیان:

پوچھا جاتا ہے کہ موصوف کی غلطی آخر ہے کیا؟

جواب یہ کہ ایک عام قسم کے بے خطا آدمی کو بھی خطا پر اور غلطی میں ملوّث قرار دینا جرم عظیم اور سخت گناہ ہے چہ جائیکہ حضرت سیّدہ جیسی مقدس ومطہر ہستی کی جانب اس کی نسبت کی جائے قال اللہ تعالیٰ ومن یکسب خطیئۃ او

اثماً ثم یرم به بریئا فقد احتملوا بهتانا و اثما مبینا۔ وقال والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا و اثما مبینا۔

موصوف نے حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا سے مطلق خطا کی نسبت کی جو عرفاً برے معنٰی میں مستعمل ہے، پھر خطا اجتہادی کے معنٰی میں ڈھالا جب کہ الفاظ اس کا ساتھ نہیں دیتے کیونکہ عصمت کے بیان کے ضمن میں بولے گئے ہیں، بایں ہمہ اسی پر مصر رہنا اور غلطی کو غلطی تسلیم نہ کرنا اور یہی کہے جانا کہ اچھے معنٰی مراد ہیں، ان کی غلطی ہی نہیں، ڈبل غلطی ہے۔

جس سے ان کے ذہنی انتشار کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

کچھ الفاظ کی تبدیلی سے اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ موصوف بات چلاتے ہیں مطلق خطا سے۔ جب گرفت ہوتی ہے تو فوراً کہتے ہیں میری مراد خطا اجتہادی ہے۔ وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بات مسئلۂ فدک کے حوالہ سے کہی ہے جب کہ اس میں خطاء اجتہادی ملحوظ ہوتی ہے لیکن دلیل میں لاتے ہیں عبارت تصفیہ جب کہ اس کا تعلق مسئلۂ عصمت سے ہے جس سے خطا اجتہادی کا کوئی واسطہ نہیں ہے کیونکہ خطا اجتہادی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

نیز جب انہیں یہ کہا جاتا ہے کہ عبارت تصفیہ میں تو امکان مذکور ہے، جناب اسے وقوع کے ثبوت میں لائے ہو تو فوراً کہتے ہیں امکان یہاں وقوع کے معنٰی میں ہے پھر جب کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ بنا کہ حضرت سیدہ سے معاذ اللہ خطائے معصیت، واقع ہو چکی ہے کیونکہ عصمت میں یہی ماٗخوذ ہوتی ہے جو سوء ادبی ہے۔

تو فوراً عصمت والی عبارت کو فدک سے جوڑ کر خطاً اجتہادی کی طرف

آ جاتے ہیں یعنی بند گلی میں بری طرح پھنس چکے ہیں لیکن خود کو پھنسا ہوا نہیں سمجھتے جس سے ان کے ذہنی انتشار کا اندازہ ہوتا ہے۔

احساس جرم یا غلطی کا کھٹکا:

موصوف نے اپنے ایک وضاحتی کلپ میں کہا ہے کہ ''میں ولی نہیں ہوں' گنہگار مسلمان ہوں مگر میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میرے حوالہ سے یہ اعتراض اٹھے گا جو اٹھ کر سامنے آ گیا ہے۔

جس کا جواب یہ ہے کہ موصوف کے اس بیان سے یہ امر خوب عیاں ہے کہ انہیں ''فالھمھا فجورھا وتقوٰھا'' کے تحت پہلے ہی دن تنبیہ ہو گئی تھی اور خطرہ ملکیہ سے دل کے مفتی نے انہیں جھنجھوڑ کر کہہ دیا تھا کہ اس امر کو ابھی سے سنبھال لو ورنہ اس پر طوفان کھڑا ہو گیا تو خس و خاشاک کی طرح اس کی رو میں بہہ جاؤ گے جس پر کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا مگر موصوف اس پر کان نہ دھرتے جس پر وہ بدستور قائم ہیں نتیجۃً انہیں یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔

آگے اللہ خیر فرمائے۔

ایک فاضل سے مسئلہ ہٰذا پر عربی میں تبادلۂ خیال:

ایک فاضل سے موبائل میسج پر مسئلۂ ہٰذا کے حوالہ سے فقیر سے عربی میں استفسار کیا جس کا جواب انہیں مرتجلاً عربی میں دیا گیا جسے اپنے قارئین کی نذر کر دینا خالی از فائدہ نہیں۔

سووہ من وعن حسب ذیل ہے:

قال لی: ما موقفك فی هذه المسئلة؟

قلت له: الجواب:

قوله (الجلالی) كانت على الخطأ سواء على الاطلاق او فی الصورة الخاصّة (ای فدك) خطأ له فاحش وهذا لا يناسب بشان السيّده الطيبة الزكية ولا يضاهی بطريق اهل السنة الصفية مع انه لا يعضده ما كتبه السيّد فی التصفية۔

فالازم عليه مايجب بحكم الشريعة ای الرجوع والتوبة والله ولی التوفيق والهداية' والسلام مع الدعاء (۱۸ یونیو ۲۰۲۱)

زیرِ بحث جلالی اقدام کے مفاسد ومضرّات:

جلالی صاحب کے اس اقدام سے زیادہ تر روافض غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں جس سے نوجوان دھڑا دھڑ شیعہ بن رہے ہیں کیونکہ وہ حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا سے لفظِ خطا کی نسبت کی رٹ کو حوالہ بنا کر انہیں گمراہ کرتے ہیں کہ سنّی اس عقیدہ کے ہیں۔

یا پھر اس کا فائدہ نواصب وخوارج کو ملا ہے کیونکہ اس سے ان کو حضرت سیّدہ کی توہین کرنے کا حربہ ہاتھ آ گیا ہے۔

مزید یہ کہ جلالی صاحب کی ٹیم کے نوجوان ایسے متہور ہو گئے ہیں کہ وہ اس لفظ کا آزادانہ استعمال کر رہے ہیں اور اس کا ہر فرد اس ٹوہ میں لگا ہوا ہے کہ کہیں سے لفظ خطا ملے اور وہ اسے پیش کر کے قلبی سکون پائے اور اپنی صداقت جتائے جسے وہ صرف حضرت سیّدہ ہی کے متعلق نہیں بلکہ حضرت مولیٰ علی سمیت دیگر افراد اہل بیت عظام اور خلفاء راشدین سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے ڈھونڈ رہے ہیں بلکہ وہ اس سلسلہ میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تک بھی رسائی حاصل کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں اور بے دھڑک اس لفظ کا اطلاق کر رہے ہیں۔

جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اب ہر جاہل کے ذہن میں یہی تصوّر بیٹھے گا کہ خطا سے کوئی بھی بالاتر نہیں جو مودودی وامثالہ کا نظریّہ ہے اور جو جاہل کوئی غلطی کرے گا تو پہلے تو جہلاء صرف حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کا نام لیتے تھے' اب بصیغۂ جمع کہا جائے گا کہ خطا نبیوں سے بھی ہو سکتی ہے' ہم سے ہو گئی تو کیا ہوا؟

اس طرح سے ان کے ایمان کا بیڑا غرق ہو گا (والعیاذ باللہ)۔

جو بنیادی طور پر جلالی صاحب کے کھاتے میں جائے گا۔

مسئلۂ ہٰذا میں شیعہ کی ایک رنگ آمیزی کی مذمّت:

اس وقت موقع سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے روافض جس امر کو سخت غلط رنگ دے کر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں' وہ یہ ہے کہ اہل سنت نے یہ مان لیا ہے کہ مسئلۂ فدک میں جب بی بی خطا پر نہ تھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ غلط تھا۔ جواز حد غلط ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے اتنی کم ہے کیونکہ کسی بھی سنی نے نہ یہ بات کہی ہے نہ ہی ان کا یہ مطلب ہے جو روافض بیان کر رہے ہیں اس حوالہ سے اہلِ سنّت کے متفق علیہ موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ فدک کے متعلق نہ تو حضرت سیّدہ کا سوال خطاء تھا اور نہ ہی اس کے متعلق حضرت صدیق کا فیصلہ غلط تھا لہٰذا دونوں مقدس ہستیاں ہیں جس کی تفصیل' تفصیل فدک کے موضوع پر لکھے گئے ہمارے رسالہ میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔
بناءً علیہ دونوں میں سے کسی کو مورد طعن ٹھہرانا اہل سنّت کا شیوہ ہر گز نہیں۔
حضرت سیّدہ کو مورد طعن ٹھہرانا ناصبیت اور حضرت صدیق کو مورد طعن بتانا رافضیت ہے۔ سنّی وہ ہے جو ناصبیت اور رافضیت دونوں سے پاک ہو۔

نام وانتساب رسالہ ہٰذا

رسالہ ہٰذا کا حسب ذیل نام نوکِ قلم پر آیا:

عربی نام: **اَلصَّوَاعِقُ الْاِلٰهِيَّة عَلٰى حَصَائِدِ اَلْسُنِ الْخَطَائِيَّة**

اردو نام: **"فتنۂ خطائیہ کا قلع قمع"**

جسے حضرت طیّبہ طاہرہ **سیّدۃ النساء** سلام اللہ علیہا کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب و معنون کرکے ان کی بارگاہِ بیکس پناہ میں نذر کیا جاتا ہے۔

گدائے جاروب کشِ درِ سیّدہ

عبدالمجید سعیدی بقلمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا
فقد احتملوا بھتاناً واثماً مُّبیناً

’’یعنی اہلِ ایمان کو بلاوجہ دکھ پہنچانے والے بڑے پاپی اور سخت بہتان تراش ہیں‘‘
(القرآن)

حضور قبلۂ عالم سیدنا پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پر ڈاکٹر علامہ جلالی صاحب وامثالہ کے افتراء اور بہتان کی داستان مع الردّ

الموسوم بہ

الحوار مع الخطائیۃ علیٰ عبارۃ للتصفیّۃ

المعروف بہ

مناظرۂ عبارتِ تصفیہ

ازقلم
جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول، مناظر اسلام، مفتی اسلام
محقق العصر، حضرت علامہ مولانا
مفتی محمد عبد المجید خاں احمد سعیدی رضوی
صدر شعبہ تدریس وافتاء ومناظرہ ومہتمم وشیخ الحدیث جامعہ غوث الاعظم وجامعہ سعیدیہ
خطیب جامع مسجد نوری رحیم یار خان (پنجاب، پاکستان)

نام کتاب .... الحوار مع الخطائیۃ علیٰ عبارۃ للتصفیہ/
مناظرۂ عبارت تصفیہ

نام مؤلف .... مفتی محمد عبدالمجید خاں احمد سعیدی رضوی

مصححین .... مولانا مجاہد حسین سعیدی، مولانا اعجاز احمد مجیدی، مولانا محمد عمران

سن اشاعت .... رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق مئی ۲۰۲۱ء

تعداد ۱۰۰۰

ناشر • مکتبہ مجیدیہ رحیم یارخان

ملنے کا پتہ • مکتبہ مجیدیہ ۱۰ ازمیندارہ کالونی، نیز جامعہ غوثِ اعظم
متصل جامع مسجد نوری و کاظمی کتب خانہ سٹی پل
رحیم یارخان

• قادریہ پبلشرز نیا آباد کراچی۔ موبائل نمبر ۰۳۱۱۱۱۱۱۸۲۸

• صاحبزادہ سیّد شاداب الحسن گیلانی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ
گیلانیہ محبوبیہ الیاس کالونی صادق آباد ۰۳۰۰۵۴۷۶۶۱۵

نوٹ: تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے پھر بھی کوئی غلطی سامنے آئے تو ادارہ کو مطلع فرمائیں۔ شکریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی فہرست عنوانات رسالہ ہٰذا (رسالہ نمبر ۲)

•••

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوٴال

معروف خطیب جناب ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب نے ایک سیمینار میں مسئلہ ٔ فدک پر بحث کرتے ہوئے حضرت سیّدہ زہراء بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیئے کہ روافض تم دلیل نہ بناؤ کہ معصوم تھیں تو مانگنا ہی حق کی دلیل ہے یعنی خطا کا امکان تھا اور خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں، لیکن جب آگے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں، ان کی حدیث سن کر سر تسلیم خم کرلیا۔

اس پر موصوف کا ایک کلپ موجود اور ریکارڈ پر محفوظ ہے۔ جب انہیں اس مسئلہ پر متوجّہ کیا گیا تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں نے یہ از خود تھوڑا کہا ہے میں تو صرف ناقل ہوں۔ حقیقت میں یہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جو ان کی کتاب ’’تصفیہ ما بین سنّی وشیعہ (صفحہ ۴۶، ۴۷) میں لکھا ہے۔

سوشل میڈیا پر اس بارے میں طرح طرح کی بہت بحثیں چھڑی ہوئی ہیں اور ان سے رجوع اور توبہ کرنے کے بکثرت مطالبے ہو رہے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب بھی اس پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ میں نے بالکل صحیح کہا ہے۔

سوٴال یہ ہے کہ کیا حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات واقعی لکھی

ہے؟ لکھی ہے تو اس کا جواب، نہیں لکھی تو ڈاکٹر صاحب موصوف کا شرعی حکم کیا بنے گا؟ بینوا تو جروا۔

سائلین:

- سیّد شاداب الحسن گیلانی نقشبندی سجادہ نشین آستانہ عالیہ محبوبیہ نقشبندیہ صادق آباد (رحیم یار خان)
- غلام سرور قادری خطیب جامع مسجد محمدی شہداد پور شہر (صوبہ سندھ)
- خادم حسین چشتی گولڑوی (جہانیاں، خانیوال)
- محمد حسنین رضا سعیدی ناظم اعلیٰ جامعہ سعیدیہ و امام و خطیب جامع مسجد عائشہ ۱۰ زمیندارہ کالونی رحیم یار خان۔
- محمد ظہیر علی جماعتی نقشبندی (نزد سبزی منڈی رحیم یار خان)

(وغیرہم)

وباللہ التوفیق والتسدید

الجواب :

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ
وآلہٖ وصحبہ بدوام ملک اللہ

سؤال بہت پہلے کا آیا ہوا تھا لیکن کچھ علالت کے باعث' جلد جواب کی فرصت نہ ملی' ساتھ ہی خیال یہ تھا کہ ڈاکٹر جلالی صاحب شاید حاضر دماغی اور دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے مسئلہ کی نزاکت کے پیش نظر معاملہ کو رفع دفع کرلیں تو کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی مگر صد افسوس کہ تاحال ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' والی صورت بنتی جارہی ہے اور موصوف کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔

اندریں صورت بے شمار احباب کے پُر زور اصرار پر اس حوالہ سے معروضات پیش خدمت ہیں' اللہ ورسول (جلّ جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) کے کرم سے کچھ بعید نہیں کہ یہ سطور ''بدیر آید درست آید'' کی مصداق بنیں۔

فاقولُ وباللہ اصول:

ڈاکٹر آصف جلالی صاحب کی اس بحث کے دو حصّے بنتے ہیں:

نمبر۱: حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی طرف جلالی صاحب کا خطا کی نسبت کرنا اور

نمبر۲: ان کا حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا قائل بتانا اور اور اس میں انہیں اپنا سلف ظاہر کرنا۔

جو مستقل بنیادوں پر جلالی صاحب کی فی الجملہ دو بہت بڑی غلطیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کا ردّ الگ الگ رسالہ میں آنے کا متقاضی ہے اور ان سے رجوع وتوبہ کے مطالبات کی بنیاد بھی بجا طور پر ان کی یہی غلطیاں ہیں۔

غلطی نمبر۱:

(حضرت سیّدہ کی طرف غلطی اور خطا کی نسبت کرنے) کا رد مع مالہ وما علیہ اس سلسلہ کے رسالہ نمبر۱ میں آ چکا ہے۔اسے ادھر ہی ملاحظہ کیا جائے جب کہ غلطی نمبر۲ (حضرت قبلۂ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت خطا کے ذمہ دار ٹھہرانے) کا ردّ رسالہ ہٰذا میں ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

تو لیجئے پڑھیئے اس کی تفصیل۔

حضرت قبلۂ عالم رحمہ اللہ کے متعلق ڈاکٹر صاحب کے دعویٰ کی حقیقت:

حق اور حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا حضرت قبلۂ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق مذکورہ دعویٰ بالکل بے بنیاد اور قطعاً خلاف واقعہ ہے اور حضرت سے اس کی نسبت کسی طرح صحیح نہیں ہے بلکہ یہ موصوف کا حضرت پر شدید افتراء اور سخت بہتان ہے۔

حضور قبلۂ عالم علیہ الرحمہ نے یہ بات حضرت سیّدہ کے بارے میں نہ تو نصًّا لکھی ہے اور نہ ہی مفہوماً کہی ہے یعنی حضرت نے نہ تو جلالی صاحب والے الفاظ لکھے ہیں (کہ معصوم نہیں تھیں غلطی ہو گئی'' نیز وہ خطا پر تھیں جب مانگ رہی

تھیں خطا پر تھیں (العیاذ باللہ) اور نہ ہی وہ الفاظ آپ کی عبارت کا مطلب اور معنیٰ و مفہوم بن سکتے ہیں۔
جسے صحیح معنیٰ میں سمجھنے کے لیۓ حضرت کی مبحث فیہا عبارت اور ڈاکٹر صاحب کے بیان کے اصل الفاظ دونوں کا سامنے رکھنا ضروری ہے جو حسب ذیل ہیں۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت:

چنانچہ آپ نے باغِ فدک کی بحث کے بالکل آخر میں ارقام فرمایا ہے کہ:

''اس موضوع پر ایک اور دلیل جو فریق مخالف کی طرف سے دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بموجب آیت تطہیر اہل بیت علیہم الرضوان کو پاک گردانا ہے لہٰذا سیّدہ النساء رضی اللہ عنہا فدک کا دعویٰ کرتے ہوئے کسی ناجائز امر کی مرتکب نہیں ہو سکتیں۔
اس دلیل کا تفصیلی جواب آگے چل کر آیت تطہیر کی فصل میں دیا جائے گا۔
یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آیت تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور ان سے کسی قسم کی بھی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو وتطہیر میں داخل ہوگی۔
سیّدۃ النساء رضی اللہ عنہا کی تحریک اور سلسلۂ جنبانی نے ہم کو سمجھا دیا کہ آیت ''**یوصیکم اللہ فی اولاد کم للذکر مثل حظ الانثیین**'' (الیٰ) میں خطاب اُمّت کی طرف ہے۔

اور خلفائے ثلٰثہ کے علاوہ اہلِ بیت پاک علیہم الرضوان نے بھی باغ فدک کے غیر مورَث ہونے کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا اور سارے عالَم پر واضح ہوگیا کہ جناب سیّدۃ النساء بھی بوجہ بضعۃ الرسول ہونے کے ''عبدیّت محضہ'' کی وارث ہیں اور اپنے والد ماجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ان کی عالی اور پاک شان بھی ملکیّت کے دھبّہ اور خدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزّہ اور پاک ہے''۔

ملاحظہ ہو (تصفیہ ما بین سنّی وشیعہ صفحہ ۴۶، ۴۷ طبع گولڑہ شریف مطبوعہ ۱۴۳۸ھ / ۲۰۱۷ء ایڈیشن پنجم)۔

نوٹ: عبارت ہٰذا کا آخری حصّہ (سیّدۃ النساء کے الفاظ سے آخر تک) بعض الفاظ اور کچھ جملوں کے فرق سے حضرت کے مجموعۂ مکاتیب میں بھی ہے۔

ملاحظہ ہو (مکتوبات طیبات المعروف بہ مہر چشتیہ صفحہ ۲۶۹، ۲۷۰ مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور)

اب پڑھیئے ڈاکٹر جلالی صاحب کے متعلّقہ بیان سے ان کے مطلوبہ الفاظ:

ڈاکٹر جلالی صاحب کے بیان کے اصل اور مکمّل الفاظ:

چنانچہ موصوف نے کتاب ''تصفیہ ما بین سنّی وشیعہ'' ہاتھ میں لے کر منقولہ بالا عبارت مع ذاتی تشریح پڑھ کر جلسۂ عام میں حاضرین وسامعین کو سناتے ہوئے حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز کی نسبت سے یوں کہا:

فرماتے ہیں:

''وہ معصوم نہیں، غلطی کا امکان ہے اور تطہیر کا مطلب معصوم ہونا نہیں

لہٰذا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اگر یہ دلیل پیش کی تھی تو پھر بھی معصوم نہیں تھیں غلطی ہو گئی یہ انہوں نے لفظ لکھا کل میرا قول نہ بنانا کہ غلطی ہو گئی یہ انہوں نے لکھا ہے کہ معصوم نہیں تھیں اور برحق صدیق اکبر تھے"۔

ملاحظ ہو (کلپ عدالتِ صدیق اکبر سیمینار منعقدہ ۲۳ فروری ۲۰۲۰ء بمقام مرکز صراطِ مستقیم لاہور۔کلپ میں ۴ گھنٹے تقریباً چالیس منٹس پر سنے جاسکتے ہیں)۔

اس کے پانچ دن بعد جلالی صاحب نے ایک اور سیمینار کیا اس میں بھی اسی کتاب تصفیہ کی وہی عبارت پیش کی اور ایک بار پھر حضرت قبلۂ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے کہا:

"یعنی یہ فرمایا کہ مسئلۂ باغ فدک میں یہ روافض تم دلیل نہ بناؤ کہ معصوم تھیں تو مانگنا ہی حق کی دلیل ہے۔یعنی خطا کا امکان تھا۔اور خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں۔لیکن جب آگے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں ان کی حدیث سن کر سر تسلیم خم کر لیا"۔

ملاحظہ ہو(ان کا کلپ ایک گھنٹہ ساڑھے تین منٹس سے پہلے متصلاً۔در جلسہ منعقد کردہ بتاریخ ۲۸/ فروری ۲۰۲۰ء بمقام موضع کریاں والا گجرات، برموقع جشن ولادت حضرت مولیٰ علی بعنوان "شانِ سیّدنا علی المرتضیٰ سیمینار زیر انتظام عبدالرشید اویسی صاحب وغیرہ)۔

نوٹ: واضح رہے کہ مذکورہ کلپ نمبر ا چھ گھنٹے پچپن منٹس جب کہ کلپ نمبر ۲ ایک گھنٹہ انچاس منٹس چوالیس سیکنڈز کے دورانیے کا ہے دونوں کو فقیر نے پوری توجہ کے ساتھ اوّل تا آخر مکمّل طور پر براہِ راست خود سن کر ان سے یہ جملے نقل کیے ہیں فلیحفظ۔

دونوں عبارتوں میں موازنہ:

دونوں عبارتوں کو سامنے رکھ کر موازنہ کرتے ہوئے دیکھیں کہ حضرت قبلۂ عالم کی عبارت میں وہ بات لفظاً و معنیً کسی طرح بھی قطعاً نہیں ہے جو جلالی صاحب نے آپ کی نسبت سے کہی ہے بلکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پڑھیئے اس کی کچھ تفصیل:

عبارتین میں فرق نمبر۱: دیکھئے! ڈاکٹر جلالی صاحب نے حضرت سیّدہ کے متعلق حضرت قبلۂ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے جو لفظ بولے ہیں کہ وہ معصوم نہیں تھیں غلطی ہو گئی نیز یہ الفاظ کہ ''وہ خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' (العیاذ باللہ) حضرت (کی کتاب تصفیہ) کی پوری عبارت میں ان کا کوئی نام و نشان ہی نہیں ہے۔ ہیں تو دکھائیں' کہاں ہیں؟ جب کہ موصوف کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ یہ لفظ حضرت پیر صاحب نے لکھا ہے کہ غلطی ہو گئی کل میرا قول نہ بنانا۔

فرق نمبر۲: پوری عبارت میں ایسے الفاظ بھی نہیں ہیں جن کا معنی و مفہوم اور مطلب یا کم از کم یہ مفاد بنتا ہو کہ سیّدہ معاذ اللہ قضیۂ فدک میں خطا پر تھیں' ہے تو جن لفظوں کا یہ معنی و مطلب ہے' ان پر انگلی رکھیں۔ دیدہ باید۔

فرق نمبر۳: بلکہ اس کے برعکس حضرت نے سیّدہ کے مطالبہ کو امت کے حق میں رحمت' باعث برکت' کئی فوائد کا مجموعہ اور ان کی شان تقدس کے ظہور کا سبب قرار دیا ہے اور مطلقاً خطا کہنا تو درکنار مقیّداً خطاء اجتہادی کے لفظوں سے بھی اجتناب فرمایا ہے جو قطعاً ''خطا پر تھیں'' کے لگائے گئے

''جلالی حکم'' کا صریحاً ردِّ بلیغ ہے۔

اور نہایت ہی دکھ کے ساتھ عرض کیا جا رہا ہے کہ ڈاکٹر جلالی صاحب نے مسئلہ فدک والی اس عبارت کو پڑھ کر ضرور سنایا ہے مگر خانہ پُری کی حد تک۔ اور اس کی تشریح کر کے لوگوں کو کچھ نہیں بتایا حالانکہ مسئلہ فدک کے حوالہ سے عظمت سیّدہ کو سمجھنے کے لیے یہ عبارت پورے مضمون کی جان تھی۔

پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ اپنے خطا والے حصّہ کے بیان کے بعد جب اس عبارت کے پڑھنے کی باری آئی تو اسے صاف گول کر گئے اور اس کی جگہ پر ایک جملہ از خود بنا کر پڑھ دیا کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ اس کی تشریح سے ان کی تقریر پر پانی پھر جائے گا۔ کتاب (تصفیہ) ہاتھ میں تھی، ناواقفوں نے یہ تأثر لیا کہ شاید یہ بھی حضرت قبلۂ عالم کے لفظ ہیں۔

جلالی صاحب کے بنائے گئے وہ الفاظ یہ ہیں:

''لیکن جب آگے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں ان کی حدیث سن کر سر تسلیم خم کر لیا''۔

حالانکہ ان الفاظ کا قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ کی عبارت میں کوئی وجود نہیں جو عبارتین میں ایک اور فرق ہوا اور اس کا واضح ثبوت کہ موصوف نے قبلۂ عالم کی عبارت میں ملاوٹیں بھی کی ہیں اور موصوف کے اس دعویٰ کے بطلان کی دلیل بھی کہ میں نے جو کہا ہے محض حضرت پیر صاحب کی اقتداء میں کہا ہے۔ جس کی جتنی مذمت کی جائے، اتنی کم ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ.

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے؟

فوائد و برکات مطالبۂ سیّدہ از قبلہ عالم علیہ الرحمۃ:

حضرت قبلۂ عالم نے اس مقام پر حضرت سیّدہ کے مطالبۂ فدک کے فی الجملہ تین فوائد و برکات بیان فرمائے ہیں۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

مطالبۂ فدک از سیّدہ کا فائدہ و برکت نمبر ۱: (آیتِ میراث کی تفسیر کھل گئی)

حضرت فرماتے ہیں کہ سیّدہ کے مطالبہ کرنے سے ایک تو یہ مسئلہ کھل کر سامنے آ گیا کہ آیت میراث (**یوصیکم اللہ فی اولادکم**) میں مذکور وراثت کے احکام محض اُمت کے لیئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی نبی کے مال میں (اگر ہو بھی سہی) حکم وراثت نہیں۔

پس سیّدہ کا مطالبۂ فدک اس مسئلہ شرعیہ کے واضح ہو جانے کا سبب بن کر اُمّت کے لیے رحمت بن گیا۔

اگر آپ مطالبہ نہ فرماتیں تو اس نے پردۂ خفاء میں رہ جانا تھا۔

حضرت قبلۂ عالم کی اس عبارت کو ذہن میں تازہ کر لیجیے کہ "سیّدۃ النساء رضی اللہ عنہا کی تحریک اور سلسلہ جنبانی نے ہم کو سمجھا دیا کہ آیت "**یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین**" میں خطاب امت کی طرف ہے"۔ (تصفیہ صفحہ ۴۶، ۴۷)۔

اقول: حضرت نے اپنی اسی بات کو اپنے ایک مکتوب عالی میں بھی بیان فرمایا ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ:

"میری ناقص رائے میں جناب سیّدۃ النساء کی درخواست اور دعویٰ فدک، امت مرحومہ کے لیے موجب رحمت ٹھہرا

یعنی اس تحریک سے سب نے سمجھ لیا ہے کہ قرآن کی آیت
"یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ
الانثیین" کا مطلب یہ ہے۔
نزول قرآن بھی اسی گھر کے طفیل ہوا پھر اسی گھر کی بدولت
سمجھ بھی عطا ہوئی"۔

ملاحظہ ہو (مکتوبات طیبات المعروف بہ مہر چشتیہ صفحہ ۲۶۹، ۲۷۰ طبع چٹان پریس
لاہور)۔

نیز آپ کی سوانح حیات کی مفصّل کتاب مہر منیر میں اس کو حسب ذیل
الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ اس میں "جناب سیّدہ کے مطالبۂ فدک کی ایک حسین توجیہ" کا
عنوان دے کر لکھا ہے کہ:

"واقعہ فدک میں جناب سیدہ علیہا السلام کے سوال میراث پر آپ
یہ توجیہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ جناب سیّدہ کے سوال سے اہل
اسلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کا معاملہ واضح
ہوگیا کیونکہ اگر آپ یہ تحریک نہ فرماتیں تو صحابۂ کرام کے مجمع عام
کے سامنے حضرت صدیق یہ حدیث پیش نہ فرماتے جس میں ہے کہ
انبیاء علیہم السلام' مال واسباب بطور وراثت نہیں چھوڑتے۔ ان کی
وراثت علم ہے اور اس حدیث کی تصدیق تمام حاضرین صحابۂ کرام
نے فرمائی جن میں حضرت علی اور حضرت عباس شامل تھے"۔

ملاحظہ ہو (مہر منیر صفحہ ۴۲۴ مؤلفہ علامہ فیض احمد فیض مہروی طبع گولڑہ شریف)۔

خلاصہ یہ کہ حضرت سیّدہ کا مطالبہ فرمانا امت کے لیے بہت بڑی رحمت اور برکت بن گیا۔

اب پڑھیئے اس کا ایک اور فائدہ حضرت کے لفظوں میں۔

مطالبۂ فدک اور سیّدہ کا فائدہ و برکت نمبر۲: (شرعی فیصلہ کے ظہور کا سبب)

قبلۂ عالم حضرت سیّدہ کے مطالبۂ فدک کا دوسرا فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور خلفائے ثلٰثہ کے علاوہ اہل بیت علیہم الرضوان نے بھی باغ فدک کے غیر مورث ہونے کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا" (تصفیہ ۴۷)۔

اقول: یعنی سیّدہ کے مطالبہ سے جہاں عدم وراثت مالیہ للانبیاء علیہم السلام کا مسئلہ امت پر کھل گیا، وہاں آپ کا یہ اقدام، خلفاء ثلٰثہ اور ائمہ اہل بیت کے عدم وراثت انبیاء علیہم السلام کے متعلق صادر فرمودہ فیصلہ کے لیے بھی بنیاد اور سبب قرار پایا کہ جب مسئلہ کی شرعی حیثیت کا ظہور آپ کی وجہ سے ہوا تو خلفاء راشدین ثلٰثہ و مولیٰ علی و امام حسن مجتبٰی اور امام حسین مرتضٰی حضرت صدیق اکبرؓ حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین بشمول حضرت مولا علی و دیگر ائمہ اہل بیت سب نے اس وقت بھی اور اپنے اپنے ادوار میں بھی اسی سے اتفاق فرماتے ہوئے یہی فیصلہ صادر فرمایا تو وہ بھی درحقیقت آپ (یعنی سیّدہ) کی وجہ سے ہوا کیونکہ اس کا بنیادی سبب آپ ہی کی ذات بابرکات ہے۔ پس وہ فیصلے آپ کے اس مبارک اقدام کی فرع ہوئے۔

اقــول : حضرت قبلۂ عالم اپنے ان الفاظ (خلفاء ثلٰثہ کے علاوہ اہل بیت علیہم الرضوان الخ) کے ضمن میں یہ بھی بیان فرمایا گئے ہیں کہ شیعہ نے مسئلۂ فدک کو کسی سازش کی بنیاد پر اختلاف کے رنگ میں اچھالا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ صحابۂ واہل بیت کرام بشمول حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کا بیک زبان و یک قلم ایک ہی فیصلہ ہے جس میں کسی کو کچھ اختلاف نہیں۔ یعنی نبی کے مال میں حکم وراثت کا نہ ہونا متفق علیہ ہے۔ جیسا کہ آپ اس کو اسی رسالہ تصفیہ میں کچھ پہلے تفصیل سے لکھ آئے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت سے ارقام فرمایا کہ :

> ''وہ اپنی خلافت کے زمانہ میں حسنین رضی اللہ عنہما کو یہ فرما کر فدک دے دیتے کہ لو بیٹا' ابوبکر نے تو تمہاری والدہ پر ظلم کیا تھا مگر میں تمہارا حق تمہیں دیتا ہوں (الیٰ) عہد خلافت مرتضوی میں صدیقی فیصلہ کو بحال رکھنا' صاف ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت علی نے اسی فیصلہ کی حقّیت کو تسلیم فرمالیا تھا''۔

ملاحظہ ہو (تصفیہ صفحہ ۴۵)۔

اب لیجیۓ حضرت قبلۂ عالم سے ما نحن فیہ کا تیسرا فائدہ۔

مطالبۂ فدک از سیّدہ کا فائدہ نمبر۳: (شانِ تقدس زہراء کا ظہور)

حضرت قبلۂ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عبارت میں حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے مطالبۂ فدک کا تیسرا فائدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اس سے سارے جہان پر ان کی شان تقدس عیاں ہوگئی کہ آپ واقعی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف

وکمالات عالیہ کی مظہر کامل ہیں۔

چنانچہ حضرت قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ کے لفظ ہیں:

''اور سارے عالَم پر واضح ہو گیا کہ جناب سیّدۃ النساء بھی بوجہ بضعۃ الرسول ہونے کے''عبدیّت محضہ'' کی وارث ہیں اور اپنے والد ماجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ان کی عالی اور پاک شان بھی ملکیت کے دھبّہ اور خدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزّہ اور پاک ہے''۔

ملاحظہ ہو (تصفیہ صفحہ ۷۴ طبع گولڑہ شریف مطبوعہ ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء اشاعت پنجم)۔

نوٹ: عبارت ہٰذا بعض الفاظ کے اختلاف سے حضرت کے مجموعہ مکاتیب میں بھی ہے۔

ملاحظہ ہو (مکتوبات طیبات المعروف بہ مہر چشتیہ صفحہ ۲۶۹، ۲۷۰ مطبوعہ چٹان پریس لاہور)۔

اقول: اس عبارت میں ''عبدیت محضہ'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے خداداد اختیار سے دنیوی بادشاہت کو قبول نہ فرما کر دنیا میں محض عبدِ رسول ہونے کی حیثیت سے زندگی مبارک گزارنا ہے۔

''جب کہ ملکیت کے دھبّہ'' کا مطلب ہے دینوی ٹھاٹھ باٹھ اور دنیاداری کے ٹائیٹل (مثلاً سیٹھ، زمیندار وغیرہ) سے شہرت۔

خدائی فیصلہ کے الفاظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے باقاعدہ یہ معاملہ طے فرمایا تھا۔

''ناراضگی کے نقص سے منزّہ، اور پاک'' ہونے کا مطلب اس طے شدہ

امر سے دل میں کچھ بھی ناپسندیدگی کا نہ ہونا۔ بالفاظ دیگر دل وجان سے ہمیشہ اس پر خوش رہنا ہے مالی حالات کتنے ہی تنگ کیوں نہ ہوں۔

اس سب کی مکمل وضاحت، خود حضرت کی ایک عبارت میں موجود ہے جو اسی بحث میں اسی کتاب میں کچھ پہلے گزری ہے جو حسب ذیل ہے:

چنانچہ آپ نے ارقام فرمایا ہے:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات میں مختار کیئے گئے تھے کہ آپ بادشاہ، رسول ہوں یا عبدٌ رسول۔ اور آپ نے عبدٌ رسول ہونا پسند فرمایا۔ چنانچہ قاسم ہونے کی صورت میں چونکہ آپ مالک ہی نہ ہوئے تو نہ خود مورث ہوں گے اور نہ کوئی آپ کا وارث، مالک ہونے کی صورت میں بھی آپ کو اموال سے صرف بقدر حاجت اپنی ذات اور اپنے اہل بیت پر صرف کرنے کی اجازت تھی اور جو بچے، وہ فقراء ومساکین کے لیے صدقہ تھا۔ اس لیے اس میں بھی ارث جاری نہ ہوگا۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں اس مضمون کی متعدد احادیث بروایت ابو ہریرہ وغیرہ ہیں۔

اسی طرح جگر گوشۂ رسول بھی مالکانہ تصرّف کرنے کی مجاز نہیں کیونکہ بوجہ شرف جزئیت اس کا اثر منصب نبوت پر غیر مناسب پڑنے کا احتمال ہے اور عبدٌ رسول لوگوں کی نگاہوں میں دنیوی بادشاہوں کی طرح دکھائی دیں گے۔ اور یہ بات حکمت بالغہ پسند نہیں فرماتی''۔

ملاحظہ ہو (تصفیہ مابین سنّی وشیعہ صفحہ ۴۵)۔

اقول : مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعزاز

بخشتے ہوئے یہ اختیار دیا تھا کہ آپ چاہیں تو رسالت کے ساتھ دنیوی بادشاہت اور دولت مندی لے کر دنیا میں بھی عیش عشرت سے رہیں اور چاہیں تو عبدٌ رسول رہیں یعنی دنیوی مال ودولت کی ریل پیل اور سج دھج کے بغیر، ہاں! حسبِ ضرورت دنیوی چیزوں کو استعمال کرنے کا شرف بہرحال دیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''عبدرسول'' ہونے کو اختیار فرمایا جس کا تقاضا یہ بن گیا کہ آپ دنیوی مال ومتاع کو دنیوی ملکیت کے طور پر اپنے پاس نہ رکھیں ہاں حسبِ ضرورت اسے استعمال کرنے کا شرف ضرور بخشیں کیونکہ یہ عبد رسول ہونے کے منافی نہیں۔

اور نتیجہ یہ بنا کہ آپ نہ تو دنیوی مورث ہوں اور نہ ہی کوئی آپ کا دنیا کی اشیاء کا وارث قرار پائے۔

حضرت سیّدہ چونکہ حقیقی بیٹی ہونے کے ناطے سے آپ کا جزء ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے ''فاطمة بضعة منی '' فاطمہ میرے جسم کا جزء ہے' اس کا بھی لازمی تقاضا یہی بنا کہ سیّدہ بھی دنیوی مال ومتاع کو مالکانہ حیثیت سے اپنے پاس ہرگز جگہ نہ دیں ورنہ جزئیت کی وساطت سے حضور کے مقام عبدیت محضہ پر حرف آجائے گا اور ان کا حضور سے تخالف نظر آکر موجب طعن بنے گا کہ حضور نے جب اس چیز کو پسند نہیں فرمایا تو ان کی جگر پارہ نے کیوں اختیار کیا۔ حضور کو بھی دیکھو اور ان کو بھی دیکھو اور وہ عبدرسول کی شان کی مالک ہستی کی دنیادار بیٹی کہلاتیں۔

پس سیّدہ کے مطالبۂ فدک کے بعد فدک کے مالکانہ حیثیت سے وراثۃً

عنہ''۔

ملاحظہ ہو (تصفیہ مابین سنّی وشیعہ صفحہ ۴۴)۔

اقول : اس کی مزید تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس خصوصی دعا سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے آل کو مطلق رکھ کر اپنے سب اہل بیت کے لیے فرمائی تھی۔الفاظ مبارک یہ ہیں: ''اللھم اجعل رزق آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قوتا''یعنی اے اللہ میرے افراد خانہ کو اتنا رزق دینا کہ جو گزارا کے لائق ہو۔

ملاحظہ ہو(   )۔

مطلب یہ ہے کہ قلبی طور پر دنیاداری کے بکھیڑے سے مستغنی اور پاک رہیں۔ان کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو انہیں کچھ پروا اور کوئی پریشانی نہ ہو' معمولی چیز ہو تو اس پر دل سے قانع رہیں۔

بالفرض ان میں سے کسی کے پاس فراوانی ہو تو ان کے حصّہ میں اتنا ہی آئے جس سے ان کی ضروریات پوری ہوسکیں باقی کے بارے میں وہ دل گرفتہ نہ ہوں۔ بلکہ وہ اسے تیری راہ میں لٹا دینے ہی میں سکون محسوس کریں جیسا کہ میرا طریقہ اور معمول ہے کہ جتنے ڈھیر کے ڈھیر آتے ہیں تو رات کے آرام سے پہلے ہی اسے تقسیم کرکے دم لیتا ہوں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس دعا مبارک کی قبولیت کا ان سے من وعن ظہور ہوا۔جس کی مثال یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ نیز حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاں نیاز مندوں کی جانب سے نیز بعض دیگر

آپ کو نہ ملنے کے شرعی فیصلہ ہونے کی وضاحت سے سارے جہان نے اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن لیا کہ حضرت سیّدہ حضور کی عبدیت محضہ کی وارث اور دنیادار ہونے یا کہلانے کے دھبّہ سے مبرّا نیز حضور کے اللہ تعالیٰ سے طے کردہ اس معاملہ پر بھی (کہ دنیاداری کے عنوان سے پہچانا جانا پسند نہیں کرتا) دل وجان سے راضی ہیں اور اس کو ناپسند کرنے کے نقص سے منزّہ اور پاک ہیں وللہ الحمد وعلٰی حبیبہ وآلہٖ افضل الصلوات واکمل التسلیمات۔

مزید پڑھیئے اس امر کی تائید:

اس کی تائید تسبیح فاطمی والی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ سیّدہ کی درخواست پر خادمہ عطا فرمانے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس سے بہتر ہے کہ ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت یہ یہ پڑھ لیا کرو۔ اس کا مآل بھی یہی ہے کہ خادمہ سے مراد کنیز شرعی ہے جو دوسرے دنیوی مال ومتاع کی طرح بندے کی ملکیت ہوتی ہے اور یہ بھی دنیاداری کی صورت تھی اس لیے عطا نہ فرمائی گئی۔ اسے بھی حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ کے لفظوں میں پڑھیئے۔

آپ لکھتے ہیں:

”چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ درخواست منظور نہ فرمائی اور بجائے اس کے کہ خادمہ عطا فرمائیں، آپ نے تسبیحیں (۳۳ بار سبحٰن اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ، ۳۴ بار اللہ اکبر بعد نماز پنجگانہ اور سوتے وقت) تعلیم فرمائیں کمافی صحیح البخاری ومسلم بروایۃ سیّدنا علی رضی اللہ

ذرائع سے بعض اوقات تحفہ تحائف اور نذرانوں وغیرہا کے نقد و جنس کی صورت میں ڈھیر جمع ہوتے جنہیں وہ آناً فاناً اس طرح سے اللہ کی راہ میں تج دیتے کہ خود ان کے اپنے لیے کچھ بھی نہ بچ رہتا جو آج تک ان کے مظاہر میں طبیعت ثانیہ کے طور پر موجود ان کی فطرت و سرشت میں شامل اور ان کے مزاج کا حصّہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلۂ فدک کے حوالہ سے حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی طرف مطلقاً' مقیّداً' لفظاً' معنیً اور تصریحاً تلویحاً کسی طرح بھی خطا کی نسبت نہیں فرمائی بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کہ آپ نے سیّدہ کے مطالبہ کو امّت کے لیۓ رحمت و برکت اور شانِ سیّدہ کا مظہر قرار دیا ہے جو ڈاکٹر جلالی صاحب کے دعویٰ کے بے بنیاد ہونے کی ناقابل تردید اور دوٹوک دلیل ہے۔

تفسیر آیت تطہیر والی عبارت کے حوالہ سے سوٗال کا جواب:

رہا مبحث فیہا عبارت ہٰذا کا شروع کا حصّہ (جلالی صاحب کو جس سے مغالطہ لگا یا غلطی لگی)؟

''اس موضوع پر ایک اور دلیل جو فریق مخالف کی طرف سے دی جاتی ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بموجب آیت تطہیر اہل بیت علیہم الرضوان کو پاک گردانا ہے۔ لہٰذا سیّدۃ النساء رضی اللہ عنہا فدک کا دعویٰ کرتے ہوئے کسی ناجائز امر کی مرتکب نہیں ہوسکتیں''۔

اس دلیل کا تفصیلی جواب آگے چل کر آیت تطہیر کی فصل میں دیا جائے گا۔

یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آیت تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ

پاک گروہ معصوم ہیں اور ان سے کسی قسم کی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو و تطہیر میں داخل ہوگی'' (تصفیہ صفحہ ۴۶) ؟؟

الجواب (اوّلاً):

یہ عبارت ہمیں کچھ مضر یا ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس سے مقصود اہل بیت کے متعلق شیعہ کے عقیدۂ عصمت کالانبیاء علیہم السلام کا ردّ و ابطال ہے، فدک کے مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔بعض وجوہ حسب ذیل ہیں:

وجہ اوّل __ تصفیہ کی پوری عبارت سامنے رکھ کر دیکھیے، مضمون کے اعتبار سے بنیادی طور پر اس کے تین اجزاء ہیں:

جزء نمبر۱: شروع کے الفاظ ''اس موضوع پر'' سے ''مرتکب نہیں ہو سکتیں'' تک ہے جس میں فدک کے حوالہ سے شیعہ کے ایک اعتراض کا بیان ہے جس کی دو شقیں ہیں نمبر۱: اہل بیت کے متعلق شیعہ کا عقیدۂ عصمت نمبر۲: حضرت سیّدہ کی جانب سے مطالبۂ فدک کے بعض مباحث۔

جزء نمبر۲: ''یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے'' سے ''داخل ہوگی'' کے لفظوں تک ہے جس میں مذکورہ اعتراض کی شق نمبر۱ کا ردّ ہے جب کہ

جزء۳: ''سیّدۃ النساء رضی اللہ عنہا'' کے لفظوں سے آخر تک یعنی ''منزّہ اور پاک ہے'' کے الفاظ تک ہے جس میں مذکورہ اعتراض کی شق نمبر۲ کے بارے میں قبلۂ عالم کے ارشادات ہیں۔

اس تفصیل سے دو باتیں واضح ہوگئیں ایک یہ کہ پیش کردہ عبارت کا

تعلق شیعہ کے عقیدہ عصمت کے ردّ و ابطال اور آیت تطہیر کے حقیقی مفہوم کی تعیین سے ہے۔ دوسری یہ کہ فدک کی بحث اگلی عبارت میں ہے جو جزء نمبر ۳ ہے۔

جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ پیش کردہ عبارت کا فدک کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں وھو المقصود۔

اب پڑھیے، عصمت اور آیت تطہیر کی ابحاث کا خلاصہ۔

قبلۂ عالم کی ابحاث عصمت و آیت تطہیر کا خلاصہ:

حضرت قبلۂ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیعہ کے عقیدۂ عصمت کے ردّ وابطال میں جو کلام فرمایا ہے، اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ پیش کردہ آیت میں اہل بیت کی تطہیر کا بیان ہے، عصمت کا نہیں جب کہ عصمت وطہارت میں فرق ہے۔ کما سیأتی۔ لہٰذا اس سے اہل بیت کے معصوم کالانبیاء علیہم السلام ہونے کا استدلال صحیح نہ ہوا اور دعویٰ بے بنیاد قرار پایا۔

علاوہ ازیں آیت تطہیر میں وارد ''اہل البیت'' کے مصداق کے متعلق کتب احادیث وتفاسیر میں صحابۂ وتابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعدد تفسیریں منقول ہیں جن کی رُو سے اہل بیت سے مراد امّہات المؤمنین، آل کساء وعباء یعنی حضرت شیر خدا، حضرت سیّدہ زہراء، حضرت امام حسن مجتبیٰ، حضرت امام حسین مرتضیٰ نیز حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ان کی اولاد سمیت سب مؤمنین بنو ہاشم، نیز سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقرّب خدّام جیسے حضرت سلمان فارسی سب ہیں جب کہ عندالجمہور صرف امّہات المؤمنین اور آلِ عباء مراد ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

پس اگر آیت تطہیر کو عصمت اہل بیت کی دلیل کہا جائے تو شیعہ کو چاہیے

کہ وہ آل عباء کے ساتھ ساتھ دیگرافراد اہل بیت خصوصاً امّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اجمعین کو بھی معصوم مانیں جب کہ وہ اس کے قائل نہیں۔

علاوہ ازیں قیامت تک آنے والے سادات کرام بھی آلِ عباء کی وساطت سے اہل بیت میں داخل ہیں تو چاہیئے کہ وہ آیت تطہیر کی بنیاد پر ایک ایک سیّد کو بھی معصوم مانیں جب کہ وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے (بلکہ وہ ان سیّدوں کو تو مسلمان بھی نہیں سمجھتے جو ان کی ہم عقیدہ نہ ہوں۔اسی طرح وہ بارہ اماموں کے علاوہ ان ائمۂ اہل بیت کو بھی معاذ اللہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں جنہوں نے امامت کا دعویٰ کیا ہو۔ مابین القوسین من السعیدی)۔

جو اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ آیت تطہیر خود شیعہ کے طور پر بھی عصمت اہل بیت کی دلیل نہیں (ملخّصاً)

ملاحظہ ہو (تصفیہ مابین سنّی وشیعہ صفحہ ۴۶ نیز صفحہ ۵۴ تا ۵۸)۔

نیز ملاحظہ ہو (حضرت کے مکاتیب کا مجموعہ (مکتوبات طیبات المعروف بہ مہر چشتیہ صفحہ ۲۶۳ حیث قال ''آیت تطہیر میں لفظ اہل بیت امّہات المؤمنین علیہا الرضوان وآلِ عباء علیہم السلام دونوں کو شامل ہے'' سیاق آیت واحادیث کثیرہ اسی پر دال ہیں'' نیز صفحہ ۲۶۹ نحوہٗ)۔

الغرض عبارت کے پیش نظر حصہ میں حضرت قبلۂ عالم گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف شیعی اعتراض کی شق نمبر۱ (ائمۂ اہل بیت کے متعلق عقیدۂ عصمت) ہی کا ردّ وابطال فرماتے ہوئے انبیاء ورسل کرام اور اکابر اہل بیت کی شان تقدّس کا فرق بتایا اور آیت تطہیر کا جو حقیقی مفہوم ہے اس کو اجاگر کیا ہے کہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام معصوم جب کہ اہل بیت محفوظ ہیں۔

اس فرق کا خلاصہ یہ ہے کہ معصوم سے منافیٔ عصمت امر کا صدور محال ہوتا ہے کہ وہ حیطۂ امکان سے باہر ہوتا ہے یعنی اس کا وقوع نہیں ہوسکتا جب کہ محفوظ سے منافیٔ حفاظت کا صادر ہونا ممکن ہوتا ہے جو امکان کے دائرہ میں ہوتا ہے مگر وہ وقوع میں نہیں آتا۔ پس مفروضہ کی حد تک وقوع میں آ بھی جائے تو عفو و تطہیر الٰہی میں داخل ہوگا کہ ان کا معاملہ آخرت میں مغفرت کاملہ کی صورت میں ہوگا۔

ملاحظہ ہو (تصفیہ صفحہ ۴۶ صفحہ ۵۸ نیز مکتوبات طیبات صفحہ ۲۶۹ نحوہٗ)

اب پڑھیئے ما نحن فیہ کی دوسری وجہ۔

وجہ دوم ــــ عبارت میں صراحت موجود ہے کہ اس میں مذکور ایسا امر ہے جس سے ''عفو و تطہیر'' متعلق ہوتی ہے چنانچہ اس کے آخر میں یہ لفظ مرقوم ہیں کہ ''عفو و تطہیر میں داخل ہوگی''۔

جب کہ ڈاکٹر صاحب خود کہہ رہے ہیں کہ مسئلۂ فدک کے حوالہ سے جو انہوں نے خطا کے لفظ بولے ہیں اس سے ان کی مراد ''خطاء اجتہادی'' ہے نیز وہ یہ امر بھی واضح کہہ چکے ہیں کہ خطاء اجتہادی گناہ نہیں بلکہ موجب اجر امر ہے جو ما نحن فیہ کی دلیل ہے کہ عبارت کا یہ حصہ محض مسئلۂ عصمت سے متعلق ہے، فدک سے ہرگز نہیں۔

مزید پڑھیئے۔

وجہ سوم ــــ حضرت قبلۂ عالم نے اس ''عفو و تطہیر'' کے بارے میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس کا ظہور آخرت میں ہوگا۔

ملاحظہ ہو (تصفیہ ما بین سنّی و شیعہ صفحہ ۴۶ صفحہ ۵۸ نیز مکتوبات طیبات المعروف مہر چشتیہ صفحہ ۲۶۹ نحوہٗ)۔

جب کہ جلالی صاحب جس امر کا ذکر کر رہے ہیں اس کا تعلق دنیا سے ہے جیسا کہ ان کے ''تھیں'' کے لفظوں سے ظاہر ہے نیز اس کا مغفرت سے بھی تعلق نہیں کیونکہ وہ موجب اجر چیز ہے جیسا کہ وجہ اول میں گزرا ہے۔

پڑھیئے ایک اور وجہ۔

وجہ چہارم ــــ عبارت ہٰذا کے مسئلہ فدک سے متعلق نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کہہ چکے ہیں کہ فدک میں ان کی مراد خطأ اجتہادی ہے (کمامرّ آنفاً) نیز وہ یہ بھی بیان دے چکے ہیں کہ خطأ اجتہادی' عصمت نبوت کے قطعاً منافی نہیں کیونکہ خود ان کے حسبِ بیان اس کا صدور نبی سے بھی ہوتا ہے جب کہ یہ بھی اٹل بات ہے کہ پیش کردہ عبارت شیعہ کے عقیدۂ عصمت کے ردّ ہی میں ہے (کمامرّ آنفاً)۔

پس فدک کا معاملہ بحث عصمت کا کسی طرح حصہ نہیں بن سکتا لہٰذا یہ امر خود ڈاکٹر صاحب سے متعین ہو گیا کہ عبارت ہٰذا کچھ ان کے مفید مدعا نہیں

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

وجہ پنجم ــــ پیش کردہ عبارت میں ایسے مسئلہ کا بیان ہے جو پورے گروہ اہل بیت سے متعلق ہے جیسا کہ ''اہل البیت'' اور ''پاک گروہ'' کے لفظوں سے ظاہر ہے جب کہ مطالبۂ فدک پورے گروہ سے متعلق نہیں جو عبارت ہٰذا کے فدک سے متعلق نہ ہونے کی دلیل ہے۔

وجہ ششم ــــ بحث عصمت میں ارتکاب ناجائز مذکور وماً خوذ ہے جو فدک کے اس میں شامل نہ ہونے کی ایک اور دلیل ہے کیونکہ مطالبۂ فدک کو خود ڈاکٹر

صاحب بھی ناجائز کا عنوان دینا جائز نہیں کہتے۔

الجواب ثانیاً:

اس سب سے قطع نظر تصفیہ کی پیش کردہ یہ عبارت خود ڈاکٹر صاحب کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ''امکان'' کا ذکر ہے جب کہ وقوع بالفرض سے مقید ہے، اس کے برعکس ڈاکٹر جلالی صاحب کے لفظوں میں قطعیّت کے ساتھ وقوع خطا کا بیان ہے جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ ''معصوم نہیں تھیں غلطی ہوگئی'' نیز ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' (العیاذ باللہ)۔

جب کہ امکان، وقوع کو ہرگز مستلزم نہیں (اس کی کچھ تفصیل آئندہ عنوانات کے تحت بھی آرہی ہے) اور خدا کے کرنے سے یہاں پر امکان کے لفظ خود ڈاکٹر صاحب کے منہ سے بھی نکل گئے ہیں۔ چنانچہ موصوف کے متنازع فیہ بیان میں ان کے ''خطا پر تھیں'' کے الفاظ سے پہلے یہ لفظ بھی ہیں کہ ''یعنی خطا کا امکان تھا'' جو کلپ میں سنے جاسکتے ہیں۔

یہ اس امر کا اقرار ہوا کہ ان کے دعویٰ و دلیل میں واقعی عدم مطابقت ہے کہ دعویٰ حضرت قبلۂ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے یہ دکھانے کا ہے کہ آپ فدک میں وقوع خطا کے قائل ہیں اور عبارت سے دکھایا امکان وہ بھی وہ جو عصمت و حفاظت کے مسئلہ میں ملحوظ ہوتا ہے، پس عبارتِ تصفیہ ڈاکٹر صاحب کے خلاف ثابت ہوئی۔ ولنعم ما قیل۔

ع لو اپنے دام میں آپ صیّاد آ گیا

اس کی مزید تائید ڈاکٹر صاحب کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو

انہوں نے اس سلسلے کی اپنی ایک وضاحتی کانفرنس میں اس سوال کے جواب میں دیا ہے کہ جناب نے خطائے اجتہادی کے الفاظ اب شامل کیے ہیں ورنہ آپ کے متنازعہ فیہ بیانات کے اصل کلپس میں اس کا بالکل کوئی ذکر نہیں ہے۔

تو انہوں نے کہا کہ میں نے تصفیہ کی عبارت کو پیش کرتے ہوئے جو یہ جملہ بولا تھا کہ ''لیکن جب آگے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا تھیں ان کی حدیث سن کر سر تسلیم خم کر لیا''۔

یہ اسی لیے بولا تھا اور ایسے الفاظ بولے ہی خطائے اجتہادی کے لیے جاتے ہیں جو اس بات کا اقرا ہے کہ:

نمبر ا: موصوف نے اپنے ان کلپس میں خطائے اجتہادی کے الفاظ صراحت کے ساتھ واقعی نہیں بولے تھے۔

نمبر ۲: نیز یہ اس امر کا بھی اقرار ہے کہ مذکورہ الفاظ ان کے اپنے لفظ ہیں جو انہوں نے قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت میں داخل فرمائے ہیں یہ لفظ حضرت قبلۂ عالم کے ہرگز نہیں ہیں ورنہ حضرت کے الفاظ پیش کرنے کی بجائے انہیں یہ پاپڑ بیلنے کی کیا ضرورت تھی۔

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

جب کہ وہ دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے از خود کچھ نہیں کہا بلکہ وہ کہا ہے جو حضرت قبلۂ عالم کی عبارت میں ہے پس جب خود ان کے اقرار سے مذکورہ الفاظ ان کے اپنے ہیں تو یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ (معذرت کے ساتھ) انہوں نے حضرت پر افتراء کیا ہے کسی صورت میں بھی یہ

الفاظ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہیں۔(وھو المقصود)۔

بحث ''امکان'' بمعنی ''وقوع''

عبارت حاشیۂ کلنبوی سے جواب:

رہا موصوف کا یہاں یہ کہہ دینا کہ امکان بمعنی وقوع بھی آتا ہے اور قاعدہ بنا کر پیش کرتے ہوئے کہا: اذا کان الامکان متعلقا بالماضی کان مستلزما للوقوع نیز کلنبوی کے حوالہ سے کہا: ''فالا مکان الوقوعی انما یستلزم وقوع الطرف الممکن بالفعل بالقیاس الی الزمان الماضی او الحال لاالاستقبال''؟

تو اس پر تفصیلی کلام کا حق محفوظ رکھتے ہوئے سر دست اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ عبارت کا کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا یہ معنیٰ ہو کہ امکان بمعنی وقوع ہوتا ہے۔

ہاں! عبارت میں ''امکان وقوعی'' کی بات ہے جو مصطلحات حکمت وفلسفہ سے ہے جس کا دوسرا نام ''امکان نفس الامری'' بھی ہے (وبینھما عموم وخصوص اذھو من اقسام الامکان الذاتی) یعنی بیک وقت نہ وجوب بالغیر نہ امتناع بالغیر ــــ

موصوف کے طور پر اس تفصیل کی رُو سے مطلب یہ بنے گا کہ حضرت سیّدہ کے مطالبۂ فدک کا وجود وعدم کسی ممتنع بالذات کو مستلزم نہ تھا۔ سبحٰن اللہ کیف الفسلفۃ؟

اس سے قطع نظر بر تقدیر تسلیم یہ حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں موصوف کا خطاء معصیت کے وقوع کا قول قرار پائے گا (والعیاذ باللہ العظیم)

کیونکہ اس کی بنیاد عبارت تصفیہ پر ہے جب کہ وہ عصمت ہی کے متعلق ہے۔ نتیجہ ارتکاب خطاء معصیت ہے۔ لہٰذا موصوف کا یہ فلسفہ خود ان کے خلاف ہوا۔

ع جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

عبارت فتاویٰ رضویہ (امکان، وقوع کیا دوام اور ضرورت کو مستلزم) سے

جواب:

امکان بمعنی وقوع کو ثابت کرنے کی غرض سے یہاں موصوف نے فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۳۴۵، صفحہ ۳۴۶ کی ایک عبارت سے بھی استناد کیا ہے۔ ان کے پیش کردہ الفاظ یہ ہیں:

> "امکان کذب اس کی فعلیت بلکہ دوام بلکہ ضرورت کو مستلزم ہے صفحہ ۳۴۵۔ "تو لا جرم امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے" صفحہ ۳۴۶"۔

جواباً عرض ہے (اور نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے) کہ موصوف نے اعلیٰ حضرت کی اس عبارت میں قطع و برید کر کے پیش کیا ہے جس سے مطلب کیا سے کچھ ہو گیا ہے۔

اس کو کما حقہٗ سمجھنے کے لیئے فتاوی رضویہ کی پوری عبارت دیکھیے، جو حسبِ ذیل ہے۔

> "دلیل ہفتم وھو اخصر و اظہر۔ اقول و باللہ التوفیق، امکان کذب اس کی فعلیت بلکہ دوام بلکہ ضرورت کو مستلزم کہ اگر کلام نفسی ازلی ابدی واجب للذات مستحیل التجدد کذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلا مدلول یا کذب دال مع صدق المدلول لازم آئے اور یہ دونوں بالبداہۃ محال۔ اور جب

کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو نفسی میں بھی ممکن نہیں ورنہ باری عزّ وجلّ کا عجز عن التعبیر لازم آئے گا۔ تو لاجرم امکان کذب ماننے وال اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل مانتا ہے اور وہاں ''فعل ودوام ووجوب متلازم''۔

غور کیجئے موصوف نے ''دلیل ہفتم'' کا عنوان اڑا کر شروع کے کچھ الفاظ پیش کیئے ہیں ان میں بھی لفظ ''مستلزم'' کے آگے ''ہے'' کا لفظ اپنی طرف سے ملایا ہے۔

پھر تین سطریں چھوڑ کر آگے کی تقریباً ایک لائن پڑھی اور آخر کے الفاظ جو عبارت کی جان تھے' ان کو چھوڑ دیا ہے جو یہ ہیں:

''اور وہاں فعل ودوام ووجوب متلازم''۔

اب سمجھیئے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس عبارت میں حسبِ فلسفہ امکان کا کوئی کلیہ نہیں بیان فرمارہے بلکہ عقیدۂ امکان کذب کے بطلان پر ایک دلیل قائم فرمارہے ہیں جو: ''دلیل ہفتم'' کے عنوان سے ظاہر ہے۔ نیز شروع عبارت میں ''امکان کذب'' کے الفاظ اور آخر میں ''اور وہاں'' کی قید بھی اس کی دلیل ہیں۔

عبارت ہٰذا کے لفظ ''مستلزم'' کے بعد ''کہ'' کے الفاظ سے ''متلازم'' کے لفظوں تک اسی دلیل کی تفصیل ہے جس کا خلاصۂ مفہوم فہرست میں دیئے گئے عنوان کے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: ''باری تعالیٰ کے لیئے کوئی حالت منتظرہ نہیں تو اگر کذب ممکن ہو تو بالفعل ہوگا۔

ملاحظہ ہو (فہرست فتاوٰی رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۷)۔

اس پوری دلیل کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ''امکان کذب'' کی ترکیب میں حسب عقیدۂ وہابیہ کذّابیہ' کذب کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہے تو ان کے طور پر مطلب بنے گا ''اللہ تعالیٰ کا کذب'' (والعیاذ باللہ)۔

پس جب کذب کو اللہ تعالیٰ کے متعلق ممکن کہا جائے تو ''وہاں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالہ سے'' کذب' امکان کی حد تک نہیں رہے گا بلکہ ایک ساتھ اس کی فعلیّت' دوام اور ضرورت بھی لازماً ثابت ہو جائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیئے کوئی حالت منتظرہ نہیں یعنی اللہ اس سے پاک ہے کہ اسے بھی انتظار کرنا پڑے کہ یہ احتیاج کو مستلزم ہے۔ لہٰذا اس کی ذات کی نسبت سے کذب کا امکان مان لینے سے کذب کی فعلیت دوام اور ضرورت سب کا ماننا لازم آتا ہے جو باطل ہے تو امکان کذب کا عقیدہ ہی سرے سے باطل ہے۔

اس تفصیل سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ہر گز نہیں فرمایا کہ امکان ہر ایک کی نسبت سے وقوع کے معنٰی میں ہوتا ہے بلکہ یہ بات آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی نسبت سے کہی ہے اور وہ ہے ''امکان کذب باری'' کے مسئلہ کے حوالہ سے

ع ببین تفاوت کہ راہ از کجا است تا بہ کجا

پس جلالی صاحب کا اسے اپنے عندیہ کی دلیل کے طور پیش کرنا ان کی خوش فہمی ہے یا مغالطہ آفرینی۔

ع ناطقہ سر بہ گریبان ہے اسے کیا کہیئے؟

بہر حال امکان بمعنی وقوع کا اس عبارت میں کوئی نشان نہیں ہے البتہ

اس سے یہ امر ضرور اظہر من الشمس ہوگیا ہے کہ موصوف اب اس میں حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق دو قدم مزید آگے بڑھ گئے ہیں کیونکہ وہ پہلے امکان خطا تک تھے، پھر وقوع میں آ گئے اب اس میں دوام اور تسلسل بھی لے آئے ہیں اور وہ بھی ایسا جو ضروری اور لاینفک ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اقـــول : یہ ساری خرابی رجوع کے دو لفظ نہ بولنے کی وجہ سے آ رہی ہے۔ اللہ برے انجام سے بچائے۔

مزید اس سے ان کی اس تاویل کا بھی ابطال ہو گیا کہ معاذ اللہ سیّدہ سے مسئلۂ فدک میں خطا تو ہوئی لیکن میں اس پر بقاء بلکہ فعلیت کا کب قائل ہوں میں نے کہہ دیا تھا کہ "حدیث سن کر سر تسلیم خم کر لیا"۔ وجہ ظاہر ہے کہ وہ اب اس میں دوام اور ضرورت کا قول کر رہے ہیں لہٰذا ان کی مذکورہ تاویل محض دفع وقتی قرار پائی۔

یاد رہے کہ ان کی یہ بات ان کے اپنے ایک فیصل آبادی مدّ مقابل کے کلپ کے جواب میں موجود ہے۔

اکل شجرۂ ممنوعہ کی مثال بوگس ہے:

باقی رہا ڈاکٹر جلالی صاحب کا امکان بمعنی وقوع کے اثبات کے لیئے حضرت سیّدنا ابوالبشر علیہ السلام کی مثال پیش کرنا کہ ان کا واقعہ ماضی کا ہے پس وہاں امکان بمعنی وقوع ہے؟ تو یہ بھی قطعاً غلط اور بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ یہ مثال انہوں نے خود اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کی، آج تک علماء شان میں سے کسی نے اس واقعہ کو امکان بمعنی وقوع کی مثال کے طور پر پیش نہیں کیا۔

جب کہ اس کی بنیاد بھی ان کے امکان بمعنی وقوع کے معروف دعوٰی پر

ہے جو دلیل کے لیئے تاحال ان کا منہ تک رہا ہے۔ پس جب بنیاد ہی نہ رہی تو اس پر کھڑی کی گئی عمارت خود بخود منہدم اور زمین بوس ہوگئی۔

البتہ اس سے موصوف، حضرت سیّدنا ابوالبشر علیہ السلام کی طرف خطاء معصیت کی نسبت کر گئے ہیں کیونکہ انہوں نے یہ بات عبارت تصفیہ کے تناظر میں کی ہے جب کہ وہ (عبارت) عصمت کے بارے میں ہے اور یہ بھی وہ خود کہہ رہے ہیں کہ تعریف عصمت میں جو خطاماٗ خوذ ہوتی ہے، وہ خطاء اجتہادی نہیں بلکہ خطاء معصیت ہی ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف خطأ اجتہادی کی نسبت وغیرہ کی ابحاث رسالہ نمبر ۱ میں دیکھی جائیں۔

ایک سؤال (فدک اعتراض میں ملحوظ تو جواب میں بھی ماٗ خوذ) کا جواب:

رہا پیش کردہ عبارت کے حوالہ سے موصوف کا ایک کلپ میں یہ سؤال (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ جب تصفیہ کی اس عبارت میں اعتراض مذکور میں فدک ملحوظ ہے تو جواب میں بھی یقیناً ماٗ خوذ ہے پس یہ عبارت لازماً فدک کو بھی شامل ہے؟

جواب یہ ہے کہ یہ شبہ اس وقت ممکن تھا کہ جب اعتراض میں شیعہ کے عقیدۂ عصمت کی شق نہ ہوتی اور عبارت بھی ''عفو و تطہیر میں داخل ہوگی'' کے لفظوں پر ختم ہو جاتی اور آگے کچھ نہ ہوتا جب کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ لہٰذا فدک جواب میں ضرور ماٗ خوذ ہے مگر پیش کردہ حصّہ عبارت کا حصّہ ہوئے بغیر کیونکہ اس میں محض شیعی عقیدۂ عصمت کا ردّ و ابطال مقصود ہے جس میں فدک کسی طرح شامل نہیں۔ جسے شامل کرنا کئی خرابیوں کو بھی مستلزم ہے جس کی متعدد وجوہ

ابھی گزری ہیں۔اعادہ کی حاجت نہیں۔

مزید یہ کہ اعتراض میں تو ارتکاب ناجائز مذکور ہے تو کیا ڈاکٹر صاحب سیّدہ کے مطالبہ پر ناجائز کا اطلاق بھی کریں گے؟

بہر حال اس کے بعد فدک کے متعلق خود حضرت قبلۂ عالم کے لفظوں میں مستقل حیثیت سے علیٰحدہ تفصیل موجود ہے۔

پس مأ خوذ،مأ خوذ کی گردان کے باوجود اس میں خود حضرت کی تحریر کردہ تفصیل کو لے لینے میں کیا پرابلم اور اس کے بجائے اپنی گھڑنتو تأویلوں کے در انداز کرنے میں آخر کیا حکمت ہے؟

پوری عبارت (اوّل تا آخر) ایک بار پھر سامنے رکھ کر دیکھیں کہ حضرت نے سیّدہ کے مطالبہ کو تصریحاً تلویحاً کسی طرح بھی خطا نہیں کہا حتّٰی کہ خطاء اجتہادی کے اطلاق کو بھی جگہ نہیں دی اور واضح طور پر سیّدہ کے مطالبہ کو کئی وجھوں سے رحمت و برکت قرار دیا ہے (كما قدمر تفصيله)

پس ہمارے نزدیک اس پوری عبارت کا مفہوم اس کی جملہ تفصیلات کے تناظر میں یہ ہے کہ آیت تطہیر کے مصداق اہل بیت کرام محفوظ ہیں، معصوم نہیں کیونکہ آیت تطہیر دلیل عصمت نہیں، دلیل طہارت ہے کہ اس میں جو چیز منصوص ہے وہ تطہیر ہی ہے۔

رہا سیّدہ کا مطالبۂ فدک؟

تو اس کا غلطی ہونے نہ ہونے سے تعلّق ہی نہیں سیّدہ کا مطالبہ مبنی بر حکمت، سراپا رحمت اور خیر و برکت تھا جس میں حکمت یہ تھی کہ سب پر مسئلہ کھلے

حقائق واضح ہوں، امّت کی رہنمائی ہو اور حضرت صدیق اکبر کے معترضین کی ناطقہ بند ہو۔ نیز ان کی شان تقدس منصّۂ شہود پر جلوہ گر ہو (جیسا کہ گزشتہ اوراق میں مفصّلاً گزر چکا ہے)۔

خلاصۂ کلام نیز ڈاکٹر صاحب شرعی حکم:

خلاصہ یہ کہ قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسئلۂ فدک کے حوالے سے حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق نہ تو صریحاً یہ لفظ بولے ہیں کہ وہ ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں''، ان سے غلطی ہوگئی تھی'' اور نہ ہی اس کا معنی ومفہوم ادا کرنے والے دیگر الفاظ استعمال کیئے ہیں بلکہ اس کے برعکس آپ نے سیّدہ کے مطالبۂ فدک کو امّت کے لیے رحمت وبرکت اور ان کی عظمت وشان کا مظہر قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر جلالی صاحب کی اس میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے عبارت تصفیہ کے تناظر میں حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا ''خطا اور ان سے غلطی ہوگئی'' کے لفظ اطلاقی شکل میں بولے جو خطائے معصیت کے معنٰی میں متعین ہے کیونکہ تصفیہ کی عبارت مسئلۂ عصمت کے متعلق ہے جب کہ عصمت میں خطائے معصیت ہی ملحوظ ہوتی ہے۔ خطائے اجتہادی نہیں جس کا خود موصوف کو بھی اقرار ہے جو نادانستہ سہی گستاخی بنتی ہے۔ عرف میں من حیث الاصل اس کا جرم وگناہ کے معنٰی میں ہونا اس پر مستزاد ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اسے خطائے اجتہادی سے جوڑ رہے ہیں جو یقیناً فحش غلطی ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ خطائے اجتہادی کا عصمت سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر اس سب کو انہوں نے منسوب کردیا ہے حضرت قبلۂ گولڑوی سے۔ پھر توجہ دلانے کے باوجود ان کا اپنی غلط بات کو صحیح قرار دینے

پر اصرار اور انکار استکبار ہے جو ان کی مزید بڑی غلطی ہے کہ یہ ان کے لفظ ہیں اور ان کا فرمان ہے ان کی بہت بڑی غلطی اور جسارت ہے۔

لہٰذا ڈاکٹر جلالی صاحب کا جلسۂ عام میں کتاب (تصفیہ) ہاتھ میں لے کر اور گویا اچھل اچھل کر خصوصیت کے ساتھ حضرت قبلۂ گولڑوی کے بارے میں لوگوں کو یہ تأثرات دینا کہ آپ نے سیّدہ کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ ''خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' ان سے غلطی ہوگئی تھی (العیاذ باللہ)۔

شرعی طور پر تہمت اور بے بنیاد الزام لگانے نیز افتراء اور بہتان باندھنے کی مد میں آتا ہے جو ظاہر ہے ایک عام آدمی پر بھی ہو تو شرعاً قطعی طور پر سخت جرم اور بہت بڑا گناہ ہے چہ جائیکہ وہ حضرت قبلۂ عالم جیسی عظیم و جلیل ہستی پر ہو اور وہ بھی سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا کے بارے میں گھٹیا الفاظ کے استعمال کرنے کا؟ کیونکہ عام آدمی کی بہ نسبت اس کے مفاسد و مضرات کئی گنا زیادہ سخت ہوتے ہیں جس کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے اس اقدام سے پورے جہان میں حضرت کی سخت بدنامی ہوئی جو پوری سنّیت کی بدنامی ہے جس کی وجہ سے لاکھوں سادہ لوح قسم کے مسلمان آپ سے بدظن ہو کر گمراہ اور آپ کے فیض سے محروم ہوگئے ہوں گے۔

جب کہ بہت سے ناواقفوں نے یہ سوچتے ہوئے کہ چونکہ یہ بات حضرت لکھ رہے ہیں اس لیۓ ''خطا پر تھیں'' اور ان سے غلطی ہوگئی کو اپنا عقیدہ بنا لیا ہوگا جس سے ان کے ایمانوں کا بیڑا غرق ہوا ہوگا۔

نیز اس سے روافض کے لیے بھی کم علم سنیوں کو گمراہ کر کے شیعہ بنانے کا

دروازہ کھل گیا کہ دیکھا ہم نہیں کہتے تھے کہ سنّی ناصبی ہوتے ہیں' حُبّ اہل بیت مل سکتی ہے تو صرف ہمارے ہاں۔ لہٰذا چھوڑو ان کو اور بنو شیعہ۔ بہت سے بن بھی گئے۔

نیز نواصب اور خوارج کو بھی اہل بیت خصوصاً حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے خلاف گھٹیا زبان کے استعمال کرنے کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ پس وہ اس کی آڑ میں ''خطا پر تھیں'' اور ''غلطی ہوگئی'' کے الفاظ کو عام کر کے اپنے خبث باطن کو بآسانی عوام تک پہنچا سکیں گے اور وہ یہ کر بھی رہے ہیں۔

نیز ان مذکورین کے علاوہ دیگر ہمہ قسم بدمذہبوں اور خصوصیت کے ساتھ قادیانی مرتدوں کو (جن کو آپ سے گہرے زخم پہنچے) بھی اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو گمراہ کرنے اور حضرت کے خلاف زہر اگلنے کا موقع مل گیا۔ بناءً علیہ اس سے خدانخواستہ ناواقفوں کے دلوں سے آپ پر اعتماد کے اٹھ جانے اور آپ کی شخصیت کے متنازعہ بن جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے جو یقیناً ایک ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہے۔ جس سے حضرت کے خانوادہ عالیہ نیز وابستگان سلسلہ مبارکہ کی بالخصوص اور تمام اہل سنت کی بالعموم سخت دلآزاری ہوئی ہے اور یہ سب اصولاً و شرعاً علاّمہ جلالی صاحب کے کھاتے میں جاتا ہے۔

اس حوالہ سے خیال یہ کیا جا رہا تھا کہ یہ شاید ڈاکٹر صاحب سے جوش خطابت میں اَن جانے' بے خیالی اور سبقت لسانی سے ہوا ہو اسی لیئے اسی کو بنیاد بنا کر انہیں رجوع کر لینے کا مشورہ دیا گیا تھا جو ایک بے ضرر اور آسان صورت بھی تھی۔ لیکن انہوں نے اپنے ایک وضاحتی کلپ میں صراحت کے ساتھ اس

کے سبقت لسانی سے ہونے کی سخت مذمت کردی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے یہ سب کچھ قصداً، عمداً اور جان بوجھ کر بلکہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اس طرح یہ امر لزوم سے التزام پر آرہا ہے۔ اللہ خیر کرے۔ جس سے ان پر پہلی فرصت میں اصولاً، اخلاقاً، قانوناً اور شرعاً ہر حوالہ سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے علانیہ توبہ اور رجوع کرنا نیز حضرت قبلۂ عالم رحمہ اللہ اور حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی ارواح طیبہ سے معافی مانگنا لازم ہے۔ (لان توبة السر بالسرّ والعلانیه بالعلانیة یعنی جیسی غلطی ویسی توبہ)۔

اور اسی میں دنیاء وآخرت کی بہتری اور حقیقی وقار ہے۔

امید ہے کہ وہ اپنے روحانی اسلاف کے مناسب مقام اور روشن اور منوّر واقعات کو خضر راہ بناتے ہوئے اور ''لا یخافون لومة لائم'' کا عملی مظاہرہ کرکے پہلی فرصت میں توبہ تائب ہونے کا کارنامہ سرانجام دے کر تاریخ میں سنہرے الفاظ سے اپنا نام رقم کرائیں گے اور اس میں کسی قسم کا کچھ پس وپیش کرنا روا نہیں رکھیں گے واللہ الموفق وھو یقول الحق ویھدی السبیل فقط۔

والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین حبیبنا محمد وآلہٖ وصحبه وتبعه اجمعین۔

تذییل:

رسالہ ہٰذا میں بنیادی طور پر یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ عبارت تصفیہ کا خود ساختہ مطلب بنا کر جلالی صاحب کا اسے حضرت قبلۂ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ اور قول بتانا موصوف کا حضرت پر شدید افتراء و بہتان ہے۔ بناءً علیہ وہ

اسے حسبِ دعویٰ خود ثابت کریں یا پھر توبہ کریں اور اس سلسلے میں اپنے ماننے والوں سے بھی توبہ کرائیں جو بفضلہٖ تعالیٰ ثابت کر دیا گیا باقی نسبت خطا الیٰ حضرۃ السیّدہ سلام اللہ علیہا پر ان کے شرعی حکم کی تفصیل سالہ نمبر ۱ میں آ چکی ہے اسے ادھر ہی ملاحظہ کیا جائے۔

لطیفہ: ڈاکٹر صاحب نے عبارت تصفیہ سے استدلال کی وضاحت کے ضمن میں ایک بڑی عجیب بات کہہ دی ہے وجہ یہ کہ وہ خود ان پر صادق آ گئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ کے حوالہ سے پاسبانانِ تقدس سیّدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے متعلق بڑے طمطراق سے کہا ہے کہ ''حضرت ہوتے تو ان کو سو جوتے لگاتے''۔

جواب یہ ہے کہ یہ حضرت کی کسرِ شان اور حقیقت کو چھپانے والی بات ہے کیونکہ یہاں ''لو کان موجودا الفعل کذا '' والی بات قطعاً نہیں ہے کہ آپ ہوتے تو یوں کرتے۔ بلکہ یہ ''انه موجود ویفعل ماحق له ان یفعل والا معاملہ ہے یعنی آپ ہیں اور سوءادبی کے مرتکب کے خلاف کاروائی فرما رہے ہیں''۔ پس ہم یوں کہیں گے کہ ''حضرت ہوتے تو سو جوتے لگاتے'' نہیں بلکہ آپ ہیں اور مجرم پر مَـاوَجَبَ کا استعمال فرما رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ جب تک اس نے رجوع وتوبہ نہ کیا تو حضرت اپنی یہ کاروائی جاری رکھیں گے' اور ''ج وت ے'' جس کو لگے ہیں یا لگ رہے ہیں' وہ بھی دنیا کے سامنے ہے۔ اللہ خیر کرے۔ آگے دیکھئیے ہوتا ہے کیا؟

نام وانتساب رسالہ ہٰذا:

رسالہ ہٰذا کا یہ نام تجویز ہوا:

”الحوارمع الخطائية على عبارة للتصفية“

المعروف بہ

”مناظرہ عبارتِ تصفیہ“

جسے بصد اکرام حضرت قبلۂ عالم گولڑوی قدس سرّہ العزیز

کی بارگاہ میں ہدیہ کیا جاتا ہے۔

آوردہ ام بسوئے دریا صدف

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

کتبہ الفقیر عبدالمجید سعیدی رضوی بقلمہ

صدر شعبۂ تدریس وافتاء وشیخ الحدیث ومہتمم

جامعہ غوثِ اعظم وخطیب جامع مسجد نوری

رحیم یار خان سٹی (بہاول پور۔ پنجاب۔ پاکستان)

(۱۵/ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۵ جولائی ۲۰۲۰ء بروز پیر)

تقریظ جلیل

جانشین غزالئ زماں حضرت علامہ پروفیسر سیّد مظہر سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم
سجادہ نشین آستانۂ عالیہ سعیدیہ کاظمیہ ملتان، مرکزی امیر جماعت اہل سنّت پاکستان
ومہتمم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی نسبت خطا کا جو مسئلہ منظر عام پر آیا تو اہلِ سنت میں اس پر سخت ردعمل ظاہر ہوا اور ان کے جذبات شدید مجروح ہوئے۔ جید علماء اہل سنت نے بھی اپنے جذبات وخیالات کا اظہار کیا اور علمی تحقیق کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں کے پھول نچھاور کیے۔

چنانچہ فاضل جلیل، عالمِ نبیل استاذ العلماء علامہ مولانا مفتی محمد عبد المجید خان صاحب سعیدی رضوی نے بھی اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہوئے خوب تحقیق، حوالہ جات اور دلائل کے ساتھ وضاحت سے مسئلہ ہذا کو سلجھانے کی سعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوشنودی کا سبب بنائے۔ آمین۔

فقیر نے کتاب کے چند مقامات کو دیکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مصنف نے اس مسئلہ کی تحقیق میں خوب عرق ریزی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

فقیر سید مظہر سعید کاظمی غفرلہ

فقط فقیر سید مظہر سعید کاظمی غفرلہٗ

۲۱/۴/۱۹ (۶/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ بروز پیر)

رائے گرامی

جگر گوشۂ غزالیٔ زماں، قائد ملّت اسلامیہ
حضرت صاحبزادہ علامہ سیّد حامد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی
سابق وفاقی وزیر مذہبی امور پاکستان ومرکزی صدر تنظیم السعید پاکستان
وناظم اعلیٰ جامعہ انوار العلوم ملتان

ہم صحیح العقید اہل سنت وجماعت مسلسل ابتلاء وآزمائش سے گزر رہے ہیں۔ ہمارے عقائد کے برحق ہونے کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا کہ معترضین اور ناقدین بھی رفتہ رفتہ انہی عقائد کے قائل اور ان پر عمل پیرا ہوتے جارہے ہیں، جن کی مخالفت وہ فرضِ عین سمجھ کر کرتے رہے ہیں۔

نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد کے جلسوں، جلوسوں پر گرجنے برسنے والے اب خود میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوسوں کی قیادت کررہے ہیں۔ زمانے کے اعتبار سے سب سے آخر میں مبعوث ہونے کو باعثِ فضیلت نہ ماننے والے ''ختم نبوت'' کے سب سے بڑے (بزعم خود) مجاہد کے عہدے پر فائز ہیں۔ شانِ رسالت میں صریح گستاخی کرنے والے اور اپنی گساخانہ تحریروں کے جواز پر دلیلیں دینے والے، گستاخانہ خاکوں اور فلموں کے خلاف احتجاج رجسٹر کراتے ہوئے سب سے بڑے محافظ ناموسِ رسالت بنے ہوئے ہیں۔ ایسے ماحول میں اگر ہم اہل سنت کے ایسے علماء اور قائدین جو ہمارے مسلک کی شان سمجھے جاتے ہوں اور جن کی علمی خدمات اور تبحر علمی کے باعث ان حضرات کو مسلکِ برحق اہل سنت کا ترجمان تصور کیا جاتا ہو،ان کی طرف سے ایسی باتیں سامنے آئیں جو ہر دردمند سُنّی اور عاشقِ رسول کی نہ صرف دل آزاری کا باعث ہوں

بلکہ وہ عوام الناس کے ایمان وعقیدے کی بنیادیں ہلا دینے والی ہوں تو ہوش وحواس' ساتھ چھوڑنے لگتے ہیں اور پھر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اپنے ایمان کی حفاظت اور عقیدے کی وضاحت کے لئے کس کا دامن پکڑا جائے اور کس سے رہنمائی لی جائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی آج کے دور میں اہل سنت کے لئے ایک نعمت ہیں اور اللہ کا انعام ہیں۔ تحریر ہو یا تقریر' تحقیق ہو یا تدریس' ہر میدان میں انہوں نے اپنا لوہا منوایا ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ مقبول مقررین اور خطباء کو لوگ اتنی مہلت نہیں دیتے کہ وہ تدریس یا تصنیف کے میدان میں کماحقہٗ' خدمت انجام دے سکیں۔ لیکن مفتی عبدالمجید صاحب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنی تمام تر تبلیغی مصروفیات کے باوجود تصنیف وتحقیق کے شعبے کو پوری توجہ دے رہے ہیں اور وطن عزیز میں جب بھی کوئی ایسا مسئلہ اٹھتا ہے جو دینی اور شرعی حوالے سے توجہ طلب ہوتا ہے اور عوام اس بارے میں راہنمائی کے خواہاں ہوتے ہیں تو مفتی صاحب کا قلم فوراً حرکت میں آتا ہے اور وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مفتی صاحب یہ خدمت انتہائی احسن طریقے سے بخوبی انجام دیتے ہیں۔

آج کل تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کچھ طاقتیں سازش کے طور پر اہل سنت میں تفریق وتقسیم اور اختلاف وانتشار پیدا کرنے پر مامور ہیں۔ کیا کبھی کسی نے سوچا تھا کہ اہل سنت جو عظمتِ صحابہ کے امین اور حب اہلِ بیت کے علمبردار ہیں وہ بھی صحابہ واہل بیت کی شان وعظمت کے بیان میں تحفظات کا شکار ہوں گے اور ان مسائل میں ایک دوسرے سے الجھیں گے بلکہ فساد تک نوبت پہنچے گی۔ یہ میرے علم ویقین کے مطابق صرف اور صرف سازش کا نتیجہ ہے کہ اہل سنت کی عددی برتری کو کسی طرح ختم کیا جائے۔ اس گئی گزری حالت میں' ہمارے علماء ومشائخ کی عدم احساس ذمہ داری اور بے توجہی کے باوجود اہلِ سنّت عددی اعتبار سے واضح طور پر غالب ہیں۔ تو اس غلبے کو اسی طرح ختم کیا جا سکتا ہے کہ یہ اہل سنت تقسیم در تقسیم کے عمل سے گزرتے رہیں۔ کبھی یہ تقسیم طریقت کے سلاسل کے نام

پر ہو‘یہ قادری ہے اور میں چشتی ہوں‘ یہ سماع کو حرام کہتا ہے اور ہمارے نزدیک سماع روح کی غذا ہے۔ یہ ذکر بالجہر کے قائل ہیں اور ہمارے نزدیک یہ طریقت کے آداب کے منافی ہے۔ہم وحدت الوجود کے قائل ہیں اور یہ منصور حلاج پر شریعت کی تلوار چلانے والے ہیں۔کبھی یہ تقسیم اداروں کے حوالے سے ہے۔ یہ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل ہیں اور ہمارا تعلق جامعہ نعیمیہ سے ہے۔ یہ جامعہ انوار العلوم کو مرکز ومحور تصور کرتے ہیں اور ہم جامعہ رضویہ کی مرکزیت کے قائل ہیں۔کبھی اس تقسیم میں سیاست کو بھی ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ JUP کے عہدے دار ہیں اور ہم جمعیت مشائخ کے علم بردار ہیں۔ یہ نظام مصطفیٰ کے نام لیوا ہوا اور ہم لبیک یارسول اللہ پر جان دینے والے۔

ان سازشوں کے ہجوم میں جب اشرف آصف جلالی آواز لگاتا ہے کہ خاتونِ جنت سے معاذ اللہ غلطی ہوئی۔ وہ خطا پر تھیں۔تو اب سمجھ نہیں آتی کہ کس کی زبان روکیں اور کس کا گریبان پکڑیں۔ ایسے میں مفتی صاحب جیسے قلم کار محققین کی راہنمائی درکار ہوتی ہے۔

مولانا اشرف آصف جلالی اہل سنت کے علماء میں بہت بڑا نام گنا جاتا تھا‘ ان کا ادارہ‘ ان کی تحقیق‘ تصانیف‘ تقاریر اس قحط رجال کے دور میں‘ اہل سنت کی امید کی کرن بن کر بے حد تقویت کا سبب ہوتی تھیں۔ پھر نجانے کیوں‘ کب اور کیسے انہوں نے خاتونِ جنت سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کا ذکر کرتے ہوئے ’’غلطی اور خطا‘‘ کو ان سے منسوب کردیا اور پھر اس پر تکرار کی بلکہ اصرار کیا۔ بلکہ جب ان کو متوجہ کیا گیا کہ یہ صورت حال ہم اہل سنت کے لئے نا قابل برداشت ہے بلکہ ہمارے ایمان وعشق کے منافی ہے تب بھی کئی دن تک اگر مگر اور بحث مباحثے کی صورت رہی۔ اور مولانا جلالی اپنی بات کو درست ثابت کرنے کے لئے مولویانہ کٹ حجتی سے کام لیتے رہے۔ مگر جب اس احتجاج میں شدت آئی اور ہر طرف سے جلالی صاحب کو طعن وتشنیع کا سامنا کرنا پڑا تب جا کر انہوں نے پینترا بدلا

اور کہا خطا اور غلطی سے میری مراد تو خطاء اجتہادی تھی۔ اور اہلِ سنت کے نزدیک خطاء اجتہادی تو تنقیص اور الزام سے بری ہوتی ہے۔ انہوں نے مزید علمی خیانت اور بدنیتی کا اظہار یوں کیا کہ انڈیا اور دیگر ممالک میں موجود علماء کے سامنے خطاء اجتہادی کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر رکھا اور ان سے رائے مانگی کہ باغِ فدک کے مسئلہ پر میں نے خاتونِ جنت کو خطاء اجتہادی کا مرتکب قرار دیا اور اس نبیاد پر میرے خلاف ایک طوفان برپا ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' اُن تمام علماء نے اہل سنّت کے اصولی موقف کے مطابق جلالی صاحب کو صحیح اور بے گناہ قرار دیا۔ کیوں کہ ان کو یہ نہیں بتایا گیا کہ کئی ہفتے تک جلالی صاحب اپنا تمام تر زور بیان اور جلالتِ علمی اس امر کے ثبوت کے لئے صرف کرتے رہے کہ غلطی اور خطا کے الفاظ کو سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کی طرف ''اجتہادی'' کی اضافت کے بغیر منسوب کرنا بھی جائز اور درست ہے۔ لیکن جب ان کی یہ کوشش کسی طرح کامیاب نہ ہوئی اور ہر طرف سے ان کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا بلکہ اُن کی عزت وتوقیر اور وقار وافتخار سب خاک میں ملتے دکھائی دیئے تو انہوں نے پینترا بدل کر'' خطاء اجتہادی'' کی بات کی۔ چوں کہ بیرونی دنیا میں علماء اہل سنت کو یہ تمام تفصیل معلوم نہ تھی اس لئے انہوں نے جلالی صاحب کے کیئے گئے استفسار کے مطابق وہی جواب دیا جو اہل سنت کا اصولی موقف ہے کہ خطاء اجتہادی کو عظمت وفضیلت کے منافی قرار دینا غلط ہے۔

آج کل صحیح غلط اور سچ جھوٹ کو سائنسی ایجادات کی روشنی میں اجاگر کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اس لئے جلالی صاحب کی جان چھوٹتی نظر نہیں آتی۔ ویڈیو کلپس میں تاریخیں موجود ہیں اور اس بحث میں گزرنے والی تمام تفاصیل بھی محفوظ ہیں۔ مولانا جلالی صاحب کی طرف سے متنازعہ بیان منظر عام پر آیا تو شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی نے ایک خط مولانا جلالی صاحب کے نام تحریر کیا اس میں دیگر مغالطّوں کا جواب دینے کے ساتھ ایک دردمندانہ تجویز پیش کی کہ۔

براہِ مہربانی کسی نئی بحث تمحیص میں پڑنے کی بجائے اس سے اہل سنت کے لئے کسی نئے فتنے کا دروازہ کھلنے بہتر ہے کہ اپنی سبقتِ لسانی کا اعتراف کرتے ہوئے فوری طور پر علی الاعلان ان الفاظ سے رجوع فرمائیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کو راضی کرلیں“۔ (مکتوب محررہ ۱۶ جون ۲۰۲۰ء)

مگر مولانا جلالی صاحب نے اس خط کو بھی تضحیک کا نشانہ بنایا۔

اس تمام صورتِ حال سے جو نقصان ہوا وہ ناقابل تلافی ہے۔ اور اگر کوئی بھی انصاف پسند دردمند، مخلص سنّی غور کرے تو وہ مولانا اشرف آصف جلالی کو اس جرم پر کبھی معاف نہیں کرسکتا۔ کہ ان کی باغ فدک کے مسئلہ پر بلاضرورت بحث اور خاتون جنت سیدۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کھلے لفظوں میں اصرار اور تکرار کے ساتھ خطا کا مرتکب قرار دینے اور غلطی پر ہونے کا ذکر کرنے سے پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار خلیفۃ الرسول امام الاتقیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف انتہائی شرم ناک انداز میں تبرّا بھیجا گیا، آپ کی توہین وتنقیص اور تضحیک میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی اور اس کی بنیاد بنی ”رئیس المحققین“، ”امام المتکلمین“، ”سید المدرسین“، ”حضرت قبلہ“، ”علامۃ الدہر“ مولانا اشرف آصف جلالی ”دامت فیوضہم“ کا مخدومۂ کائنات خاتونِ جنت، سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کی شان عظمت پناہ میں خطا اور غلطی کے الفاظ کو بے محابہ بولنا اور انتہائی مذموم جسارت کے ساتھ ان الفاظ کو سیّدۂ کائنات کے ساتھ منسوب کرنا اور اس غلطی کی نشاندہی کے بعد ڈٹ کر اپنی خطا کو ثواب ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔

ہر دردمند سنی سیدنا صدیق اکبر کی شان میں شدید گستاخانہ تقاریر سن کر کرب میں مبتلا ہوا اور جب اُسے پتہ چلا کہ اس کا سبب اہل سنّت کے متبحر عالم دین حضرت مولانا اشرف آصف جلالی کی طرف سے سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا خطا کار اور غلط کہتا ہے تو دوہرے کرب میں گرفتار ہوا۔ اب الزام کسے دیں اور غلط کسے کہیں اور دفاع کیسے کریں؟

میں سمجھتا ہوں کہ زیر نظر تصنیف حضرت مولانا مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی کے فنِ تحقیق وجستجو کا ایک مثالی شاہکار ہے۔اس میں زیر بحث موضوع کے تمام پہلو اپنی تمام تر باریکیوں کے ساتھ زیر بحث لائے گئے ہیں۔اندازِ بیان بہت شستہ اور سنجیدہ ہے' طعن وتشنیع اورالزام تراشی سے اجتناب کرتے ہوئے موضوع کی نزاکت اور وسعت کے ساتھ پورا انصاف کیا گیا ہے۔

مفتی صاحب کے علمی مقام اور رفعتِ فکر کی ہم سری ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔اس لئے ممکن ہے کہ عوام الناس کے لئے اس کی تفہیم میں دشواری محسوس ہو۔ لیکن اس کو عام فہم بنانے کے لئے اتنی تفصیل میں جانا پڑتا کہ جس سے یہ تصنیف اتنی ضخیم ہو جاتی کہ پھر شاید ایک عام جس کی خاطر یہ سب کچھ کیا جاتا وہ اسے چوم کر چھوڑ دیتا۔

اگرچہ وقت کی قلت کے باعث میں اس کو اُس اطمینان سے نہیں پڑھ سکا جس کی یہ متقاضی ہے کیوں کہ یہ کتاب پریس میں جانے کے مرحلے میں ہے۔کمپوٹر کمپوزنگ ہو چکی ہے اور بات ''آج کل'' پر پہنچی ہوئی ہے۔لیکن پھر بھی حق وانصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو اصلاحِ احوال کے لئے اور شر و فساد سے بچنے کے لئے یہ حرفِ آخر کے طور پر کام آسکتی ہے۔اگر رب تعالیٰ ہمیں حق قبول کرنے کے لئے اپنی انا کے خول سے باہر آنے کی توفیق بخشے۔

سیّد حامد سعید کاظمی غفرلہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

۴/ مئی ۲۰۲۱ء بروز ہفتہ

اہل علم حضرات سے گزارش

کتاب ہذا کے مطالعہ فرما والے علماء وفضلاء ومشائخ کرام سے گزارش ہے کہ ادارہ کو اپنی قیمتی آراء سے بصورت تحریر مطلع ضرور فرمائیں۔

.... شکریہ ....

طالبین تحقیق کیلئے

عظیم خوشخبری

کتاب ہذا کا حصہ دوم بھی ان شاء اللہ عنقریب چھپ کر منظر عام پر آرہا ہے جو تین رسائل پر مشتمل ہے۔

۱۔ تحقیق مسئلہء فدک

۲۔ صدیق سے سیکھ سیدہ کو راضی کرنا

۳۔ شرح عبارت مہریہ در ''تصفیہ''

ذوق مطالعہ رکھنے والے حضرات رابطہ میں رہیں

رابطہ نمبر:۔ 0300-6987963 ۔ 0301-7631192

عظیم خوشخبری

مرکز اہل سنت جامعہ غوث اعظم رحیم یار خان میں کلاس

صحیح بخاری و دورہ حدیث

کے داخلے میں توسیع

اس دفعہ لاک ڈاؤن کے پریشان کن حالات کے پیش نظر

داخلے ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۴۳ھ تک کھلے ہیں

شائقین حضرات اور طلباء کرام جلد رابطہ فرمائیں

فرائض تدریس:۔

صدر شعبۂ تدریس و افتاء و مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ ہذا

مفتی محمد عبد المجید خان احمد سعیدی رضوی

منجانب: انتظامیہ جامعہ غوث اعظم رحیم یار خان 0300-6709210